ہفتہ وار
لولاک
فیصل آباد

اشاعتِ خاص بیادِ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری
امیر مجلس تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان



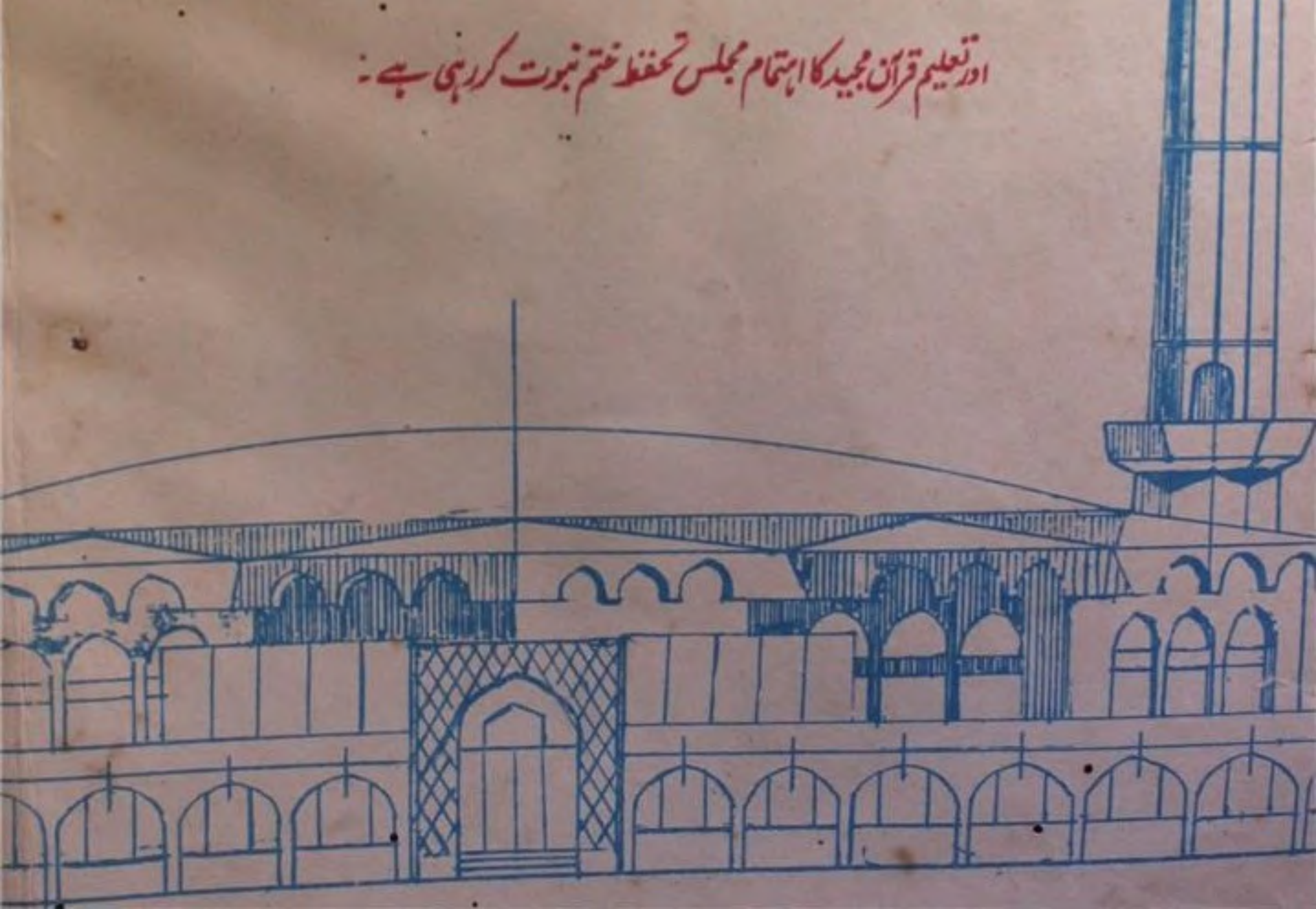
ہدیہ ۵ روپے

ایڈیٹر: مولانا تاج محمود

گلستانِ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے گلہائے رنگارنگ

ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ۹ کنال رقبہ میں زیر تعمیر عظیم الشان جامع مسجد اور مینار کا مجوزہ نقشہ جس پر اندازاً پچاس لاکھ روپیہ صرف ہوگا اور جو حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق کسی ایک مسلمان سے نہیں قبول کیا جائے گا۔ بلکہ جملہ اہل اسلام کو اس کی تعمیر کے ثواب میں شریک کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ اہل اسلام کی پہلی مسجد ہے جو اب اللہ کے فضل و کرم سے پایہ تکمیل کو پہنچنے والی ہے اور جس میں یکم جنوری ۱۹۷۵ء سے نماز پنجگانہ نماز تراویح نماز جمعہ اور تعلیم قرآن مجید کا اہتمام مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔





گزارش احوال واقعی

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی شخصیت اور دینی و ملی خدمات کا ذکر!

ع   سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لئے

——— مولانا محمد یوسف بنوریؒ علم و عرفان کے ایک محیطِ بیکراں، ایک عظیم الشان تحریک، ایک عہد، ایک تاریخ ساز جدوجہد کا نام ہے۔ ان کی کہانی باطل، مصائب، شدائد اور مشکلات کے مقابلے میں عزم و استقلال، ایثار و قربانی اور سعی و عمل کی لازوال داستان ہے۔ عشق ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کو جو مقام حاصل ہوا وہ ملوک و سلاطین کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ عرب و عجم میں کروڑوں فرزندانِ توحید کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز بننے والی اس عظیم شخصیت پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ ہفت روزہ لولاک کو اپنی تنگ دامنی کا احساس ہے مگر یہ اطمینان ہے کہ اس کے دامن میں جو چند پھول ہیں وہ عقیدت کے پھول ہیں۔

ہدیہ بڑا نہ سہی مگر ہے تو ہدیۂ عقیدت

تاج محمود
ایڈیٹر ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد

ہفت روزہ **لولاک** فیصل آباد

مدیر: تاج محمود   مدیر معاون: مولانا اللہ وسایا

فون نمبر ۲۳۷۰۰   اس نمبر کی قیمت ۵ روپے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۲۵   جلد: ۱۴   شمارہ: ۳۵   عام اشاعت قیمت ایک روپیہ

ہدیہ عقیدت

محترم مولانا تاج محمود صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ دنیائے اسلام کی متاعِ عزیز تھے۔ ان کی وفات سے نہ صرف یہ کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن اور دیگر بے شمار دینی ادارے جو ان کی سرپرستی میں جاری تھے یتیم ہو گئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کا عظیم اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولانا کو موجودہ حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن منتخب کیا تھا ان کی وفات سے آئین اسلامی اور قوانین شرعی کی تدوین کے سلسلہ میں جو امت کو نقصان ہوا ہے اس کا اندازہ بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ حق تعالےٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہم پس ماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور خدمتِ دین کی توفیق ارزاں فرمائے۔

فقیر خان محمد عفی عنہ
امیر مجلس تحفظِ ختم نبوت پاکستان

تعزیتی پیغامات

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات پر پوری دنیائے اسلام سے ہزاروں تعزیتی تاریں خطوط اور پیغامات مولانا محمد ... صاحبزادے سید محمد بنوری مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی دفتر ختم نبوت ملتان اور دفتر ہفتہ وار "لولاک" فیصل آباد کو موصول ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض اہم شخصیتوں کے پیغامات، جن میں حضرت مولانا مرحوم کی عظمت کا اعتراف کیا گیا۔ شائع کئے جا رہے ہیں۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

General M. Zia-ul-Haq

Chief of the Army Staff and
Chief Martial Law Administrator
Rawalpi...

DO ۵۰/۱-۲/PRA

۲۰ اکتوبر ۷۷ء

مکرمی محمد بنوری صاحب

آپ کے والد ممتاز عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری کی اچانک وفات سے مجھے دلی صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا کی موت نہ صرف پاکستان کے دینی، علمی اور قومی حلقوں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ مرحوم نے حدیث فقہ اور دیگر اسلامی موضوعات پر جو متعدد کتابیں لکھی ہیں وہ ہمارے دینی و علمی سرمایہ کا گراں قدر حصہ ہیں۔ آپ عربی کے ایک بلند پایہ عالم، جید محدث، پُرجوش مبلغ اور باعمل بزرگ تھے۔

مولانا بنوری ایک دینی درسگاہ کے بانی اور سرپرست تھے اور انہوں نے ساری زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف رکھی۔ وہ نہ صرف پاکستان میں اسلام کی عظیم خدمات انجام دیتے رہے بلکہ کئی موقعوں پر بیرونی دنیا میں پاکستان کی بہترین علمی نمائندگی کر کے ملی عزیز کے وقار میں اضافہ کیا۔

زندگی کے آخری دنوں میں وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے عظیم کام میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔ کونسل کے مختلف اجلاسوں میں انہوں نے متعدد اہم امور پر قیمتی مشورے دیئے جو مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ ان کے انتقال سے اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے مشکل سے پُر کیا جا سکے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مرحوم کا مشن پایۂ تکمیل کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں بلند درجات سے نوازے۔ میری یہ بھی دعا ہے کہ خالقِ دو جہاں آپ کو اور مولانا کے دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احقر

ضیاء الحق

جنرل محمد ضیاء الحق

مولانا انعام کریم مدینہ منورہ

کل بعد عصر والدہ حضرت قبلہ مولانا صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر عجب برا اثر ہوا، بالتصدیق کرتا ہوں کہ درحقیقت کسی کی خبر سے کوئی اتنا صدمہ نہیں ہوا۔ ابھی چار روز ہوئے حضرت سے مل کر آیا ہوں۔ لیکن بعد میں عشاء کے بعد ریڈیو پر خود سنی تو اس حادثہ جانکاہ کا یقین ہو گیا۔ بے حد تعلق ہے کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کو خاص رحمتوں سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔

جناب مولانا محمد حبیب الحلیم فرنگی محلی

اخبارات سے حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کا علم ہوا، چونکہ علامہ مرحوم سے والد ماجد حضرت علامہ مفتی ابوالقاسم محمد عتیق رحمۃ اللہ علیہ کے باہم گہرے روابط تھے۔ اس بنا پر یہ حادثہ خود میرے لئے بھی ایک عظیم سانحہ ہے جو والد ماجدؒ کے انتقال کے چند ہی ماہ بعد پیش آیا اور جس نے دل و دماغ کو حد درجہ متاثر کیا۔ پہلے ہی زخم ابھی ہرے تھے کہ مزید تازہ زخم اضطراب روحانی میں اضافہ کا سبب بن گیا۔ یہ سانحہ عالم اسلام کے لئے زبردست علمی محرومی کا باعث ثابت ہوا اور کیسے کیسے جوہر ہمارے درمیان سے اٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کی قبر شریف کو انوار سے منور فرمائے۔ آمین۔

مولانا بنوری علم و فضل کا پیکر تھے جسٹس عبد الحکیم کا پیغام تعزیت

صوبہ سرحد کے قائم مقام گورنر مسٹر جسٹس عبد الحکیم نے پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور نامور عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد بنوری کے نام اپنے پیغام میں جسٹس عبد الحکیم نے مولانا بنوری کی شاندار اسلامی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا اور لکھا ہے کہ مولانا بنوری ایک عظیم محقق اور اسلام کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہیں دنیا بھر میں علم و فضل کا پیکر سمجھا جاتا ہے۔ جسٹس عبد الحکیم نے خدا کے حضور میں مولانا بنوری کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

جسٹس محمد افضل چیمہ

اسلامی مشاورتی کونسل کے صدر مسٹر جسٹس محمد افضل چیمہ نے مولانا محمد یوسف بنوری کی وفات کو نہایت المناک قرار دیا ہے۔ انہوں نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ وہ علم کے سمندر تھے۔ بعض مسائل میں اختلافات کے باوجود نہایت خوبی سے انہیں سلجھایا کرتے تھے جس سے فریقین مطمئن ہو جاتے تھے۔ ان کا رویہ معقول اور مصالحانہ ہوتا تھا۔ وہ عدل و انصاف کے علمبردار تھے۔ انہیں ایک ہی موضوع پر متعدد احادیث اور آیات ازبر ہوتی تھیں۔ وہ صائب الرائے انسان تھے۔ اسی بات کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ کونسل کو ان کا متبادل مشکل سے ملے گا۔

جناب آفتاب احمد مترجم وزارت خارجہ اسلام آباد

ریڈیو پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سن کر نہایت صدمہ اور بار بار قلق و ملال ہوتا رہا اور ہے۔ رمضان المبارک کے اخیر میں مسجد نبوی شریف میں دو روز زیارت ہوئی تھی۔ جو کہ افسوس ہے آخری زیارت حضرت مولانا کی میرے لئے ثابت ہوئی۔

حضرتؒ کو اہل علم، اہل دین میں سے کون نہیں جانتا۔ حضرتؒ کی سرپرستی میں مسئلہ ختم نبوت بھی کافی حد تک حکومت کی سطح پر بھی طے ہو گیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو مغفرت و رحمت سے مالا مال فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

الشیخ محمد رشید فارسی، مکہ مکرمہ

فقد علمت بين يدا الأسى والحزن نبأ وفاة والدكم المغفور له الشيخ يوسف البنوري الذي قضى عمره في التعليم والتاليف وفي الكفاح الطويل والجهاد العظيم في مقاومة المذاهب الهدامة رحمه الله الفقيد، أعظم الله لكم الأجر، وبارك فيكم، ووفقكم للسير على منواله آمين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phone 25547

محمد منظور نعمانی
رئیس تحریر
مجلہ • الفرقان • لکھنؤ (الہند)

Mohd Manzoor Naumani
Editor Monthly (ALFURQAN)
Lucknow. (India)

۱۹ ذیقعدہ ۹۷ھ

محترم سلمکم اللہ تعالیٰ وعافاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں صبح اچانک یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ رات ریڈیو پاکستان نے ہمارے عزیز ترین دوست اور بھائی اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے سانحہ رحلت کی خبر نشر کی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ٥

مولانا مرحوم کے ساتھ اس عاجز کا اور اس عاجز کے ساتھ مولانا کا جو تعلق تھا وہ تمہارے علم میں ہے! اس لئے قدرتی طور پر بڑا رنج وصدمہ ہوا۔

اختلاف دارین کی وجہ سے اتنے بڑے اور قدیم تعلق کے باوجود میں مولانا کی اولاد میں تمہارے سوا کسی سے واقف نہیں ہوں — تم سے مدینہ طیبہ میں ملاقات رہی اور اس کے بعد قریباً اب سے دو سال پہلے سہارنپور میں اگرچہ ملاقات ہوئی ہوئی تو غالباً تم کو بھی نہ جانتا — بہرحال تم ہی کو مخاطب کرکے یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ اگر سفر میں وہ مشکلات نہ ہوتیں جو درمیان میں حائل ہیں تو میں اس موقع پر آپ لوگوں کے پاس پہونچنے کیلئے کراچی کا سفر کرتا — اب صرف دعا کر رہا ہوں اور انشاء اللہ کروں گا — گھر کے سب لوگوں کو میرا یہ پیغام تعزیت پہونچا دیجئے۔ میں مرحوم کے ایک قریبی بھائی کی حیثیت سے اس غم میں آپ لوگوں کا شریک ہوں — اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس عظیم سانحہ پر صبر کی توفیق دے اور اجر عطا فرمائے اور اس کے فضل وکرم کا سایہ آپ کے اور ہمارے سروں پر رہے۔

برادر مکرم ومحترم مولانا لطفی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون اور معذرت اور اور آپ سب حضرات سے دعا کی درخواست۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ
محمد منظور نعمانی

مولانا اسعد مدنی

15, OPERA SQUARE - CAIRO A.R.E.
Cables: «CONTINENTAL» Cairo
TEL. 911322 (30 Lines)
C. R. 3669 - CAIRO

CONTINENTAL - SAVOY
Hotel
CAIRO

١٥ ميدان الأوبرا - القاهرة ج.م.ع
تلغرافياً : «كونتيننتال» القاهرة
تليفون ٩١١٣٢٢ (٣٠ خطاً)
س.ت ٣٦٦٩ القاهرة

CAIRO, ________ القاهرة في

برادر عزیز دلدار زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں ہم لوگ پہنچے اور حضرت مولانا مدظلہ العالی کی ملاقات کی تمنا لیکر آئے تھے خیریت کا شکر تو
حضرت مفتی محمود صاحب کی خیریت در احوال معلوم ہو کر اطمینان ہوا تھا کہ اچانک حادثہ انتقال
کی خبر پہنچی دنیا بھر کے دیکھنے والوں نے غم والم کا اظہار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپکے لئے اور آپکے ادارے اور متعلقین کے لئے تو یہ صدمہ ناقابل بیان ہے ہی خود ہم جیسے
ان گنت خدام کے لئے جو کہ سارے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں بڑا صدمہ ہے یقین
رکھیے کہ عالم بھر میں لوگ آپکے غم میں شریک ہیں اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات
کو اس صدمے کو صبر و رضا کے ساتھ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں اور
اور حضرت مولانا کے چھوڑے ہوئے ادارے اور کاموں کو حضرت مرحوم کے طریقے پر
آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے الشوقیق ہو ما عبد الرزاق کا لہ مدرسین
و کارکنان خاص مدرسہ سے تعزیت مسنونہ کے بعد سلام مسنون کے بعد درخواست دعا کر دیں
والدہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ اور سلام مسنون فرما دیں

فقط والسلام
اسعد غفرلہ
۳۱ اکتوبر ۸۰ء

CABLE: "ALJAMEAH"
PHONE: PATIYA-5

Al-Jameatul Islamiah

MADRASAH ZAMIRIA QUASEMULULUM
P. O. PATIYA, DT. CHITTAGONG.
BANGLADESH.

BANKER :- JANATA BANK, PATIYA, CTG.
C/A. No. 975

بسم الله الرحمن الرحيم

بوقيا:- الجامعة

الجامعة الإسلامية

المعروفة
بالمدرسة الضميرية قاسم العلوم بفتية
جاتغام. بنغلاديش

الرقم . . . . . التاريخ ٢٦ / ٦ / ١٣٩٧ هـ

اسم البنك :- جناتابنك - فتية -
شيتاغونغ - الرقم / ٩٧٥

الى فضيلة الشيخ رئيس المدرسة العربية الاسلامية بنارس الله فى حياته
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

المحترم! قد غشى الجامعة الاسلامية فتية صغيرها وكبيرها جليلها وحقيرها بل جميع [...]ئها وذراتها سيول البث والحزن، وآثار القلق والاضطراب، لما فاجأهم نائب رئيس هيئة التدريس [...] سماحة الشيخ المفتى عبد الرحمن الموقر بنبأ وفاة العلامة الجليل الشيخ مولانا المفتى محمد يوسف [...] رحمه الله، وكيف لا وهو رزء فادح وخطب مفظع لارباب الكليات والجامعات بل لامتنا المسلمة كلها، [...] انفجرت به القلوب وكادت تتصدع الاكباد، حيث مات بموته العالم الاسلامى فغرقت سفينة العلم [...]م عن ظلال الاسلاف الجيل الناشى.

وعلاوة على ان الشيخ المرحوم كان ممتازا باخلاقه الفاضلة والمناقب الجليلة جامعا بمجامع [...]لوم والفنون العالية كلها، منفردا فى هذا القرن بمعارف القرآن ومزايا الحديث، اهدى الناس نظرا [...] خواص الاخبار ونكات التحديث، فياضا بفيوض الشيخ الشاه أنور وعلومه فى هذا العصر. وقضى حياة [...]له باعمال مشكورة فى مجال الخدمات الاسلامية والاحاديث النبوية. واضيفوا الى ذالك ما نشتم متانت [...]لة بين الشيخ وبين الجامعة الاسلامية فتية صلة قوية وقديمة، وقد شرفنا مرارا بقدومه الميمون والزيا[...] [...]اركة.

ولم يكن تقديرنا ان الشيخ يرتحل عن اهله واحبابه بهذه السرعة وبذالك كله تلقينا نبا ارتحاله [...]ناة ببالغ اسف واقصى حسرة الى ان صارت الجامعة بكل معانى الكلمة حفلة تابين على وفاة الشيخ [...]غفور، واستغرقها الاسترجاع ودعاء المغفرة ورفع الدرجات.

ولا تملك نحو ذالك الا ان نتضرع ونبتهل الى الله عز وجل بكل قلوبنا وجوارحنا خلوصا ان [...] الله خلته ويملأ فراغه ويلهم اهله وذويه الصبر والسكون، وان يغفر الله عن زلات الشيخ ويتغمده [...]راته ويسكنه بحبوحة جنانه ونبعث الى اسرة الشيخ الراحل خصوصا والى ارباب المدرسة العربية [...]حبابه عموما بازكى تعازينا واحلى التحيات.

فقط

المخلص

محمد امجد على
(توقيع)

معين رئيس الجامعة الاسلامية فتية
٢٩ ذى قعدة ١٣٩٧ هـ

حضرت مولانا شمس الحق افغانی

۱۰ اکتوبر کو راولپنڈی میں حضرت مولانا یوسف کی وفات حسرت آیات کی خبر ریڈیو کے ذریعہ سن کر سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ جل مجدہ مغفرت فرمائے اور علماء روحانیین امت کو جو صدمہ دل اللہ جل مجدہ سے ان کو ملا ہے۔ مولانا مرحوم عمر میں احقر سے دس سال چھوٹے تھے۔ لیکن شیخنا محمد انور نور اللہ مرقدہ کی صحبت اور معارف الحدیث سے جہاں تک مجھے علم ہے استفادہ میں اکثر تلامذہ سے ممتاز مقام رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم چند ایسے خصوصیات کے حامل تھے جو مجموعی حیثیت سے کسی ایک عالم میں جمع ہونا کمیاب ہے۔

۱۔ تمام علوم کے جامع ہونے کے علاوہ حدیث، فقہ، اصول الفقہ، اصول الحدیث، عربیت اور ادب عربی میں بلند مقام رکھتے تھے، جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے، جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ خصوصاً معارف السنن۔

۲۔ ترک دنیا، امانت و تقویٰ، خشیۃ اللہ آپ کی سیرت و صورت سے نمایاں تھے۔

۳۔ جدید دینی فتنوں کے انسداد اور ان فتنوں کے بانیوں کے عقائد و افکار پر نہایت معقول اور دقیق تنقید کی جس کو دیکھ کر ایک سلیم الطبع انسان ان باطل فتن دینیہ کے جدید تعبیراتی سحر کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے اور سادہ اسلامی حقائق اسکے دل و دماغ میں پیوست ہو جاتے ہیں۔

۴۔ نشر و اشاعت علوم دینیہ کے لئے آپ کا مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی ایک مثالی اور بین الاقوامی ادارہ ہے۔

۵۔ بیرونی ممالک میں آپ نے جو سفر کیے اور اسلام کی تبلیغ اور قادیانیت اور الحاد کے سلسلے میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔

۶۔ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کی حیثیت میں آپ کی عمر کی آخری کامیاب جدوجہد انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی نجات آخرت کے لئے کافی ہے ——— الغرض تفصیل معلوم کرنا ہو تو آپ کی تحریرات جس میں مستقبل کے جدید پیدا ہونے والے دینی فتنوں اور موجودہ دینی فتنوں کا علاج موجود ہے ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اعظم وغیرہ وغیرہ۔

مولانا مرحوم کی تعزیت، ایصال ثواب، ختم قرآن کریم کرنا تو بہرحال ان کا سب پر حق لازم ہے۔ لیکن ان کے جملہ تلامذہ، متوسلین اور متعلقین کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ دین کے سلسلے میں جو خدمات تحریر و تقریر یا تدریسی حضرت نے جاری کر دئیے ہیں اور ان کا صدقہ جاریہ ہے پورے اخلاص کے ساتھ ان کو قائم و دائم جاری رکھا جائے۔ یہی سب سے بڑا ایصال ثواب ہے۔ مدارس بنیں گے، تبلیغ و تدریس بھی ہوتی رہے گی۔ اور سب کچھ ہوتا رہے گا، لیکن مولانا مرحوم کی جامع الاوصاف شخصیت کا وجود کہاں سے آئے گا۔

احقر شمس الحق افغانی، ترنگ زئی ڈاکخانہ ابا خیل تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

مکتوب مدینہ طیبہ

مخدوم المشائخ بقیۃ السلف العالمین حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہ و جعل الجنۃ مثواہ کے سانحۂ ارتحال سے ہم خدام اور اکثر مشائخ مدینہ منورہ کو جو رنج و غم لاحق ہوا ہے وہ قابل بیان نہیں ہے۔ رب العزت بہتر جانتا ہے کہ جس طرح آپ یتیم ہوگئے ہیں اسی طرح ہم سب خدام اپنے روحانی والد اور سرا شفقت سرپرست کی توجہات سے محروم ہوگئے ہیں۔ اس دفعہ جب حضرت مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے تو اس ناچیز کو ان کے مجالس میں حاضری کا کافی موقعہ نصیب ہوا۔ حضرت پر اس دفعہ بہت زیادہ رقت قلبی طاری تھی۔ جب کسی مجلس میں تلاوت کلام پاک سنتے تو زار و قطار روتے۔ حضرت قدس اللہ سرہ العزیز مولوی عبدالقادر بخاری کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انتہائی شفقت فرمائی کافی دیر تک ان کی عالمانہ باتوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا۔ میں نے اجازت طلب کی تو فرمانے لگے کہ آج مجھے قاری قادر جان صاحب نے دعوت دی ہے، آپ بھی میرے ساتھ ضرور جائیں گے۔ حکم کی تعمیل کے علاوہ حضرت کے ساتھ طویل مدت رہنا اپنی سعادت سمجھ کر بیٹھ گیا۔ اور ظہر کی نماز عبدالقادر صاحب کے مکان میں پڑھ لی پھر قاری صاحب کے ہاں گاڑی میں چلے گئے۔ وہاں مشائخ و قراء جو اکثر بخاری تھے استقبال کے لئے مدرسہ کے باہر انتظار میں کھڑے تھے۔ دو لڑکوں نے یکے بعد دیگرے تلاوت کی تو حضرت مرحوم پہلے اختیار بہت زیادہ روئے اور پھر فرمانے لگے کہ تلاوت کا دور جوانی میں تھا۔ فرمایا کہ اس مدرسہ کے بالائی چھت پر کبھی کبھی تمام رات قاری قادر صاحب کی تلاوت سنتا تھا اور روحانی لذتیں حاصل ہوتیں۔ پھر قاری صاحب اپنے مدرسہ میں موجودہ کھجور کے بگو حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت نے سب حاضرین کو ایک ایک دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا کہ باقی کھجور کراچی لے جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دینی علمی، تبلیغی کارہائے نمایاں کو شرف پذیرائی عطا فرما کر ان کے حق میں باقیات الصالحات و حسنات جاریات بنا دے۔ حضرت کی وفات سے تمام عالم اسلامی کو عظیم خسارہ ہوا ہے۔

مسجد نبوی میں کئی بار خدام و تلامذہ نے بکثرت ختم قرآن مجید کرکے مرحوم کے روح پاک کو ایصال ثواب کیا ہے۔

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ثم مدنی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

درحقیقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن اکابرین سے تھے جن کی وفات پُورے عالم اسلام کے لئے ایک جانکاہ حادثہ روح فرسا تھا اور مصیبت فاجعہ ہوتی ہے۔ کون کس کی تعزیت کرے اور کس کو کون تسلی دے سب ہی کو دکھ ہے اور سب ہی یتیم ہو گئے۔ جاننے والے لوگ یہاں میری تعزیت کر رہے ہیں اور "عظم اللہ اجرک فی الشیخ العزیز" کہتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں میں آپ حضرات کی تعزیت کرتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے تسلی کی کوئی بات نہیں ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام پورا کر کے تشریف لے گئے۔ آپؐ کا کام کرنے والے بھی آپؐ کے سپرد کردہ کام کو انجام دے کر آپؐ کے پاس پہنچتے رہے ہیں اور پہنچ رہے ہیں۔ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، کہ ایک آیا اور ایک وطن حقیقی یعنی جنت میں پہنچا، چونکہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے آئے تھے اور وہ اُن کا وطن ہے اس لئے اُن کی مومن ذریت اپنے باپ کے حقیقی وطن کی وارث ہے جو موت کے پل سے گذر کر اپنے وطن کی طرف پہنچتی ہے، موت نہ ہو تو وہاں تک کیسے پہنچیں ——

"ولذلک قیل الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب"

جانے والے کے بارے میں تو غم کرنے کا کوئی موقعہ نہیں وہ تو اپنے مطلوبہ ٹھکانہ پر پہونچ گیا اور اس نے دنیاوی آفات و امراض سے خلاصی پا کر اپنے مامن و مسکن اور ماوی و منزل میں آرام کی جگہ پالی البتہ غم اپنے یتیم اور محروم ہونے کا ہے کہ اپنے ایک معمر ترین شیخ الحدیث شارح ترمذی اور بے لاگ حق گو سے محروم ہو گئے ایسی جامع صفات شخصیتیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں جو مصنف ہوں اور مدرس بھی، صاحب قلم بھی اور صاحب لسان بھی، محدث بھی اور فقیہ بھی، اکابر کے منظور نظر اور اصاغر کے معتمد علیہ، شریعت و طریقت کا سنگم، ظاہر و باطن سے آراستہ، مدبر لیڈر، سیاست سے بھرپور تعلق مگر سیاسی لوازم سے محترز، امت کے لئے دل سوزی، سب کی خیر خواہی، بادشاہوں تک کو نصیحت شجاعت اور سخاوت کا مرکز، علوم و معارف کا منبع، اپنوں اور پرایوں میں مقبول تھے

کل حرم شریف میں ختم کر کے ایصال ثواب کیا گیا۔ اپنے احباب میں جو ملتا ہے غمگین ہے لیکن بجز صبر کے چارہ ہی کیا ہے

مولانا محمود داؤد یوسف مفتی اعظم برما

دو شنبہ کو مغرب کے بعد ایک مخلص دوست نے بذریعہ فون خبر دی کہ ریڈیو پاکستان سے یہ روح فرسا خبر نشر ہوئی ہے کہ ہمارے مخدوم و محترم محدث علامہ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے بعد ۹½ بجے برما ٹائم کے مطابق ریڈیو پاکستان سے خود اس جانکاہ خبر کو سنا پھر آج صبح پونے ۸ بجے برما ٹائم کی خبر سے تدفین کی اطلاع ملی۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے میرے تعلقات ۱۹۴۴ء سے قائم ہیں ہر ملاقات پر تعلق میں اضافہ و شفقت میں ازدیاد ہوتا رہا۔ حضرت مولانا سے میری آخری ملاقات مکہ مکرمہ میں ۱۹۶۲ء میں ہوئی اس سے قبل یعنی مکہ مکرمہ حاضری سے پہلے کراچی مدرسہ عربیہ میں متعدد بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہم خدام کی بڑی تمنا تھی کہ حضرت کی رنگون تشریف آوری ہو جس سے اب ہم اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے محروم رہ گئے انشاء اللہ دار قرار میں ملاقات ہوگی۔ حضرت مولانا کا وجود گرامی امت کے لئے ایک نہایت غنیمت ہستی علم و تقویٰ کا سرمایہ عظیم تھے حق گوئی میں خصوصاً حضرت اکابر رحمہم اللہ کے خاص الخاص نمونہ تھے اپنے استاذ محترم حضرت اقدس مولانا انورشاہ قدس سرہ کے صحیح جانشین تھے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کے صحیح معنی کے عقیدت مند و مجاز تھے حضرت کی مجھ دو رافتادہ خادم و محب پر خصوصی شفقت تھی کہ ترمذی شریف کی چھ جلدیں بطور ہدیہ عطا فرمائیں پہلی جلد ختم ہو گئی تھی برادر عزیز محترم مولانا قاری سعید الرحمن صاحب کے توسط و سفارش سے اس کی کمی کو پورا فرمایا بلکہ اس جلد پر اپنے قلم مبارک سے میری حیثیت و لیاقت سے زائد القاب ہم سے پہلے محض حسن ظن کی بناء پر تحریر فرمائے ایک آدھ خط اپنے قلم سے بھی تحریر فرمایا تھا۔ واقعی میں تو ان کی وفات سے بہت ہی متاثر ہوں عجیب اتفاق ہے وصال سے دو تین روز قبل دل میں ان کا خیال آیا اور ساتھ یہ بھی کہ انشاء اللہ حضرت کی عمر طویل ہوگی۔

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات صحیح معنی میں موت العالم موت العالم کا مصداق ہے حضرت کی علمی و روحانی شخصیت بین الاقوامی حیثیت رکھتی تھی۔ اپنے پرائے سب ان کی تحقیق و تدقیق اور فنی مہارت کی داد دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی سعی سے مسئلہ ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار کیا، اسلامی مشاورتی کونسل میں ان کی جاندار شاندار آراء اسلامی دستور کے لیے سنگ میل کا وجود رکھتی ہیں، ترمذی شریف کی شرح "معارف السنن" اس دور میں شرح حدیث میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

الغرض حضرت مرحوم کے کون کون سے اوصاف حمیدہ بیان کیے جائیں، ہم جیسے خوشہ چینوں کے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں، دعا ہے کہ رب العزت حضرت مرحوم کو ان کے لائق ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔

مفتی عبدالباقی، لندن

افسوس کرم سب یتیم ہو گئے، بے سہارا ہو گئے، میرا دماغ ماؤف ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہا جائے۔ زندگی کا چین چھن گیا۔ اعضا معطل ہو گئے۔ تسلی کا دامن جب میں ہاتھ سے جاتا ہے

بے قابو ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ صحت جواب دے گئی آپ کو کیا لکھوں، دل کا بھی بھرا گیا ہوں بس انا للہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ کے ساتھ اپنے مقبول بندوں جیسا معاملہ فرمائے آمین (عبدالباقی عفی عنہ، لندن)

ڈاکٹر تقی الدین ندوی، وزارۃ العدل ابوظبی

شام کو پاکستان ریڈیو سے جانکاہ اطلاع سنی، اب تک یہ حال ہے کہ دل و دماغ معطل ہے اس عالم کی کسی چیز کو بقاء و دوام نہیں، ہر چیز کا وقت مقرر ہے مگر حضرت مولانا بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کا حادثہ جو اچانک پیش آیا اس کا اثر عالمگیر ہے، اور ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی، حادثہ ایسے نازک وقت میں جبکہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ملت زیادہ محتاج تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف علوم میں فقہ، حدیث، تفسیر، علم کلام، لغت، نحو، صرف اور اصول میں جو رسوخ عطا فرمایا تھا وہ اجتماع نہ صرف پاکستان میں بلکہ عالم اسلامی میں اپنی محدود نگاہ میں نہیں ملے گا، علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم کے حامل اور شارح تھے، اور اپنی خصوصیات میں یگانہ شان رکھتے تھے، اس علم و فضل کے ساتھ تواضع و اخلاق کریمہ کے پیکر، صاف گوئی، اعلان حق خصوصی مزاج تھا، اس ناچیز پر خصوصی ان کی شفقت تھی، اور میری درخواست پر مسجد نبوی میں جس میں ہر ماہ مبارک میں اعتکاف فرماتے تھے، تین سال پہلے جمیع کتب احادیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، اس کے بعد بھی بار بار دیار حرم میں ملاقات کے شرف سے مشرف ہونے کا موقع ملا، اور مقدر سے اس مرتبہ ہندوستان سے واپسی پر تین دن کے لیے کراچی اترنا ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت مولانا سے ملاقات اور ان کی مجالس میں جتنا ہی مقصود تھا ہر ملاقات میں ایمان میں تازگی محسوس کرتا اور کوئی نہ کوئی علمی استفادہ کا موقع ملتا تھا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا منور چہرہ اور ان کی نورانی گفتگو ایک ایک چیز یاد کر کے دل زخم سے چور ہو رہا ہے اور آپ کو اور حضرت کے خاندان کے افراد کو جس قدر رنج ہوگا اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ؎ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔"

مولانا عبیدالرحمان، انگلینڈ

حضرت کی ذات گرامی ایک مسلم شخصیت تھی مخالف و موافق سب حضرت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے علمی میدان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں حضرت کی مفارقت سے طبقہ علماء کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور ہم سب یتیم ہو گئے ہیں لیکن موت ایک اٹل قانون ہے جس سے کسی بھی ذی روح کو خلاصی نہیں ہے۔ (عبیدالرحمن)

زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قریشی ایم اے

عالم اسلام کے نامور عالم حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب کی وفات کی خبر سن کر بے حد رنج ہوا۔ وہ ملت کی آبرو تھے اور ان کے رخصت ہونے سے ہماری صفوں میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے آسانی سے پر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد اور صحیح معنوں میں جانشین تھے۔ علم و فضل کا بحر بیکراں تھے مجھے ان کی خدمت میں نیاز مندی کا شرف حاصل تھا، بارہا ان کے لطف و کرم سے سرفراز ہوا۔ انہوں نے اپنے دولت کدے پر دعوت بھی کی اور انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے کام و دہن کی تواضع کی وہ علم طب کے بڑے ماہر تھے اور ان کے دست شفا سے سینکڑوں مریض فیضیاب ہوئے۔ بڑے عالی ظرف اور کشادہ دل انسان تھے اور ان کی قیادت پر مختلف لوگوں کو اعتماد تھا ان کے رخصت ہونے سے ایک ایسا مسلمان ہماری صفوں سے چلا گیا ہے جس کو دیکھنے کے لیے ہماری آنکھیں ہمیشہ ترسا کریں گی۔ اور جن کی شیریں آواز سننے کے لیے ہمارے کان منتظر رہیں گے۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد (پاکستان)

جناب مولانا مرحوم دنیائے اسلام کے ایک بلند پایہ محقق اور جید عالم ہی نہیں بلکہ ایک خوب سیرت درویش خو اور آہنی عزم کے مجاہد اسلام بھی تھے۔ انہی کی وجہ سے آج قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ مرحوم کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی، جس نے انہیں بلندی کردار اور فکر کی پختگی اور تابندگی بخشی تھی۔

حال ہی میں ہمارے ادارے کا ان سے ایک سرکاری تعلق پیدا ہو گیا تھا اور ———— ہم توقع کر رہے تھے کہ ہم ان کے علم و عرفان سے متمتع ہوں گے۔ افسوس قدرت نے فرصت نہیں دی اور ہمیں ان کے علم و دانش سے فیض یاب ہونے کا موقع نصیب نہ ہو سکا لیکن مرحوم نے علم و عمل کے میدان میں جو درخشندہ نقوش چھوڑے ہیں اور عشق رسول کی جو جوت جگائی ہے اس کی وجہ سے ہمارا ادارہ ہی نہیں پورا پاکستان ان کا ہمیشہ ممنون رہے گا۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ آپ ان کی شمع کو روشن رکھیں گے اور ان کے مشن کو آگے بڑھائیں گے۔

مولانا رشید الدین ڈھاکہ

آج کے دن جمعرات کو حافظ عطاء الرحمن بلال کہہ رہا کہ حضرت شیخ الحدیث بنوری صاحب رحلت کر چکے ہیں تو اعتبار نہیں ہوا پھر سنی سنائی کے آدمی سے معلوم ہوا خبر ٹھیک ہے ہاں حضرت دار الفناء سے دار البقا چل بسے۔ خبر سے ابتدائی مدرسہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جاتا ہے "موت العالم موت العالم" حضرت تھے اس بات کے صحیح مصداق اور حضرت تھے شاہ انور کے علمی یادگار اور جانشین، ہم جیسے جاہل حضرت کے احسانات کیا جانے اور کیا کہے ہاں حضرت تھے مدرسہ اسلامیہ نیوٹاؤن کے اصل اصول اور اعظم ستون۔ موت ایسی چیز کسی کو رہائی نہیں۔ وقت آیا لبیک کہنا پڑا۔ اللہ حضرت کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اپنا قرب خاص عطا فرماویں۔ انکے فیض سے تمام دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو اسلام کے سیرت وصورت میں رکھے خصوصاً حضرت کے اپنے ہاتھ سے لگایا ہوا باغ (مدرسہ) کو تاقیامت تروتازہ رکھے اور مزید ترقی دے اور جمیع آفات سے محفوظ رکھے

حضرت مولانا قاضی سجاد حسین دہلی

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر سب سے پہلے دہلی میں میں نے ہی سنی۔ سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ فوراً اخبار الجمعیۃ میں اہتمام سے خبر کو شائع کرایا اور اگلے روز مدرسہ فتحپوری میں قرآن خوانی کرائی اور اب مدارس عربیہ میں ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ مولانا کی وفات کی تعزیت آپ سے کر رہی ہے۔ ہم اس قابل ہیں کہ ہماری تعزیت کی جائے حقیقت یہ ہے کہ ان کی اس دور میں ہم سے جدائی ناقابل تلافی نقصان ہے خدا ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ میری طرف سے جملہ عزیزوں کی خدمت میں سلام عرض کر دیجئے۔

محمد اقبال غلجی جدہ

بھائی فیروز احمد شمسی صاحب نے اسی روز صبح بذریعہ ٹیلی فون جدہ میں مجھے اطلاع کر دی تھی۔ یقین نہیں آتا کہ حضرت مولانا صاحب ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اپنے اصلی گھر جنت الفردوس کو تشریف لے گئے ہیں۔ ابھی تو انکی بہت ضرورت تھی مگر اس سلسلے میں بار بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خطبہ سامنے آتا رہا۔ جو انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت پڑھا تھا۔

میں انشاء اللہ اس سال حج حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کروں گا۔ اللہ پاک اس ہدیہ کے صدقے میں ہم سب کی مغفرت فرماویں آمین۔ خدا کرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیں قیامت میں پہچان لیں۔ ان کے درجات تو انشاء اللہ بہت ہی عالی ہیں۔

کیا لکھوں کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اللہ پاک آپ کے صدقے ہم سب پر کرم کریں۔

جناب محمد احمد قمر صاحب سعودی عرب

جس غم واندوہ کے عالم میں حضرت والا کے وفات کی خبر مکہ مکرمہ میں سنی گئی وہ بیان سے باہر ہے ہر شخص اور ہر متعلق غم سے نڈھال تھا یکے بعد دیگرے لوگ میرے پاس تعزیت کر رہے تھے جوں جوں یہ سلسلہ بڑھتا میرے حواس اڑتے جاتے قاری سلیمان صاحب کی خبر پر سکتہ سا پڑ گیا اور شدت غم سے کچھ فیصلہ نہ کر سکا سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہوں ٹیلیفون پر رابطہ قائم نہ ہو سکا دوسرے روز صبح اخبار میں تفصیلات پڑھیں تو غم کی انتہا نہ رہی حضرت شیخ ہمارے شیخ و مربی اور مرشد ہی نہیں بلکہ روحانی باپ تھے ان کی پدرانہ شفقتیں ایک ایک کر کے سامنے آنے لگیں اور غم واندوہ میں مزید اضافہ کرنے لگیں جو ایک فطری چیز ہے۔ رابطہ کے امین عام اور الامین المساعد شیخ صفوت دونوں کی جانب سے ٹیلی گرام دیئے گئے ہیں، کئی متعلقین نے اس صدمہ پر تعزیت کا اظہار کیا ہے تمام بنام میں انہیں لکھ نہیں سکتا۔

شعبۂ عربی جامعہ کراچی

علامہ مرحوم ملک کے مایہ ناز عالم، محدث، محقق اور عربی کے بلند پایہ ادیب تھے۔ آپ کی وفات بمصداق موت العالم موت العالم، صرف ایک عالم کی موت نہیں بلکہ عالم اسلام کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

مرحوم کا عربی کے ایک ادیب ہونے کے ناطے شعبہ عربی سے گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ مختلف حیثیتوں سے اس شعبے سے متعلق رہے ہیں۔ اس شعبہ میں ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔

(ڈاکٹر جمیل احمد، صدر شعبہ عربی جامعہ کراچی)

جمعیۃ علماء آزاد کشمیر

آج یہ خبر بڑے صدمہ و اندوہ کے ساتھ سنی گئی کہ جانشین علامہ انور کشمیری، شارح ترمذی، [illegible] حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری مہتمم مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی، رکن اسلامی نظریاتی کونسل کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت بنوری کی وفات درحقیقت ایک بے مثال محدث، فقیہ عصر، علامہ انور کشمیری کے علوم بلکہ تمام دینی علوم و فنون کی موت ہے۔ ([illegible])

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد

حضرت موصوف نے اشاعت اسلام کے لیے برصغیر میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہم سب کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ اسلامی کونسل میں ایک اہم رکن کی حیثیت سے ان سے مسلمانوں کو جو توقعات وابستہ تھیں، اور مولانا بنوری کی ذات گرامی کی وجہ سے اس ادارہ پر جو اعتماد کیا جاتا تھا ان کے وصال کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمادیں آمین

(صاحبزادہ عبد الباری)

مدرسہ عربیہ خیر المدارس، ملتان

حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات سے نہایت ہی مدبر اور مخلص تجربہ کار ملک، اور قوم، بلکہ عالم اسلام ایک عظیم روحانی پیشوا، صاحب علم و عمل، مہربان و مشفق بزرگ اور شفقت کا صدور رکھنے والے راہنما اور مربی سے محروم ہو گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سوگوار خاندان، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ ملک بھر کے دینی ادارے اور مدارس عربیہ اس ناقابل تلافی صدمہ و صدمے پر ہمدردی اور تعزیت کے لائق ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں دنیائے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف پاکستان کے ایک عظیم اور جید عالم تھے بلکہ عرب ممالک میں بھی آپ کے علمی تبحر، تفقہ اور تقویٰ کی وجہ سے بڑا احترام تھا۔ اسی وجہ سے متعدد بار عرب اور افریقی ممالک کی مختلف دینی تنظیموں کی دعوت پر ان ممالک کا دورہ بھی کیا۔

آپ زندگی بھر دین کی اشاعت میں منہمک رہے۔ نیو ٹاؤن کراچی کا عظیم دینی ادارہ اور ترمذی شریف کی شرح "معارف السنن" آپ کی دینی خدمات کا کھلا مظہر ہیں۔ اور آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کی قیادت میں مسئلہ ختم نبوت حل ہوا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اب آپ اسلامی آئین اور شرعی قوانین کی ترتیب و تدوین میں عملی طور پر مصروف رہے تھے کہ اسی کوشش میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔

(احقر محمد شریف جالندھری)

مدرسہ عربیہ مطلع العلوم۔ کوئٹہ

شیخ الاسلام، محقق عصر، عارف باللہ، محدث جلیل، حضرت العلامہ السید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ بالآخر حیات مستعار کو الوداع کہہ کر عالم بقاء کی طرف منتقل ہو گئے۔ اس طرح نہ صرف اپنے ہزاروں تلامذہ، بے شمار عقیدت مندوں اور لاتعداد مستفیدین کو سوگوار چھوڑا، بلکہ پاک و ہند کے تمام دینی و علمی حلقوں کو مضطرب و پریشان حال کر دیا۔ بلاشبہ آپ کی رحلت سے عالم اسلام ایک جامع الصفات ہستی، عدیم النظیر محقق، بلند پایہ محدث اور نابغہ روزگار شخصیت سے محروم ہو گیا۔ موجودہ دور میں موت العالِم موت العالَم کا صحیح مصداق حضرت علامہؒ کا انتقال پُر ملال ہے۔ آپ کے فیوضات سے پورا عالم اسلام فیض یاب ہو رہا تھا۔ تقریباً تمام عمر تصنیف و تالیف، درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت دین، تقریر و خطابت، تردید فرق باطلہ، الحاد و دہریت کی بیخ کنی، قادیانیت کے استیصال، تجدد و اباحیت کی سرکوبی اور خلق خدا کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دینے میں مصروف رہے، ہر میدان میں ہر طریقہ سے دینی خدمت کی انجام دہی کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور ساری عمر اسی عظیم مقصد کے لیے جدوجہد میں گزار دی۔ لکھنے والے آپ کی حیات کے ہر ہر گوشے پر خامہ فرسائی کرتے رہیں گے۔ اور آپ کے ہر ہر کارنامے کو اجاگر کرتے رہیں گے۔ مگر اب ہماری نگاہیں اس دنیا میں آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گی۔ آپ کی یاد قلوب کو تڑپاتی رہے گی۔

حضرت علامہؒ کا وصال فرد واحد کی موت نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی رحلت پوری ملت اسلامیہ کے لیے باعث نقصان عظیم اور ناقابل تلافی خسران ہے۔

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

کل حضرت مولانا رحمہ اللہ کی وفات کی اچانک خبر بجلی بن کر گری ان کی وفات کا صدمہ فقط آپ کے ہی لیے نہیں بلکہ امت مسلمہ کے لیے ہے اور ہم سب کے لیے یکساں ہے۔ ...

مولانا تاج محمود

گلدستۂ عقیدت

مولانا بنوری، غزالی اور رازی کے قافلے سے بچھڑے ہوئے انسان تھے

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جامع صفات شخصیت کے مالک تھے۔ خیر القرون کو چھوڑ کر سرور کائنات خاتم النبیین کی امت کے منتخب اور نابغۂ روزگار لوگوں کی جو فہرست بن سکتی ہے وہ اس میں شامل تھے۔ وہ علم کا خزانہ، عرفان کا دریا اور استقامت کا پہاڑ تھے انہوں نے پوری زندگی علوم دینیہ کی تعلیم، تدریس اور تبلیغ میں گزار دی۔ حق تعالیٰ نے ان سے حفاظت اور اشاعت اسلام کا عظیم کام لیا۔ ان کی دینی اور علمی خدمات کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہ مختصر فرصت ان کے مقام و مرتبت اور ان کی علمی اور عملی خدمات کی تفصیلات کے تذکرے کی متحمل نہیں ہے۔

مولانا بنوری کے علمی مقام و منزلت کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ وہ محدث جلیل علامۂ دوراں سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے شاگرد آج دنیا میں موجود ہیں ان سب کو اس بات سے اتفاق ہے کہ مولانا بنوری سید انور شاہ کا صحیح عکس اور ان کی پوری تصویر تھے۔

مولانا کی متعدد علمی تصانیف ہیں۔ لیکن ان میں سرفہرست جس تصنیف کا عرب اور عجم ہر جگہ غلغلہ بلند ہو رہا ہے وہ حدیث کی کتاب ترمذی شریف کی شرح "معارف السنن" ہے جسے مولانا بنوری نے اپنے استاد حضرت انور شاہ کشمیری کے مقدس اور منتظر افکار قرار دیا ہے۔ ان چھ جلدوں میں لکھے ہوئے نادرۂ روزگار بلند پایہ علمی اور دینی سرمایہ سے آج جامعہ ازہر اور دنیا کی دوسری بڑی بڑی علمی درسگاہوں میں پڑھنے والے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ان کا قائم کردہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن جسے دیکھ کر لندن، واشنگٹن یا ماسکو کی کسی یونیورسٹی کا گمان ہوتا ہے۔ ہمارے تمام دینی مدارس میں قابل فخر طور پر خدمات سرانجام دے رہا ہے یہ ادارہ مولانا نے صدقہ جاریہ چھوڑا ہے جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان کے لئے بلندی درجات کا ذریعہ بنا رہے گا۔ ملک کے بے شمار دینی ادارے جو حضرت کے تعاون اور ان کی سرپرستی میں قال اللہ اور قال الرسول کے امین تھے وہ سب مولانا کی یادگار، نمونے نقوش ہیں۔ ان کے ہزاروں نہیں لاکھوں شاگرد جو نہ صرف برصغیر میں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور دین مصطفیٰ کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ سب ان کا توشۂ آخرت ہیں۔ مولانا نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی مصروفیات میں گزارا۔ ہم لوگ جو خارزار سیاست کے مسافر تھے ہمارا ان سے کوئی زیادہ واسطہ نہیں رہا تھا۔ لیکن مولانا مرحوم کے ساتھ دو وجہ سے ایک غائبانہ تعلق موجود تھا۔

۱۔ ہم لوگ جبل ریاض ... امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانوں اور پروانوں کی جماعت تھے۔ شاہ صاحب کو حق تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کا مضبوط جسم، قابل رشک صحت، پیغمبرانہ وجاہت، ساحرانہ آواز، مجاہدانہ عادات اور بے مثال حافظہ اور غالباً یہ تمام اوصاف انہیں خطابت کے لئے ودیعت کئے گئے تھے۔ گزشتہ پورے سو سال میں ان جیسا خطیب پورے ایشیا میں پیدا نہیں ہوا۔ اور ان کی یہ مایہ ناز خوبی یعنی خطابت درحقیقت انہیں عشق رسول کے لئے عطا ہوئی تھی۔ وہ علامہ اقبال کے بقول ع در دل مسلم مقام مصطفیٰ کی سچی تصویر بن گئے تھے۔

لاہور کے ایک بہت بڑے جلسے میں جس میں برصغیر کے تمام بڑے بڑے علمائے کرام شریک تھے۔ یہ مداح رسول اور جبل بستان رسول تقریر کر رہے تھے صدارت کی کرسی پر علامۂ عصر محدث جلیل حضرت استاذ العلماء حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری تشریف فرما تھے۔ شاہ جی نے تقریر کرتے ہوئے فرنگی کی اسلام دشمنی بیان کی۔ اسلام کے خلاف اس کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ مرزائیت کے فتنۂ عیار کا پردہ چاک کیا۔ پھر آقائے دو جہاں شہنشاہ لولاک کی شان رسالت بیان کی۔ رات کا وقت، مدح رسول کا تذکرہ، اور جبل ریاض رسول کی سوز و ترنم سے معمور آواز، علامہ انور شاہ اٹھے اور شاہ جی کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بیعت کر لی اور اپنے آپ کو حفاظت و اشاعت اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں شاہ جی کا سپاہی قرار دیا۔

شاہ جی حضرت علامہ کے مقام و مرتبت سے آگاہ تھے فوراً فرمایا حضرت میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے ہاتھ پر یہ عہد کیا ہے کہ پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کی حفاظت کرتا رہوں گا اور نبی کے دشمنوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر لڑتا رہوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ بھی شاہ جی کے توسط سے علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا استاد، مرشد، رہنما اور سرپرست سمجھتے ہیں۔ پھر علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت پر مدلل ترین کتابیں لکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت امت کو بتائی اور آج ہر عالم دین ہے ختم نبوت کے سلسلہ میں علمی اور تبلیغی کام کرنے کے لئے حضرت شاہ صاحب کا وہ علمی خزانہ مشعل راہ کا کام دے رہا ہے۔

علامہ اقبال کو اسلام اور عشق رسولؐ سے متاثر شاعری کی وجہ سے جو مقبولیت نصیب ہوئی وہ آج دنیا کے سامنے ہے۔ علامہ اقبال کے خلاف کچھ بیان ہوا
مرزا غلام احمد کے اس ہتھکنڈے کی تحقیق کی تھی جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ... بنا کر پیش کیا ہوا تھا لیکن وہ تو مرزا صاحب کے وہم
تھے۔ خود علامہ اقبال نے بھی مرزا غلام احمد ... حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور ان سے ختم نبوت کے عقیدہ کے متعلق سوالات دریافت کئے ... پھر
رنگ۔ یہی تھا جسے علامہ اقبال بہت جلد سمجھ گئے۔ تاہم وہ علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ... حضرت شاہ صاحب نے علامہ اقبال کے سوالات کے جواب میں
دیو بندی ہوئی تھی اس میں شریک ایک چشم دید گواہ، لاہور کے مشہور بزرگ، ... امیر الدین اب بھی بقید حیات موجود ہیں۔
ایک مفصل تقریر کی تھی۔ علامہ اقبال تقریر کے دوران شاہ صاحب کے سامنے دو زانو ہو گئے اور ادب سے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

یہی مولانا مولوی رومی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شعر

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

اسی طرح علامہ اقبال بھی عشق رسولؐ کی چنگاری اور اسلام کی وہ لگن جس نے علامہ مرحوم کو مفکر اسلام اور حکیم الامت کا منصب عطا فرمایا، علامہ سید انور شاہ کشمیری کی صحبت سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر علامہ مرحوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ بات طویل ہو جائے گی علامہ اقبال مرحوم کی کوششوں سے آخر یہ فیصلہ بھی ہو گیا تھا کہ شاہ صاحب کو بادشاہی مسجد کے خطیب کے طور پر لاہور لایا جائے۔ پہلے شاہ صاحب نہیں مانتے تھے اور برصغیر کی اس عظیم درسگاہ دیوبند کا تعلق چھوڑنا نہیں مانتے تھے، بالآخر علامہ اقبال کے اصرار پر لاہور آنے کا فیصلہ فرما لیا تھا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ان کا وصال ہو گیا اور اس طرح علامہ اقبال کی شاہ صاحب کے متعلق یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ حضرت امیر شریعت اور علامہ اقبال کے تعلق محبت اور نسبت سے ہی حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے انس تھا انہیں عشق ہے اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عجیب شاگرد تھے جن دنوں ملتان میں وفاق المدارس کی میٹنگ تھی۔ تمام علمائے کرام کا اجتماع تھا اس اجتماع میں حضرت بنوری بھی شریک تھے جسے ... کہ حضرت بنوری امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملاقات کے لئے ان کے گھر پر آئے جو ان دنوں بیمار اور صاحب فراش تھے۔ شاہ جی کو حضرت بنوری کی آمد کا علم ہوا تو چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گئے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد شاہ جی نے حضرت بنوری کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان لے کر آپ کے چہرے کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ مولانا بنوری کہتے ہیں کہ شاہ جی بیمار تھے بصارت کمزور ہو گئی تھی مجھے پہچان نہیں سکے۔ اس لئے اس طرح مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فرمایا بنوری ہوں۔ شاہ جی نے زور سے کہا نہیں۔ مولانا بنوری نے سمجھا شاہ جی کی سماعت بھی کمزور ہے شاید میرا نام سن نہیں سکے تو زور سے فرمایا یوسف بنوری ہوں۔ شاہ جی نے اس سے بھی بلند آواز سے فرمایا نہیں نہیں۔ سید انور شاہ کشمیری کا چہرہ۔ اور یہ فرما کر پھر آپ کو گلے لگا لیا اور آپ سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار فرمایا۔

یہی وجہ تھی کہ جب مجلس تحفظ ختم نبوت کے صف اول کے رہنما شاہ جیؒ، قاضی صاحبؒ، مولانا محمد علیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ دنیا سے رخصت ہو گئے تو علامہ سید انور شاہ کشمیری کی جماعت الامانت جانشین بنوری کے سپرد کر دی گئی اور حضرت بنوری نے اپنے استاد کے ورثہ کو سنبھال لیا اور اس امانت کے امین رہے اور جو تحریک علامہ انور شاہ کشمیری نے شروع کی تھی اسے اپنی قیادت میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ حضرت مولانا بنوری تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہماری جماعت کے امیر منتخب کئے گئے تھے اس وقت ہمیں ہرگز معلوم نہ تھا کہ چند دنوں کے بعد مرزائیت کے خلاف تحریک اٹھ کھڑی ہو گی۔ اور مولانا کو اس کی قیادت کے لئے تکوینی طور پر کوئی ڈیوٹی سپرد کی گئی ہے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ خدائی نظام کے تحت مردے از غیب بروں آید و کارے بکند مولانا آئے نہیں بھیجے گئے تھے اور انہوں نے تحریک کے آغاز ہی میں یہ فرما دیا تھا کہ اخلاص سے کام کرتے جاؤ انشاء اللہ مرزائیت اپنے انجام کو پہنچنے والی ہے۔ جس طرح حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کے قافلے کا بچھڑا ہوا ایک انسان ہے مولانا کے علم و فضل کے متعلق صاحب علم لوگوں کا خیال ہے کہ وہ رازی اور غزالی کے قافلے کا بچھڑا ہوا مسافر تھا۔ دیانت، اخلاص، روحانیت، عشق الٰہی اور عشق رسولؐ کے اعتبار سے وہ بہت بلند پایہ عارف باللہ تھے۔ اتباع رسول کا حد درجہ خیال رکھتے۔ جماعت کا امیر منتخب ہونے کے بعد وہ پہلی دفعہ جب ہمارے مرکزی دفتر ملتان میں تشریف لائے تو آتے ہی ہمارے مرکزی رہنما مولانا محمد شریف جالندھری سے فرمایا کہ آپ نے کام سنت نبویؐ سے ہٹ کر کیا ہوا ہے۔ سردار امیر عالم خان مقامی، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا غلام محمد بہاولپوری، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا منظور احمد شاہ صاحب اور دفتر کے تمام عملے نے حیرت سے دریافت کیا حضرت کیسے؟ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کے لئے کام کرنا شروع کیا تھا تو سب سے پہلے مسجد بنائی تھی۔ اور اسی مسجد کو بنیاد بنا کر کام شروع فرمایا تھا۔ آپ لوگوں نے ... کرایہ پر ... کر کے دفتر تو بنا لیا۔ اس میں اتنا بڑا کتب خانہ بھی جمع کر لیا۔ مبلغین کے آرام کرنے مطالعہ کرنے کے کمرے بھی بنائے اوپر کی منزل میں مطبخ بھی بنایا۔ لیکن آپ کے ہاں مسجد نہیں ہے ایک ایسا دفتر بنائیں جس کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد بھی ہو۔ کچھ دنوں بعد جب تحریک ختم نبوت شروع ہو گئی تو اسلام آباد کی ایک میٹنگ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مجلس عمل کے لئے فنڈز کا انتظام کس طرح کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ رسید بکیں چھاپی جائیں اور ملک بھر سے مرکزی مجلس عمل کے لئے الگ چندہ جمع کیا جائے۔ ایک تجویز یہ آئی کہ پانچ پانچ ہزار روپیہ ہر شریک جماعت ابتدائی طور پر دے پھر اگر مزید ضرورت ہوئی تو پھر جماعتوں سے درخواست کی جائے گی۔ مولانا نے ہم سے مشورہ کیا۔ سردار امیر عالم خان مقامی، مولانا محمد شریف جالندھری اور راقم الحروف تاج محمود اس اجلاس میں حضرت کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تحریک کے لئے کوئی چندہ نہ کیا جائے۔ مقامی مجالس اپنے مقامی اخراجات کے لئے خود ذمہ دار قرار دے دی جائیں اور مرکزی مجلس عمل اور مرکزی تحریک کے تمام اخراجات ہم اپنے ذمہ لے لیں۔ ہم نے اس کی مخالفت کی اور عرض کیا کہ ۱۹۵۳ء کی

تحریک کے دوران تحریک کے چندہ کے سلسلہ میں لاہور میں جو کچھ ہوا اور دوسرے شہروں میں جو بھی گل کھلائے گئے وہ ہمارے سامنے ہیں۔ تحریکوں میں ایسے لوگ بھی آ جاتے ہیں جو آپ کو کپڑوں جیسے لگ جائیں گے۔ پھر مجلس عمل میں شریک جماعتوں میں جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث، مسلم لیگ تینوں پیسوں والی جماعتیں ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت بھی حصہ ڈال دے تو بے گزارہ ہو جائے گا۔ خلاف کے لئے سارے اخراجات کی ذمہ داری اپنے سر نہ لیں۔ پھر میں نے یہ عرض کیا کہ اس وقت اگر مجلس کے پاس کچھ پیسے جمع ہیں تو یہ وہ پیسے ہیں جو مولانا محمد علی نے در بدر پھر کر بڑی محنت سے جماعت کو سرمایہ اور اس کی بنیاد بنائی تھی مرحوم کا خیال تھا کہ مرزائیت کا مقابلہ مضبوط فنڈ کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فنڈ اگر تحریک میں صرف ہو گیا مرکزی اور ضلعی مبلغوں کے سالانہ اخراجات کا کیا ہو گا ملک بھر کے دفاتر اور اس کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مولانا نے میری گزارشات اور دلائل غور سے سنے اور جواباً فرمایا کہ سیاسی اور دینی جماعتیں جو یہاں جمع ہوئی ہیں ان کے اپنے اپنے دستور اور منشور ہیں۔ انہوں نے جو فنڈ جمع کئے ہوئے ہیں وہ ان جماعتوں کے اپنے منشور اور مقاصد کے لئے ہیں۔ ان کے برعکس ہماری جماعت کا دستور اور منشور ہی تحفظ عقیدہ ختم نبوت ہے اور یہ تحریک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہے۔ اب جو روپیہ لوگوں نے ہمیں راہ خدا اسی مقصد کے لئے دیا ہوا ہے حق یہ ہے کہ اس پیسے کو اس تحریک پر خرچ ہونا چاہیئے۔ دوسری کسی سیاسی یا مذہبی جماعت نے ختم نبوت کے لئے فنڈ فراہم نہیں کیا ہوا۔ مولانا کی اس وزنی اور معقول دلیل کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اتنا عرض کیا کہ حضرت بات آپ نے ٹھیک فرمائی ہے ایسا ہی کر لیا جائے جیسا آپ فرماتے ہیں لیکن مجلس کے نظم و نسق اور ضروری اخراجات کا کیا ہو گا۔ اور ابھی تو آپ مجلس کے لئے عظیم جامع مسجد اور دفتر بنانے کا بھی عزم رکھتے ہیں کہ وہ بھی نیا تعمیر ہونا چاہیئے۔ مولانا کی آنکھوں میں ایک نورانی چمک پیدا ہوئی۔ مجھے شفقت سے تھپکی دی اور فرمایا مولانا میرا ہاتھ اللہ کے خزانوں میں ہے آپ اس روپے کو راہ خدا خرچ کر دیں۔ میرا اللہ مجھے آپ کی دینی ضرورتوں کے لئے پیسہ بھیجے گا۔ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں اور کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ ہم نے اس کے بعد مجلس میں اعلان کر دیا کہ ملک بھر میں کوئی شخص مرکزی مجلس عاملہ اور مرکزی تحریک کے لئے چندہ نہیں کرے گا۔ مرکزی مجلس عمل اور مرکزی تحریک کے تمام اخراجات مجلس تحفظ ختم نبوت ادا کرے گی۔ البتہ مقامی مجالس اپنی جائز ضرورتوں کے لئے مقامی طور پر ذمہ دار ہوں گی اور وہ اس کے لئے انتظام کریں گی۔ مولانا کے حکم کے مطابق مولانا محمد شریف جالندھری اور سردار میر عالم خان لغاری کے توسط سے جماعت کے بیت المال سے مرکزی تحریک ختم نبوت اور "ملت اسلامیہ کا موقف" کی طباعت و اشاعت پر اسی ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد شریف جالندھری کی خدمات سنہری حروف سے لکھی جائیں گی جو دن کو مختلف شہروں میں تنظیمی اجتماعات میں شریک ہوتے اور رات بھر بسوں میں سفر کر کے دوسری جگہ پہنچ جاتے۔

سید مظفر علی شمسی نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ مولانا بنوری کا مقام تو بہت بلند ہے مولانا محمد شریف جالندھری بھی قرون اولیٰ کے مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ رات ہم سب کے لئے ہوائی جہاز کے سفر کا انتظام کیا۔ رات ۱۰ بجے مجھے ہمارے پورے قافلے کے لئے ہوائی جہاز کے ٹکٹ دیئے تاکہ ہم لوگ راولپنڈی میں بلائی گئی ہنگامی میٹنگ میں پہنچ سکیں۔ لیکن جب ہم صبح راولپنڈی ایئرپورٹ پر اترے تو مولانا خود ہمیں ایئرپورٹ پر لینے کے لئے بھی آئے ہوئے تھے۔ ہم حیران ہوئے کہ بھائی درمیان میں کوئی جہاز تو تھا ہی نہیں آپ کس فلائٹ کے ذریعے آ گئے۔ مولانا نے اپنا گرد آلود چہرہ رومال سے صاف کرتے ہوئے فرمایا میں بس سے ابھی پنڈی پہنچا ہوں اور آپ کو لینے کے لئے حاضر ہو گیا ہوں تاکہ آپ کو پنڈی اپنی رہائش گاہ تک پہنچنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

تحریک میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی بخشی۔ مجلس کا بیت المال خالی ہو چکا تھا ہماری میٹنگ ہوئی ہم نے مجلس کے سارے فنڈ ختم ہو جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔ مولانا نے فرمایا کراچی آئیے۔ مولانا محمد شریف جالندھری کراچی تشریف لے گئے۔ مولانا مرحوم نے نہ صرف تحریک میں خرچ ہونے والے روپیہ کا انتظام کر دیا بلکہ پچاس ہزار روپیہ مزید بھی عنایت فرمایا۔ سردار میر عالم خان لغاری اور مولانا محمد شریف جالندھری کو تاکید کی یہ روپیہ جماعت کے نظم و نسق اور تبلیغ دین کے کام کو وسیع کرنے کے لئے اخلاص اور محنت سے خرچ کیا جائے۔ کچھ دنوں بعد مولانا نے فرمایا کہ ملتان میں مرکزی دفتر اور عظیم الشان مسجد کی تعمیر کے لئے اللہ نے ۳۰ لاکھ روپے کا انتظام فرما دیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ عمارت نقشے کے مطابق کسی نیک اور دیانت دار ٹھیکیدار سے بنوائی جائے۔ مولانا کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس بلڈنگ کا ٹھیکہ دینے کے لئے اخبارات میں ٹینڈر کال کئے گئے۔ ایک نیک سیرت چیف انجینئر جناب اختر قریشی کے مشوروں کے مطابق اس ساری بلڈنگ کا ٹھیکہ دیا گیا۔ ملتان کی اس عظیم بلڈنگ اور اسی طرح ربوہ کی جامع مسجد ختم نبوت کا نقشہ مع مکمل تفصیلات کے کراچی کے مشہور اور معروف آرکیٹیکٹ جناب کرنل حسین عامر نے فی سبیل اللہ نیک جذبہ بڑی محنت اور محبت سے تیار کرایا۔

مولانا نے اپنی حیات ہی میں دفتر مرکزیہ ملتان اور مسجد ختم نبوت کی تعمیر کا کام ایک کمیٹی کے سپرد کر دیا تھا جس میں سردار میر عالم خان لغاری، مولانا محمد شریف جالندھری اور کرنل حسین عامر شامل تھے۔ لاہور کے ایک نیک سیرت نیک شہرت ٹھیکیدار جو تحریک ختم نبوت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں سید شبیر شاہ صاحب کو ٹھیکہ دیا گیا وہ مسجد اور دفتر اب مکمل ہونے کے قریب ہے۔ افسوس حضرت مولانا کو موت نے فرصت نہ دی کہ وہ اس نقشے کو مکمل دیکھتے اور اس کا افتتاح اپنی دعا سے کرتے۔

اسلام آباد کا دفتر کرایہ کا تھا اسے خرید لینے کا حکم دیا وہ ایک لاکھ روپے میں خرید لیا گیا۔ اب ان کا ارادہ یہ تھا کہ چناب نگر ربوہ میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر ہو۔ اس کے ساتھ ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی جائے اور مسجد کے ساتھ علوم دینیہ کا ایک عظیم الشان دار العلوم بنایا جائے۔ مسجد و دفاتر لائبریری اور دار العلوم کو آباد کیا جائے۔ اس مسجد کا بہت بلند اور خوبصورت مینار ہو تاکہ وہاں سے گزرنے والے مسلمانوں کو خوشی ہو اور انہیں ختم نبوت کے منارہ کی وجہ سے جو صدمہ پہنچا ہوا ہے اس کی تلافی ہو۔ اس کے علاوہ مولانا کا ارشاد تھا کہ اس مسجد اور لائبریری اور دار العلوم میں ایک کام یہ بھی کیا جائے کہ اسلام سے بھٹک کر مرزائیت کی گود میں گئے ہوئے لوگ دوبارہ حضور کے دامن رحمت میں واپس آ سکیں۔

انجینئر کے نقشہ کے مطابق ربوہ اور دریائے چناب کے درمیان بننے والی نئی کالونی میں ہم نے ۷ کنال رقبہ حاصل کر لیا تھا۔ مسجد کے سنگ بنیاد کے لئے تیاریاں تھیں کہ مولانا کو اللہ کی

دور سے پالیا گیا۔ اور اب یہ ذمہ داری مولانا کے جانشین حضرت مولانا خان محمد مدظلہ اور جماعت کے [illegible] کو [illegible] آگئی ہے۔

ربوہ کی اسکیم کو عمل کرنے کے بعد مولانا کا ارادہ تھا کہ اسلام آباد میں ایک وسیع و عریض قطعہ زمین لیا جائے اور اس پر [illegible] [illegible] جائے اور اس وقت [illegible] بنا دیا جائے [illegible] اور [illegible] کو وحدت [illegible] اسلام اور اشاعت اسلام کی بنیاد پر [illegible] جو مر بیٹھنے کی فکر کی جائے تاکہ یہ ملک اسلام کا گہوارہ بنے اور یہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حکومت قائم ہو اور اس کے لئے ہم لوگ [illegible] ثابت ہوں۔ اپنی موجودہ حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل میں لے لیا تھا ان کو نظریاتی کونسل میں آجانا وہ [illegible] کی دلیل سمجھا گیا۔

۱۔ یہ کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اب پاکستان میں اسلام کا عملی نفاذ ہوگا۔ اور اس ملک میں گزشتہ تیس سال سے [illegible] لیڈروں نے جو گڑبڑ پھیلا رکھی تھی۔ وہ اب انشاء اللہ صاف ہوکر رہے گی۔

۲۔ مولانا کی موجودگی میں جو اسلامی نظام اور شرعی قوانین مرتب ہوں گے ان کی صحت اور کامیابی ہر قسم کے شک و شبہ سے بلند ہوگی نظریاتی کونسل کے وہ سب [illegible] لوگ ہیں۔ لیکن مولانا کی ثقاہت اور وسعت نظر کا مقام بہت بلند تھا۔

بہر حال اللہ کا نظریاتی کونسل میں شامل ہونا اور جو بنیادی نقشہ وہ اس ملک کے نظام کے لئے [illegible] گئے ہیں وہ ایک نیک فال ہے جس دلسوزی اور شفقت سے [illegible] جنرل ضیاء الحق کو [illegible] اور اسلام کے نفاذ کی تاکید کی یہ انہی کا مقام تھا۔ وہ اگرچہ حکم الٰہی کے تابع دنیا سے رخصت ہو گئے اور [illegible] یتیم چھوڑ گئے لیکن یقین [illegible] ان کی دعائیں ہمیشہ ہماری رہنمائی اور کامیابی کا باعث ثابت ہوتی رہیں گی۔

الغرض۔۔۔ ان کے علمی ورثہ کے بزرگ اور امین اور وارث ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں مولانا کا علم ایک چراغ [illegible] سے روشن تر ہوتا رہے گا۔

[illegible] مدرسہ نیو ٹاؤن ان کے خصوصی معتمد اور جانشین مولانا مفتی احمد الرحمٰن کے سپرد ہوا۔ مفتی صاحب کو مولانا کے صاحبزادے سید محمد بنوری مولانا کے شاگرد [illegible] عبدالرزاق سکندر اور مدرسہ کے تمام مدرسین اور علمائے کرام اور حضرت مولانا بنوری کے دوسرے عزیزوں مولانا حبیب اللہ صاحب مولانا طاسین صاحب مولانا ایوب جان بنوری مدظلہ کا ہر طرح کا تعاون حاصل رہے گا اور مولانا کا یہ صدقہ جاریہ تشنگان علوم نبوت کے لئے تا قیامت چشمۂ صافی ثابت ہوگا۔

[illegible] مولانا کی عظیم امانت مجلس تحفظ ختم نبوت ملک کے ممتاز عالم دین اور خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کے سپرد ہے جماعت کے تمام [illegible] محمد شریف جالندھری، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، تاج محمود، سردار میر عالم خان لغاری، مولانا غلام محمد بہاولپوری، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا منظور احمد [illegible]، حاجی بشیر احمد لاہور، حاجی سیف الرحمٰن بہاولپوری، قاضی فیض احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا انوار الحق پشاور، حاجی لال حسین کراچی، میر شکیل الرحمٰن، مولانا [illegible] راولپنڈی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا اللہ وسایا، مولانا قاضی اللہ یار، مولانا بشیر احمد، حاجی محمد اشرف [illegible]، [illegible] ربوہ اور جماعت کے سینکڑوں ہزاروں [illegible] ایثار پیشہ کارکن اور رفقاء کار ان کے ساتھ ہیں اور یہ عہد کرچکے ہیں کہ وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ختم نبوت [illegible] مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا یوسف بنوری کے اس عظیم مشن کو جاری رکھیں گے اور ان کی عظمتوں کے پرچم لہراتے رہیں گے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن پروفیسر پیپلز اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

گزارش ہے کہ مجھ کو حضرت علامہ بنوری کی وفات سے بے حد صدمہ پہنچا ہے میں حضرت کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے آپ کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہوں۔ آپ یقین کیجئے کہ حضرت کے سوگ میں آپ کے ساتھ صرف آپ کے خاندان کے افراد یا اپنے وطن پاکستان کے مسلمان ہی شریک نہیں بلکہ آج سارا عالم اسلام اس جلیل القدر عالم کے لئے رو رہا ہے جس نے نہ صرف اپنے علم و ذہانت اور تقویٰ کا لوہا منوایا تھا بلکہ اپنی جرأت، غیرت دینی اور اپنے اسلاف سے محبت و عشق رسول عربی کی وجہ سے مسلمانان عالم کے دلوں میں جگہ بھی حاصل کر لی تھی۔ آج مصر، شام، افریقہ اور افغانستان میں آپ کے عقیدت مند انتہائی پریشان ہوں گے کیونکہ آپ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو پر کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور آپ کے انتقال سے عالم اسلام کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی بظاہر ناممکن ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں۔ اور پس ماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائیں۔ والسلام

ڈاکٹر عبدالرحمان شاہ ولی

مولانا عبداللہ صاحب نائیجیریا

کل رات ریڈیو پاکستان کی آٹھ بجے والی خبروں میں حضرت مولانا کے وصال کی خبر سنی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم کے ساتھ محبت اور تعلق کی مختلف اور متعدد وجوہات تھیں۔ اس جانکاہ حادثہ کی اچانک خبر سے دل پر رنج و غم کی جو مسلسل کیفیت طاری ہے، وہ کسی حد تک بھی اپنے حقیقی والد کے انتقال کے غم سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرماکر اپنی بے پایاں رحمتوں اور ابدی نعمتوں سے ان کو نوازے اور آپ اور ہم جملہ پسماندگان کو اس عظیم حادثہ پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ [illegible]

مولانا محمد انور شاہ کشمیری کی تصویر گم ہوگئی

شیخ التفسیر علامہ مولانا شمس الحق افغانی

مولانا مرحوم میرے ہم وطن تھے۔ اور ان کے والد ماجد مولانا محمد زکریا صاحب (مرحوم) سے بھی احقر کا تعلق رہا۔ مولانا سید محمد یوسف (مرحوم) عمر میں مجھ سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں جب مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ قیام پاکستان کی جد وجہد میں مشغول ہوئے تو احقر کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اپنا قائم مقام بنایا۔ ان ایام میں مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم مجلس علمی میں حضرت علامہ کشمیری کے علوم مدون کرنے کے کام میں مصروف تھے۔ چونکہ ڈابھیل اور مجلس علمی باہم پیوست ہیں اسلئے فراغت کے اوقات میں مرحوم اکثر جامعہ ڈابھیل تشریف لاتے۔ اور علمی مجلس گرم رہتی تھیں۔ طبقاتی تقدم کی وجہ سے حضرت مرحوم اگرچہ حسب عادت احقر کا بہت احترام کرتے تھے لیکن میں ان سے کہتا تھا کہ تم نے حضرت شیخ الاسلام کشمیریؒ کا پکا پھل کھایا ہے۔ اور ہم نے کچا پھل کھایا ہے۔ وہ ہنس کر فرماتے تھے۔ ۔ والفضل للمتقدم

مولانا مرحوم اپنے شیخ علامہ کشمیریؒ سے ان امور میں کافی مشابہت رکھتے تھے۔ (۱) ترک دنیا وخشیۃ اللہ (۲) تواضع (۳) انسداد فتنہ دینیہ کے لئے جذبۂ جہاد خواہ قادیانیت ہو یا پرویزیت یا نیچریت۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ کسی بلند تر اور مشہور تر شخصیت کے اندر بھی کوئی دینی نقص ہو۔ اسکو برملا تقریر اور تحریر سے ظاہر کر کے اسکی اشاعت کرتے تھے یہاں تک کہ مولانا ابوالکلام آزاد پر بھی سخت تنقید کی۔ اظہار حق میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کی بہتر یادگار یہ ہے کہ جس نہج پر انہوں نے اسلام کی خدمت کی ہے اسکی تکمیل کی جائے۔

۱۔ ان کی شرح ترمذی معارف السنن جس کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اگر ان کی قلم سے لکھی ہوئی کوئی اور جلد ہو اسکو بھی چھاپ کر اشاعت کی جائے۔ میں پیرانہ سالی اور ہجوم امراض کی وجہ سے اس خدمت سے عاجز ہوں لہٰذا علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جن کو فن حدیث، فن رجال، فن اصول حدیث، اصول فقہ اور فقہ حنفی فقہ جامع پر عبور حاصل ہو۔ اور اکابر علماء دیوبند کے ذوق علمی سے مناسبت رکھتے ہوں۔ وہ حضرات معارف السنن کی تکمیل کر دیں۔ تاکہ پوری شرح مولانا مرحوم کے انداز پر علماء کے سامنے آجائے۔

۲۔ کل جدید فتنہ دینیہ کے لئے مولانا مرحوم کی طرح تصنیف وتحریر کے ذریعہ مساعی جاری رکھیں۔ (۳) عربی مدارس کے لئے توکل علی اللہ اور قناعت کے رنگ میں احیاء علوم اسلامیہ کی کوشش جاری رکھیں کہ نہ سالانہ جلسوں کی نمائش ہو۔ نہ اشتہارات، نہ سفیروں کا ہجوم۔ بلکہ تقویٰ اور اعتماد علی اللہ کے سرمایہ سے مدارس کا کام چلایا جائے۔ میں موتمر اسلامی میں شرکت کیلئے ملائیشیا کوالالمپور جانے کے لئے جب ملتان سے کراچی کے ہوائی اڈہ پر اترا۔ تو دیگر علماء کے علاوہ مولانا مرحوم بھی ہوائی اڈہ پر موجود تھے آپ کے ہاں رات کی دعوت میں احقر کی ملاقات کے لئے مختلف حضرات بھی کھانے میں شریک تھے۔ دسترخوان پر مولانا مرحوم نے مجھے دیکھ کر مسکرا کر کہا کہ میرے ہاں مدرسہ کی طرف سے مہمانی کا کوئی شعبہ نہیں۔ یہ سب میرے جیب خاص کا خرچ ہے۔ ہزاروں روپے کے چیک بمد زکوٰۃ مولانا واپس کرتے تھے کہ ہمارے مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہیں۔ پھر وہ حضرات چیک واپس اس تحریر کے ساتھ واپس بھیجتے۔ کہ آپ حسب صواب دید خود مصارف شرعیہ میں کسی اور جگہ مستحق لوگوں میں تقسیم کریں۔ مولانا پھر واپس کرتے کہ آپ خود تقسیم کریں۔ یہ بوجھ ہم پر کیوں ڈالتے ہو۔

مولانا بنوری کی وفات علم وعمل کی وفات

تحریر:۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سابق ایم۔ این۔ اے

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر حضرت علامہ بنوری صاحبؒ پر ہزاروں صفحات کا مضمون کیوں نہ لکھ دیا جائے تب بھی ان کے خدمات ان کے کمالات ان کے محاسن کا احصار نہیں ہو سکتا۔ دارالعلوم دیوبند کو اپنے جن علمی فرزندوں پر ناز ہے مولانا بنوریؒ ان میں سرفہرست ہیں مولانا ہم سے کیا جدا ہوئے کہ علم وعمل کی ایک بساط الٹ گئی دین ودانش کا ایک آفتاب غروب ہوگیا ادب وتاریخ کا ایک کتب خانہ لٹ گیا معرفت وسلوک کا ایک چشمہ شیریں خشک ہوگیا۔ تصنیف وتالیف کے میدان کا ایک شہسوار ہم لے کھو دیا۔ اور حدیث وتفسیر کی ایک عظیم مسند خالی ہوگئی۔ رشد وہدایت کا ایک بہت بلند وبالا مینار گر گیا۔

حضرت بنوریؒ علامہ کشمیریؒ کے نامور لائق وفائق اور ذہین شاگرد تھے آپ ہر انداز سے شاہ صاحب مرحوم کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے علم میں بھی اور تقویٰ میں بھی آپ کا نام انشاء اللہ رہتی دنیا تک نمونہ کے طور پر استعمال ہوتا رہے گا۔ آپ کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوا اسے ملت کے ہر فرد نے شدت سے محسوس کیا ہے۔ میرے نام بھی تعزیتی خطوط کی کافی تعداد پہنچ گئی ہے۔ میں بھی پوری ملت اسلامیہ کی طرح حضرت مرحوم کے داغ مفارقت کے غم سے نڈھال ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو حضرت مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

ملت اسلامیہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ حضرت کے مشن پر چلیں اور حضرت کے نقش قدم کو سرمایۂ نجات سمجھیں۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

ذکر مولانا محمد یوسف صاحب

۱۰۱	۱۵۶	۹۲	۱۲۸	۹۲۰

۱۳۹۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آہ ایک فاضل اجل ان دنوں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تمام ملک و قوم کو اس کا غم ہے اور ہونا ضروری ہے یہ قحط الرجال کا زمانہ ہے اس میں ہزاروں میں ایک ہی عالم کا مشکل سے نکلتا ہے اور پھر اتنا کام کا اتنا ماہر اتنا قابل اتنا منتظم اتنا ذکی ذہین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے تقریباً ۱۵ سال ہوئے تھانہ بھون میں ذکر فرمایا تھا کہ بیس پچیس سال سے عالم پیدا ہونا بند ہو گیا ہے۔ مقرر خطیب مضمون نگار اڈیٹر لیڈر شاعر ادیب ہو جاتے ہیں مگر عالم دین صحیح معنوں میں صاحب استعداد پیدا نہیں ہو رہے ہیں اور یہ پرانے پرانے اُٹھتے جا رہے ہیں تو آئندہ کیا ہوگا۔ احکام القرآن عربی تصنیف کے وقت جس کا کچھ حصہ ان کے ذمہ کچھ حضرت مولانا ظفر احمد کے کچھ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب اور کچھ احقر کے ذمہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم سب لکھ تو رہے ہیں مگر آئندہ ان کے سمجھنے والے بھی ہوں گے ؟

چند ماہ کے اندر اندر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ابدابہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب تشریف لے گئے پورے ملک بلکہ پوری دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو اس پایہ کے عالم نظر نہیں آتے۔ جہاں درخت نہ ہو تو ارنڈ کو ہی درخت شمار کر لیتے ہیں۔ ان حضرات کے نہ ہونے سے بہت سے لوگ عالم شمار کر لئے جا سکیں گے مگر جن کو اصل علم کی ہوا لگ چکی ہے انکی نظر میں تو کوئی عالم کہلانے کے قابل نظر نہیں آئیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سر آنکھوں پر کہ قرب قیامت میں علم اٹھا لیا جائے گا کہ اہل علم اٹھا لئے جائیں گے اور ایسے نئے نہ ہوں گے۔ مگر صدمہ کی بات یہ ہے کہ ہمیں بھی اپنی آنکھوں سے یہ دن دیکھنے پڑ گئے۔

مولانا بنوری کی اگر صرف ایک ہی تصنیف معارف السنن شرح عربی ترمذی شریف ہوتی تو انکے کمالات کا مرقع تھی پھر کسی اور چیز کی ان کے فضائل میں ضرورت نہ رہتی۔ مگر بڑے بڑے کارنامے انجام دے گئے۔ حضرت فخر المحدثین مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ صدر دار العلوم دیوبند کے درس حدیث کی مثال پاکستان و ہند میں نہ مل سکتی نہ تھی اطراف عالم میں بھی شاید ہی کہیں کوئی اس پایہ کا ہو گو اس قدر فیض اس سے نہ ہو سکا ہو۔ تو آپ کے درس بخاری کی تقریر حضرت مولانا بدر عالم حضرت بنوری مولانا احمد رضا نے مرتب کر کے چار جلدوں میں عمدہ ٹائپ میں ڈابھیل کے مقام کے زمانہ میں شائع کی اُردو تقریر کو فوری طور سے عمدہ عربی میں لکھنا ان سب کے کمال کی دلیل تھی۔ شروع میں ۵۳ شعر کا عربی قصیدہ مولانا بنوری کے ادب و فضل کا نمونہ موجود ہے پھر ۲۲ صفحات کا علمی مقدمہ اور بعض حواشی بھی ہیں یہ اس مقدمہ سے پہلے ہے جو مولانا بدر عالم نے ارقام فرمایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے درس ترمذی کی تقریر بھی "عرف الشذی" کے نام سے شائع ہو چکی تھی اور ظاہر ہے کہ فوری نوشت میں وضاحت طلب باتیں رہ جاتی ہیں۔ مولانا بنوری نے معارف السنن میں ان کی وضاحت فرما کر شبہات کا قلع قمع کر دیا ہے اسکی بہت ضرورت تھی جواب پوری ہو گئی۔

فقہ حنفی کی اصولی کتابوں میں ہدایہ بھی ہے اس میں جو احادیث درج تھیں امام زیلعی نے ان کے حوالے درج کئے تھے مگر صرف نام لکھ دیا تھا۔ مولانا بنوری نے ان کتابوں کی جلد و صفحات بھی درج کر دئے اور بعض جگہ اور احادیث بھی جن سے حنفیہ کے مسائل ثابت ہوتے تھے درج کر دیں۔ فتاوی و تصنیف والوں کو اور مخالفین کو مسکت جواب ملے گا۔ بہت سے عربی رسائل ہیں شدید ضرورتوں کے ہیں جو اہل علم کے ضرورت کے کام ہیں گہرے علم والے اردو میں کم لکھتے ہیں جیسے انگریزی داں اردو کم دیکھتے لکھتے ہیں۔ لیکن رسالہ "بینات" ہر ماہ مولانا کے اداریہ کے ساتھ نکلتا رہا۔

حدیث شریف میں ہے : من عمل بما علم ورثہ اللہ علم مالم یعلم (جو عمل کرتا ہے اُن پر جو علم حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان علوم کا وارث بنا دیتے ہیں جن کو اس نے نہیں سیکھا) ایسے علم کی ترقی اور حق کی ترجیح میں تقبیع تسبیح ہی کام دیتی ہے۔ مولانا مرحوم علوم کی شدید محنت کے باوجود اس سے یکسر نہیں ہے۔ آخر شیخ وقت مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب سے علم باطن سے فیض حاصل کیا۔ علم ظاہر میں انتہائی بلند شخصیت حضرت شاہ صاحب سے استفادہ کیا تو باطن انتہائی بلند پایہ ولی اللہ سے فیض کیا۔ اب ان کے علم کا کیا کہنا جو اس طرح دو آتشہ ہو رہا ہو۔

تصنیف کتب جیسے باقیات صالحات میں سے ہیں اور بعد وفات بھی ان کا ثواب در ثواب ملتا رہتا ہے ایسے ہی اوقات میں خصوصاً ایسا زبردست مرکزی دینی مدرسہ

قائم فرما دیا کہ تا قیامت اس کا فیض رہے گا جو آپ کے لیے باقیات صالحات کا ثواب فراہم کرتا رہے گا۔

حضرت مولانا بنوری کے عریض و طویل وسیع اور گہرے علم کی قدر انہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جو درس تدریس کے سمندر میں غوطے لگاتے رہتے ہیں اور روز روز نئے نئے اشکالات سے دوچار ہوتے ہیں۔

مدرسہ عربیہ کا نظم و نسق جس خوبی سے قائم رکھا اسکی مثال بہت کم ملے گی جو اسکی دلیل ہے کہ انتظامات میں بھی کم ملکہ رکھنے والے نہ تھے۔

رد باطل اور خصوصاً رد کفر قادیان میں آپ آگے آگے تھے آخر ختم نبوت مجلس کی صدارت اور اسکے بہتر نتائج کا سہرا آپ کے ہی سر رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائیں اور دوسرے علما کو سبق لینے کا موقعہ دیں اور اپنی خصوصی رحمت میں ڈھانپ لیں۔

★

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری ملتان

حضرت الشیخ بنوری رحمہ اللہ کا عظیم کردار!!

انسان کی سیرت و کردار کی عظمت اس کی زندگی کے عظیم کارناموں پر منحصر نہیں، ایک عظیم انسان کی زندگی کے معمولی واقعات بھی اس کی عظمت و رفعتِ مقام کی غمازی کرتے ہیں —

قیام پاکستان سے پہلے مجھے حضرت بنوری رحمہ اللہ سے شرف ملاقات حاصل نہ تھا۔ میں ۱۳۵۵ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچا۔ اس وقت حضرت رحمہ اللہ وہاں سے دارالعلوم ڈابھیل ضلع سورت تشریف لے جا چکے تھے۔ میرے رفیق مرحوم حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث ڈابھیل میں پڑھا تھا۔ آپ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے۔ حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہید، بشیخ متکلم بھی حضرت قریشی کے ڈابھیل میں ہم درس تھے۔ رحمہا اللہ۔

کسی سلسلہ میں حضرت قریشی صاحب علیہ الرحمۃ اور میں کراچی گئے، قیام حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ہاں تھا۔ یہ وہ ایام تھے، جب مدرسہ اور مسجد زیر تعمیر تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ نے بنفسِ نفیس ہمیں تعمیرات دکھلائیں۔ وضو کی جگہ بن رہی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت نے ہمیں وہ دکھلاتے ہوئے تبلایا کہ یہ دیکھئے مستعمل پانی کے اخراج کے لئے میں نے یہ جدت کی ہے کہ پانی ظاہر ہو کر نالی میں سے نہ گزرے بلکہ بیٹھنے کی جگہ کے نیچے سے پانی کو گزارا گیا ہے اور یہ تعمیر میں نے اس لئے تکلفاً کرائی ہے تاکہ مار مستعمل میں وضو کرنے والوں کا منہ اور ناک کا بلغم دوسرے وضو کرنے والوں کی کراہت طبع کا سبب نہ بن سکے۔ یہ بات جو بظاہر معمولی بات ہے۔ درحقیقت بڑی بات ہے۔ جو حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت کی عظمت اور طبعی نفاست و نزاہت پر دلالت کرتی ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں جہاں بھائی بھائی کا خون ہی نہیں پی رہا۔ گوشت ہی نہیں کھا رہا، بلکہ ہڈیاں بھی جھنجوڑ رہا ہے اور اسے ذرہ بھی گھن نہیں آتی کیا یہ کوئی معمولی کردار ہے۔ کہ ایک انسان اس بات تک کا اہتمام کرتا ہے کہ ایک وضو کرنے والے کا بلغم دوسرے وضو کرنے والے کی گرانی اور تکدرِ طبع کا موجب نہ ہو۔

اب ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو:۔ میں انہی دنوں میں اپنی ایک تالیف "بنیؒ و صدیقؓ" کا مسودہ قریباً تیار کر چکا تھا اور اس کا نام سوچ رہا تھا میرے ذہن میں اس کے موضوع و مندرجات کے پیش نظر اس کا نام تھا۔ الوحدتؐ فی الاثنین' میں نے حضرت رحمہ اللہ سے اس کے موضوع و مضامین کا تذکرہ کر کے درخواست کی کہ میری اس تالیف کا نام آپ تجویز فرما دیں حضرت رحمہ اللہ نے حق الغور کوئی نام تجویز کرنے سے معذرت فرماتے ہوئے وعدہ فرمایا کہ میں سوچ کر نام تجویز کروں گا۔ اور آپ کو اطلاع دوں گا۔

میں ماحول کے مدنظر "آپ کو اطلاع دوں گا"۔ کو ایک تکلف سمجھا۔ اور ٹال دینے کی ایک بزرگانہ اور حسین تعبیر۔ مگر میری غلط فہمی کا پردہ چاک ہو گیا اور میں وقفِ حیرت ہو کر رہ گیا۔ جب حضرت نے فوراً مجھے ملتان مکتوب ارسال فرمایا جس میں ارشاد فرمایا کہ میں "بنیؐ و صدیقؓ" نام تجویز کرتا ہوں چنانچہ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور "الوحدت فی الاثنین" کی بجائے حضرت کا تجویز فرمودہ نام "بنیؐ و صدیقؓ" رکھا۔ بظاہر یہ بھی ایک معمولی سی بات ہے مگر درحقیقت یہ بھی بڑی بات ہے۔ ہر چیز کی قیمت ماحول کے اعتبار سے ہوتی ہے جب ہمارا ماحول یہ ہو کہ بڑے بڑے جغادری اور دین کے ٹھیکیدار قسم کے مسلمان قرآن کریم پر عہد لکھ کر دیں اور ابھی اسکی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی ہو کہ اس عہد و میثاق سے منحرف ہو جائیں۔ اس ماحول میں ایک ایسے آدمی سے جس سے کوئی خاص جان پہچان نہیں، ایک برائے نام وعدہ کرنا اور پھر اس کو اس تکلف و اہتمام سے ایفا کرنا معمولی بات نہیں۔ یہ ایک عظیم انسان کے عظیم کردار و اخلاق کی ایک جھلک ہے۔ جس کی زندگی پر اس رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا سایہ ہے جس کی حدیث پاک پڑھنے پڑھانے میں آپ کی پوری زندگی گزری۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں اس عظیم انسان کی مزار پر۔ اللہ ان کی قبر کو ٹھنڈا اور منور رکھے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین

مولانا بنوریؒ ◎ سوانحی خاکہ

مولانا محمد الحبیب جان بنوری

ضلع مردان میں رشکی اسٹیشن کے قریب "مہابت آباد" ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ولادت ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ... اسی گاؤں میں ہوئی۔ قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر (گڑھی میر احمد شاہ پشاور، اپنے والد ماجد اور اپنے ماموں مولانا فضل صمدانی بنوری مرحوم سے حاصل کی، صرف و نحو اور منطق کے ابتدائی رسائل مولانا عبداللہ پشاوری سے پڑھے۔ پھر کابل تشریف لے گئے اور وہاں قاضی القضاۃ مولانا عبدالقدیر، مولانا صالح محمد قلبغری انغانی اور "دیگر اساتذہ سے فقہ اصول فقہ منطق، معانی وغیرہ مختلف فنون کی متوسط کتابوں کا درس لیا ہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دو سال میں دینی علوم کی تکمیل کی اور دورۂ حدیث ڈابھیل میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر اکابر اساتذہ سے پڑھا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کافی وقت حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور دن رات سفر و حضر میں ان کے خصوصی خادم رہے، اور خوب خوب استفادہ کیا اسی اثناء میں والد ماجد کی خواہش و اصرار پر مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ حالانکہ یہ امتحان آپ کو طبعاً ناگوار تھا اور اس کی تیاری کا موقعہ بھی نہیں ملا تھا۔ بعد ازاں چند سال اپنے وطن پشاور میں رہے اور مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں (جس کے مہتمم آپ کے ماموں مولانا فضل صمدانی بنوری مرحوم تھے) تدریس کے فرائض انجام دیے اور خوب تحقیق سے کتابیں پڑھائیں۔ میں ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں تھا۔ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں حضرت شاہ صاحب کا وصال ہوا تو حضرت بنوری تعزیت کے لیے تشریف لائے، اور چند دن دیوبند رہ کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد ڈابھیل سے تدریس کی دعوت آئی تو آپ ڈابھیل تشریف لے گئے اور حدیث کی کتابیں آپ سے متعلق ہوئیں۔ طلبہ میں آپ کے درس حدیث کی مقبولیت کا اندازہ اس لطیفہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار ترمذی شریف کے سبق کے متعلق سوال پیدا ہوا کہ کس کے پاس رکھا جائے، اس وقت ڈابھیل میں حدیث کے تین اعلیٰ استاذ تھے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہوی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا بنوری۔ مشورہ ہوا کہ فیصلہ کے لیے طلبہ کی رائے معلوم کی جائے۔ چنانچہ حضرت بنوری کے حق میں ۲۷، اور دوسرے دونوں بزرگوں کے حق میں علی الترتیب ۳ اور ۲ ووٹ آئے۔

قیام پاکستان تک ڈابھیل میں شیخ الحدیث کے منصب پر رہے اور پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار کے اکابر کی دعوت پر یہاں چلے آئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ٹنڈو اللہ یار سے کراچی تشریف لے آئے اور یہاں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی۔

ڈابھیل آنے سے پہلے جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے ناظم اعلیٰ رہے، اور سیاسیات میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ڈابھیل میں رہتے ہوئے بھی سیاست سے دلچسپی لیتے رہے، مگر قیام پاکستان کے بعد سیاست سے قطع تعلق کر لیا۔ اور کلیۃً تعلیم و تدریس اور اصلاح امت میں مصروف رہے۔ الحمدللہ حضرت مولاناؒ کو سب اکابر دیوبند سے عقیدت و نیاز مندی کا تعلق رہا۔ مولانا مرحوم جب پہلے حج پر تشریف لے گئے، اور وہاں سے فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت کے لیے مصر کا سفر کیا، تو اس سفر میں حضرت مولانا شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی (خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ) سے بیعت کی، حضرت نگینویؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں دو حضرات ہیں۔ ان میں سے جس سے دل چاہے استفادہ کرو، ایک حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دوسرے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی۔ مولانا مرحوم نے حضرت مدنیؒ کی جانب میلان ظاہر کیا۔

مولانا مرحوم مصر میں دس مہینے رہے اور وہاں کے رسائل و مجلات میں دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند کے تعارف پر گرانقدر مقالے شائع کیے۔ ان دنوں وہاں علامہ محمد زاہد الکوثری بھی مقیم تھے۔ مولانا مرحوم کو ان سے خصوصی تعلق رہا۔ ان کے علوم سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اور اپنے اکابر دیوبند کے علمی مقام سے ان کو متعارف کرایا، چنانچہ شیخ کوثریؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے حدیث کی اجازت طلب کی اور حضرت حکیم الامتؒ نے انہیں سند اجازت عطا فرمائی۔

مولانا مرحوم مصر سے واپس ہوئے تو حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرتؒ ان سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اور بعد میں حضرتؒ نے مولانا مرحوم کو مجازین صحبت میں شامل فرمایا۔ میرا معمول تھا کہ فراغت کے بعد ہر سال شعبان میں دیوبند جایا کرتا تھا اور ختم بخاری شریف کے بعد پشاور واپس آتا۔

مولانا مرحوم مصر سے آچکے تھے کہ میں نے شعبان میں دیوبند جانے کا ارادہ کیا تو ایک خط حضرت شیخ الاسلام مدنی کی خدمت میں بیعت کے لیے مولانا نے مجھے لکھ کر دیا اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں یہ عریضہ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں پیش کروں۔ اور اس کا جواب، جو حضرت عنایت فرمائیں ساتھ لاؤں، چنانچہ میں دیوبند پہنچا۔ حضرت مولانا کا خط حضرت مدنیؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کا بیعت کا تعلق تو حضرت تھانویؒ سے ہے میں انہیں کیسے بیعت کر سکتا ہوں۔ لیکن میں نے تفصیل سے وضاحت کی تو فرمایا کہ جب فرصت ہو تو یاد کریں۔ (حضرت ان دنوں دن رات بخاریؒ شریف کے درس میں مشغول رہا کرتے تھے) چنانچہ

۲۹ر شعبان کو رات ۱/۲ ۹ بجے بخاری شریف ختم ہوئی۔ اور حضرتؒ نے سلہٹ جانے کے لیے اسی وقت رخت سفر باندھ لیا۔ میں حضرتؒ کے ساتھ سہارنپور گیا۔ اور حضرتؒ کو خط کا یاد دلایا تو آپ نے پلیٹ فارم پر جواب لکھ کر میرے حوالے کر دیا اور میں نے مولانا بنوریؒ کو پہنچا دیا۔ یہ خط چند مہینے پہلے "بینات" میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا مرحوم کو تصنیف و تالیف کا خصوصی ملکہ تھا، اور ان کا اسلوب تحریر بالکل منفرد اور یکتا تھا۔ وہ ہر موضوع پر بے تکلف اور بے تکان لکھتے تھے اور بسا اوقات لکھ کر انہیں دوبارہ دیکھنے اور نظر ثانی کرنے کی نوبت بھی نہیں آتی تھی انہیں اردو سے زیادہ عربی تحریر پر قدرت تھی۔ "بینات" کے "بصائر و عبر" اور چند اردو مقالات کے سوا ان کی ساری تصنیفات عربی میں ہیں۔

(۱) معارف السنن شرح ترمذی ۶ ضخیم جلدوں میں
(۲) عوارف المنن مقدمہ معارف السنن (غیر مطبوعہ)
(۳) بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب
(۴) نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ الانور
(۵) یتیمۃ البیان فی شیئ من علوم القرآن۔ ان کے علاوہ حسب ذیل کتابوں پر مقدمے ہیں۔

مقدمہ فیض الباری۔ مقدمہ نصب الرایہ۔ مقدمہ عبقات۔ مقدمہ عقیدۃ الاسلام، مقدمہ مقالات کوثری۔ حضرت مولانا مرحوم بڑے جری اور حق گو تھے وہ ہر دور حکومت میں بلا خوف و جھجک اپنے زریں خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ ڈر صرف قادر مطلق سے ہونا چاہیے۔ بینات کے اداریے "بصائر و عبر" ان کی حق گوئی کی صاف اور روشن مثالیں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

◎

آہ یوسفِ ثانی مرد

گلِ حسنِ او بسیار

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

احقر جب ۱۳۵۰ھ میں اپنے چند احباب کے ہمراہ مولانا کبیر شاہ صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم کی باسعادت معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہنچا تو حلقہ علماء و طلباء میں ایک کتاب نفحۃ العنبر کا بہت چرچا پایا خیال یہ تھا کہ یہ بھی نفحۃ الیمن اور نفحۃ العرب کی طرح ایک ادبی کتاب ہوگی جس میں قصص و حکایات صرف عربی زبان کے آداب و قواعد کی تعلیم کے لیے مندرج ہوں گے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی سوانح پر مشتمل ہے اور اس کا پورا نام نفحۃ العنبر فی ہدی الشیخ الانور ہے۔ جس کے مؤلف ابھرتے ہوئے ادیب اور محدث ہیں جن کو شاہ صاحب کے تلمذ کا شرف حاصل ہے جن کو محمد یوسف بنوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت بنوری کے متعلق احقر کے ابتدائی معلومات تھے وقت گذرتا گیا قسام ازل کے فیصلے نافذ ہوتے رہے ۱۹۴۹ء میں پہلی موتمر عالم اسلامی میں شرکت کے موقع پر سفارت خانہ سعودی عرب کراچی میں قیام کی وجہ سے نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مرحوم سفیر مملکت سعودیہ علامہ عبد الحمید الخطیب کے ہمراہ ایک جامع مسجد میں پہنچا۔ جو نمازیوں کی کثیر تعداد پر مشتمل تو تھی مگر لکڑی اور چٹائیوں سے بنائے ہوئے سائبان مسجد نبوی کا وہ نقشہ پیش کر رہے تھے جس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک جبین اطہر سجدہ ریز ہوتے ہوئے کبھی بالفاظ صحابہ رایت اثر الماء والطین کا منظر پیش کرتی تھی نماز سے فراغت پر معلوم ہوا یہ حضرت بنوری کا ایک خواب ہے جس کی تکمیل شاید ہو سکے۔ کراچی کے قیام میں حاضری کی سعادت ملتی رہی اس کے بعد بھی مختلف مجالس میں زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا علمی ملاقات سے تو کبھی بھی مایوس نہیں فرمایا حتی کہ آخری مکتوب گرامی مورخہ ۸ر شعبان ۹۷ھ کو اپنے ہاتھ سے اس حالت میں تحریر فرمایا کہ شدید روحانی قبض طاری ہے۔ یوسف ثانی کے تمام محاسن پر کچھ لکھنا تو بہت ہی مشکل ہے البتہ خریداران یوسف کی فہرست میں اندراج کے لیے چند سطور پیش ہیں۔

احقر کے نزدیک آپ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ اپنے استاذ عالی مقام محدث عصر علامہ انور شاہ کا عکس جمیل تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب

کے علوم کی نظیر آپ سے پہلے بھی پانچ سو سالوں میں نہیں ملتی اور آپ کے بعد تو شاید یہ جامعیت کسی کو عطا ہو مگر علم حدیث میں آپ ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے جو آپ کے شاگرد رشید مولانا بنوری کو منتقل ہو گئی آپ کی دیگر جزوی تصانیف کے علاوہ جامع ترمذی کی وہ مفصل شرح جو چھپ چکی ہے اس دعویٰ کی تصدیق کرتی ہے لیکن حضرت شاہ صاحب کو جس غم اور فکر نے بے چین کر دیا تھا اور جس کا اظہار آپ نے اشکبار آنکھوں سے دیوبند کی جامع مسجد میں اپنی حیات ناسوتی کے آخری جمعہ کو فرمایا تھا وہ نبوت کاذبہ کے استیصال کے لئے اضطراب شدید تھا۔ یہ گناہ گار اس نماز جمعہ میں شریک اور شاہ صاحب کے رخ انور کے بالکل سامنے صف اولی میں حاضر تھا حضرت شاہ صاحب کو بوجہ غلبہ مرض اسیر پالکی میں لایا گیا۔ جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہو کر رحمت دو عالم کے حضور اپنی وہ نعت پڑھی جس کا مطلع

ع ای آنکہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری

اور مقطع ہے کس نیست دریں امت تو آنکہ چوں انور بار و سیاہ آمدہ و موئے فریری ۔ ہے۔

اس کے بعد امت کو [illegible] اس نبوت کاذبہ کا استیصال سب سے زیادہ ضروری ہے اور چند دن بعد دار فانی سے رخصت ہو گئے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واقعات اور حالات [illegible] ہیں کہ اپنے عالی قدر شیخ کی اس تمنا کو جو عالم اسلامی کی تمنا تھی اور جس کی تکمیل کے بغیر چند اسے زخموں سے چور چور تھا جس تلمیذ رشید نے کامیابی سے ہمکنار کیا وہ حضرت بنوری ہی تھے۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے آپ نے مندرجہ ذیل تین محاذوں پر کامیاب پیش قدمی کی۔

۱۔ ممالک دیگر میں اپنے شاگردوں کا جال پھیلا دیا۔" قادیانیوں کا یہ بڑا حربہ ہے کہ ان ملکوں میں جہاں ان کی تبلیغات وغیرہ نا واقف ہیں اپنا کوئی ایجنٹ بھیج کر اس ملک کے کسی بھی غیر معروف آدمی کو لالچ دے کر اپنے دام میں پھنسا لیتے ہیں وہ لوگ اسلام کا لیبل دیکھ کر ان کے قابو آجاتے ہیں۔ مسلمان علماء کرام اگرچہ اپنی بساط کے مطابق ان کی قلعی کھولتے رہتے ہیں مگر جب تک ان ممالک کے اصلی باشندے صورت حال سے واقف نہ ہوں پورا دفاع نہیں ہو سکتا اس خطرہ کی کو منظم طور پر حضرت بنوری نے یوں پورا فرمایا کہ دار العلوم میں غیر پاکستانی طلباء کو زیور علوم اسلامیہ سے آراستہ کر کے ان کو علمی دلائل کے ساتھ بھی مسلح کر دیا جو بحمدہ تعالیٰ اپنے اپنے علاقوں اور ممالک میں اس فتنہ کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

۲۔ قادیانیوں کا یہ بھی ایک حربہ ہے کہ مسلمان ممالک میں سے اگر کسی نے بھی کوئی بات ایسی کہہ ڈالی جس سے ان کے مقصد کی ادنیٰ سے ادنیٰ بھی تائید ہوتی ہو تو اسے جلی سرخیوں کے ساتھ رسائل کی شکل میں شائع کر دیتے ہیں یہی صورت چند سال پہلے پیش ہوئی۔ مصر کے شلتوت نامی ایک شخص نے وفات مسیح علیہ السلام کا اظہار بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے متعدد زبانوں میں اسکو بڑی کافی تعداد میں شائع کیا۔ علماء اسلام نے انفرادی اور جماعتی طور پر بھی اس کا دفاع کیا مگر کامیاب دفاع حضرت بنوری نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام جو کہ عربی زبان میں شاہ صاحب کی حیات مبارکہ میں طبع ہو چکی تھی دوبارہ بہترین اشاعت کے ساتھ عربی ممالک میں تقسیم فرمائی جس نے نہ صرف قادیانیت کی اس تلبیس کا ازالہ کیا بلکہ عرب ممالک کے علماء کرام گویا پہلی بار اس عقیدہ کی عظمت اور اہمیت سے واقف ہوئے۔ اور انہوں نے قادیانیت کی ضلالت کو بھی واضح طور پر سمجھ لیا۔

۳۔ اندرون ملک قادیانیوں نے سر ظفر اللہ کے پہلے وزیر خارجہ ہونے کی وجہ سے جو مراعات حاصل کی تھی ان کی وجہ سے پاکستان ایک مرزائی سٹیٹ معلوم ہوتا تھا اگرچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت نے ان کی کمر توڑ دی تھی اور پھر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی مرزائی کو وزارت میں لے مگر پھر بھی ملکی آئین میں تشنگی باقی تھی۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت پھر سر فروش بن کر میدان میں اتری جس کی قیادت حضرت بنوری کے سپرد کی گئی۔ آپ کے تدبر، حسن عمل اور سعی پیہم سے بڑھ کر دعائے نیم شبی نے مسلمانوں کی صد سالہ قربانیوں کا نذرانہ در بار احکم الحاکمین میں قبول فرما کر آئینی طور پر بھی مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا (فالحمد للہ علی ذلک)

خلاصۃ المرام آنکہ حضرت مرحوم کے اوصاف اور فضائل اس قدر ہیں کہ ان کے لئے دفتر درکار ہے۔ مگر اختصاراً و ارتجالاً حرف اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

نماز اچھی روزہ اچھا حج ہے زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

یوسفؒ کی رہائی

مولانا محمد اسحاق صدیقی

اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مفارقت کا زخم تازہ ہی تھا کہ علم و تقویٰ کا ایک اور نجم درخشاں مائل اوج ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ کا انتقال پوری قوم اور پوری دنیائے اسلام کا نقصان ہے۔ وہ پوری قوم کے "یوسف" تھے۔ اس لئے ان کی جدائی پر ہماری ملی آنکھیں اشکبار ہیں۔ حدیث شریف میں دنیا کو مومن کے لئے قید خانہ کہا گیا ہے۔ اس لئے وہ تو زندان دنیا سے رہا ہو کر جنت کو سدھارے اور آزاد ہو گئے۔ مگر قوم گرفتار الم ہو گئی۔ مولانا مرحوم سے پہلی بار ۱۹۶۲ء میں ملاقات ہوئی تھی جب کہ میں عارضی طور پر چند یوم کے لئے پاکستان آیا تھا۔ مدت قیام میں دو تین بار ملاقات ہوئی، مگر اتنے ہی دنوں میں اخلاص اتنا بڑھ گیا کہ گویا ہم دونوں میں برسوں کی پرانی دوستی ہے یہ اثر تھا مزاجوں کی فطری مناسبت کا، اسی زمانہ میں علامہ مرحوم نے مجھے پاکستان آنے کی دعوت دی۔ میں نے لکھنؤ پہنچ کر جواب دینے کا وعدہ کیا اور واپس چلا گیا۔ ۱۹۶۹ء کے آخر میں مستقل طور پر پاکستان آ گیا اور مولانا رحمۃ اللہ کے مدرسہ سے وابستہ ہو گیا۔ تقریباً آٹھ سال میرا مولانا کا ساتھ رہا۔ اس مدت میں میرے اور ان کے درمیان جو مودت و اخلاص کا تعلق رہا۔ سچ یہ ہے کہ اس کے نظائر کم ہی ملتے ہیں۔ انہیں جو حب فی اللہ میرے ساتھ تھی الفاظ میں بیان کرنا غیر ممکن ہے۔

علم اور عبادت کے حریص ہونے کے ساتھ مولانا اخلاق فاضلہ کا پیکر تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور متواضع تھے۔ خلوص، توکل، دیانت و امانت، ہمدردی و مواسات اور شان استغناء اور حق گوئی میں بے باکی نے موصوف کی شخصیت کو بہت پرکشش بنا دیا تھا، جو ملتا تھا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

ان کے ایسے صاف باطن بھی اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ دین حق کو نقصان پہنچانے والوں کے سوا کسی کے لئے بغض و عناد کی کوئی گنجائش ان کے قلب میں نہ تھی، ان کا سینہ بے کینہ اور صاف رہتا تھا۔ کسی کی کوئی بات ناگوار ہوتی تو ان کے منہ پر صاف صاف کہہ دیتے اور پھر ان کے دل میں کچھ نہ رہتا تھا۔

مولانا کے دینی خدمات ناقابل فراموش اور بہت گراں قدر ہیں۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ان کا ایک نمونہ ہے۔ اس شجر پرثمر کا بیج انہیں نے بویا تھا۔ اور توکل آب سے اسے سیراب کرتے رہے کبھی کسی سے اعانت و امداد نہ طلب فرمائی۔ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا کی گراں قدر اور مفید خدمات اس قدر معروف ہیں کہ بیان کی ضرورت نہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے بہت سے فتنوں کا مقابلہ بہت استقامت کے ساتھ کیا۔ وہ اس بارے میں بہت حساس تھے اور حفاظت و نصرت اسلام کا شدید میلان انکا مزاج بن گیا تھا۔

ان خدمات کے علاوہ انکے خدمات میں حدیث بہت نمایاں ہے انکا درس بخاری شریف مشہور تھا اور دُور دُور سے تشنگان علوم نبویہ اس بحر ذخار کے پاس اپنی علمی پیاس بجھانے آتے تھے "معارف السنن" کی ایسی ضخیم اور بلند پایہ تصنیف انکی مستقل یادگار ہے۔ تفسیر میں بھی انہیں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔

عربی زبان کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اسکے نثار بھی تھے اور شاعر بھی۔ بالکل اہل زبان کی طرح نہایت روانی کے ساتھ فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے۔ صحیح معنی میں عربی ادب اور انشاء پرداز تھے اور صرف انشاء پرداز نہ تھے بلکہ زباں داں بھی تھے۔ زور بیان تو ان کی تحریروں میں بھی نمایاں ہے مگر ان کی ادبیت کا کمال ان کی عربی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ تفسیر، حدیث اور ادب عربی ان کی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں، لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ دوسرے علوم سے انہیں تعلق نہ تھا۔ جملہ علوم عربیہ متداولہ کی نظر تھی اور سب میں بہت اچھی قابلیت رکھتے تھے انکا علمی مقام بہت بلند تھا اور ان کا شمار صرف برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کی صف اوّل کے علماء میں متمدن دنیا میں جہاں بھی کوئی علوم اسلامیہ کا مرکز موجود ہے وہاں مولانا مرحوم کی شہادت اور انکے علمی وقار کا اعتراف بھی موجود ہے صرف ممالک عربیہ نہیں بلکہ افریقہ، یورپ، فلپائن وغیرہ میں بھی انکے شاگرد اور ان کے علم و فضل کے مداح موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات قرب بلند فرمائیں اور قوم کو انکے انتقال سے جو نقصان پہنچا ہے اسکی تلافی فرمائیں۔

بات ادھوری رہ جائے گی اگر یہ نہ بتاؤں کہ مرحوم دور جدید کے تقاضوں سے بھی بخوبی باخبر تھے انکی قدیم وضع اور معاشرت کو دیکھ کر اس کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ لیکن واقعہ یہ مولانا بیسویں صدی کے ذہن سے بھی خوب واقف اور اسکی اصلاح و تسکین پر قادر تھے۔ انکی اس اعلیٰ صلاحیت کا عملی ظہور بھی ہوتا رہتا تھا۔ ان کے تصانیف و مضامین کی شہادت دے رہے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے گفتگو میں بھی ان کی یہ اصلاحی اور مصلحانہ بصیرت خوب نمایاں ہوتی تھی۔ اور ان کی تقریریں اس طبقہ کے لئے بسا اوقات اکسیر ثابت ہوتی تھیں۔ جدید مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور اس شعبہ میں بھی مولانا مرحوم کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور شوق مطالعہ دیکھنے کے بعد اس پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ مرحوم کے انتقال کا غم میرے لئے دہرا ہے قوم کے نقصان کا غم اور اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے انکی مفارقت کا غم۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام

از حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ، ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ وعلی صحبہٖ وازواجہٖ ومن اتبع ھدیہٖ اما بعد

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین محدث عصر وفقیہ وحکیم الامت جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ علامۃ الدہر مولانا محمد یوسف بنوری قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات حسرت مولانا مرحوم کے پسماندگان اور متعلقین کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے ایک صدمہ جانکاہ ہے۔ اس خلا کا جو مولانا کی جدائی سے پیدا ہوا ہے بظاہر پُر ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مولانا کی جامعیت اور علمی وعملی صلاحیتیں اس دور میں کسی شخصیت کے اندر نظر نہیں آتیں۔ مولانا واقعۃً اس شعر کے مصداق ہیں۔ ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حضرت شیخ الاسلام نے پاکستان میں جو خدمات دینی انجام دی ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کے تمام ترلمحات ان خدمات کے بقاء وتحفظ کے لئے پوری جدوجہد کے ساتھ صرف کردیں۔ منجملہ ان کے آپ کی علمی وعملی یادگار یہ عظیم الشان مدرسہ ہے جس میں ابتداء سے دورہ حدیث تک احسن طریق سے تعلیم ہوتی ہے اور طلباء کے لئے ایسا عمدہ انتظام پورے پاکستان وہند میں نظر نہیں آتا۔ پھر حدیث سے فارغ ہونے کے بعد منتہی طلباء کے لئے درجات تخصص فی الحدیث، وفی الدعوۃ والارشاد بھی ایک نئی چیز ہے۔ حضرت مولانا نے یہ شعبے قائم فرمائے ہیں اپنی نظیر آپ ہیں ان میں فارغ التحصیل علماء وفضلاء کی تربیت علمی ہوتی ہے اور ان کو رسوخ فی العلم نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں اور اس دینی جامع درس گاہ کو اور ترقی عنایت فرمادیں۔

منجملہ ان خدمات دینیہ کے حضرت کا ختم نبوت کے سلسلہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور دانشوروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور اہل اسلام کے متفقہ مطالبہ (مرزائیت کی اقلیت) کو منظور کرانا ہے اس سلسلہ میں آپ نے جو سفر فرمائے اور ختم نبوت کے کارکنان اور مبلغین کی سرپرستی فرمائی اور ظفر اللہ قادیانی نے تمام عالم اسلام کے اندر جو زہر پھیلایا حضرت شیخ الاسلام نے مبلغین ختم نبوۃ کے ذریعہ ان کا تعاقب کرکے ان تمام برے اثرات کو کافی حد تک زائل کیا۔ شکر اللہ مساعیہ وبارک فیہا اب یہ ذمہ داری تمام اہل اسلام پر ہے کہ اس مشن کو اور بڑھائیں اور ترقی دیں تاکہ اس فتنہ کا استیصال ہوجائے۔

اس کے علاوہ پرویزیت انکار حدیث اور الحاد اور خود رائی خصوصاً دینی معاملات میں آزاد فکر کا تدارک ماہنامہ "بینات" کے ذریعہ خوب اور اعلیٰ علمی انداز سے کیا۔ بصائر وعبر کے مقالات اگر جمع کرکے شائع کئے جائیں تو مناسب ہوگا۔ اسلامی مشاورتی کونسل میں آپ نے جو کام شروع کیا اگرچہ وہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، لیکن اس کی بنیادی لائنیں اور ابتدائی خطوط متعین ہو چکے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام مطمئن تھے۔ اب انہیں بنیادوں پر اس عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا کام باقی ہے۔ جو صرف اراکین کونسل کے ہی نہیں بلکہ پوری امت کے ذمہ قرض ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عنایت فرمائیں۔ تاکہ ہم اس سے جلد سبکدوش ہوں۔ آخر میں یہ دعا پیش کی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ الاسلام کے احسانات عظیم کا بدلہ ادا کرنا سوائے اس دعا کے مشکل ہے۔ مجھے آپ نے اجازت حدیث خصوصی تمام اسانید کے ساتھ عطا فرمائی تھی۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واجعل قبرہ روضۃً من ریاض الجنۃ وادخلہ الجنۃ بغیر حساب۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا من بعدہٖ وارزقنا من علومہٖ وبرکاتہٖ حظاً وافراً آمین۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

ہمارے پانچویں امیر قدس سرہٗ العزیز

مولانا محمد شریف جالندھری ملتان

خاندان شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری الحسینی الکاظمی سادات میں سے ہیں۔ آپ کے جدِ امجد حضرت سید آدمؒ جنہیں صاحب نزہۃ الخواطر نے الشیخ العارف الولی الکبیر تحریر فرمایا ہے۔ غزنی سے ہندوستان میں تشریف لائے۔ مغل شہنشاہ شاہجہان کا زمانہ تھا۔ اس وقت کے علماء و اولیاء کے طرز تبلیغ پر عمل فرماتے ہوئے آپ نے ہندوؤں اور سکھوں کے گڑھ ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں "چھت بنور" کو منتخب فرمایا۔ اس گاؤں کی نسبت سے مولانا سید آدمؒ بنوری کہلائے اور یوں عظیم بنوری خاندان کی ابتداء اس کفر گڑھ سے ہوئی۔ سید صاحب نے اس قصبہ میں دعوت و تبلیغ کا مرکز قائم کیا۔ اوراد و وظائف کے لئے خانقاہ قائم کی۔ صاحب نزہۃ الخواطر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ چار لاکھ انسانوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جن میں سے ایک ہزار آدمیوں نے علم و معرفت سے وافر حصہ پایا۔ ایک ہزار آدمی یومیہ حضرت کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار باون ہجری میں حضرت سید آدم بنوری عازم لاہور ہوئے تو دس ہزار علماء و مشائخ حضرت کے شریک سفر تھے۔ تب شاہجہان لاہور میں تھے۔ موصوف کی یہ عظمت و جلال دیکھ کر سعد اللہ خان کی شکایت پر شاہجہان نے حضرت کے متعلق ملک بدر ہونے اور حرمین شریفین چلے جانے کے احکام صادر کئے۔ روایت ہے کہ اس حکم کے بعد شاہجہان کو خواب میں تنبیہ ہوئی کہ "سلطنت خود را برباد کردہ" پشیمان ہوا۔ واپسی کے لئے کوشش کی۔ حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کی۔ ایک ہزار ترپن ہجری میں واصل بحق ہوئے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفن بنا۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں حضرت سید آدم بنوریؒ کی عظمت کا ذکر فرمایا ہے۔ مولانا بنوری قدس سرہٗ کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لیکر مولانا محمد یوسف بنوریؒ تک اس خاندان کی کوئی ایسی پشت نہیں گزری۔ کہ وہ صاحب علم و عمل نہ ہو۔ حتیٰ کہ امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ جو ہندوستان میں علم حدیث و تفسیر کے بانی ہیں۔ آج ان کے خاندان میں علم دین باقی نہیں اور حضرت آدم بنوریؒ کے خاندان کے فرد وحید استاذ العلماء مولانا محمد یوسفؒ آج ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ اسی دوام علم و فضل کی وجہ سے حضرت سید سلیمان ندوی قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ بنوری خاندان کو علوم اسلامیہ میں نسبت خضری حاصل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مرحوم کے ورثاء کو علم دین کی نعمت سے نوازے اور یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے۔ حضرت مولانا سید محمد ایوب بنوری پشاور حضرت مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحب بہاولپور اور بہت سے علماء اس خاندان بنوری کے برگ و بار ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما جناب سید مخدوم شاہ بنوریؒ بھی اسی عظیم خاندان سے متعلق تھے۔

تلمذ ہمارے ممدوح شیخ بنوریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا محمد زکریا مرحوم اور دیگر علماء افغانستان سے کابل میں حاصل کی۔ اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور وہاں اکابر علماء دیوبند بالخصوص امام العصر خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ علماء دیوبند کو اسلامی ہند میں خدمت دین کا بہت عظیم حصہ ملا۔ علمی لحاظ سے اندرون و بیرون ملک مدارس عربیہ کا قیام۔ روحانی تربیت، خانقاہی سلسلہ۔ عظمت دین اور باطل کے خلاف جدوجہد کا سلسلہ میں اندرون و بیرون ملک جیلوں کی برس ہا برس کی زندگی ان حضرات کی خدمات جلیلہ کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل حضرات دنیا اسلام کو لاکھوں کی تعداد میں روشن کئے ہوئے ہیں۔ بالخصوص حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ کی علم، فضل اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی روح سے بہت فیض ہوا۔ ان کے تلامذہ ارشد نے علمی دنیا میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ کہ عرب و عجم سے علمی تفوق کی سند حاصل کی۔ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک۔ مولانا عبدالمنانؒ۔ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی جو کمالات علمی و عملی میں مشہور ہوئے۔ ان سب میں ہمارے حضرت بنوری قدس سرہٗ کو شیخ کی قربت اور فیضان کا خاص مقام حاصل تھا۔ اور وہ اس دور میں اپنے شیخ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ بنوری خاندان کے نوجوان میں علامہ کشمیری قدس سرہٗ کے نفس قدسی نے عشق نبی کی وہ روح پھونکی۔ کہ اس کے بعد بنوری نوجوان سے علم و فضل اور عشق نبی کے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔ حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ کو مسئلہ ختم نبوت سے خاص اعتنا تھا۔ انہوں نے اگر اپنے حلقہ تلامذہ کے علاوہ شاعر اسلام حضرت علامہ اقبالؒ اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بطور خاص تردید مرزائیت اور حفاظت علم ختم نبوت پر مقرر فرمایا۔ تو اپنے ہزاروں تلامذہ میں تردید مرزائیت اور عظمت ختم نبوت کی وہ روح پھونکی۔ کہ ان کے تلامذہ کی اس محاذ پر دھاک بیٹھ گئی

اور بالآخر حضرت بنوری قدس سرہ کے دور میں یہ شجر خبیثہ رنج و بن سے اکھاڑ پھینکا گیا۔ اب نصاریٰ کا اس پر وہ پودے کی جڑ بھی زمین سے ابھر رہی ہے اور اہل عارضی شادابی اس کی شادابی میں مصروف ہے۔

سلسلۂ تلامذہ

مادر علمی سے فیض یاب ہو کر بنوری خاندان کا یہ چشم و چراغ اب خود زمرۂ اساتذہ میں داخل ہوتا ہے۔ دار العلوم دیوبند کے بعد اپنے شیخ حضرت کی ہمراہی میں ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ٹنڈو اللہ یار میں اور آخر میں مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی میں علوم اسلامیہ بالخصوص علم حدیث کی وہ خدمت انجام دی۔ کہ امت مسلمہ میں ایسی مثالیں کم ملتی ہیں۔ نیو ٹاؤن کراچی کا مدرسہ عربیہ، آج اسلامی دنیا کی عظیم تر یونیورسٹی ہے۔ ۔۔۔ ممالک کے طلباء فیض علمی حاصل کر رہے ہیں۔ اسلامی ممالک لاہور سے واپسی پر حضرت امیر شریعتؒ کی عیادت کے لئے ملتان اترے، بہت سے عرب علماء و شیوخ ہمراہ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ امیر شریعت کے مکان، مدرسہ قاسم العلوم، مدرسہ خیر المدارس جاتے وقت عرب علماء و غیرہم طالب علموں کی طرح پیچھے پیچھے ہیں۔ اور یا شیخ یا استاذ کہہ کر باتیں کرتے ہیں۔ علماء مصر بھی بہ فضیلت الشیخ افریقی و عرب ممالک کے سفر میں حاصل رہتی تھی۔ دنیا بھر کے علماء اسلام حدیث و تفسیر کے مشکل مقامات کے حل کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ مدرسہ میں صفائی و پاکیزگی کا وہ عالم کہ بیرون مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن شاید و باید۔ اساتذہ کرام و طلباء عزیز کے چہروں پر ایسی ایمان کی نورانیت۔ علم و فضل کی روشنی۔ اطمینان و سکون کہ دیکھنے والے کو رشک آتا ہے۔ یا تا سب کروڑوں کے خرچ سے مدرسہ کی بلند و بالا عمارت۔ لاکھوں کا ماہانہ میزانیہ۔ اور یا للعجب نہ مدرسہ کی مالی امداد کے لئے سفیر نہ چندہ جمع کرنے کے لئے جلسہ، نہ اشتہار نہ اپیل اور شیخ کا ہنستا مسکراتا نورانی چہرہ مالی اور مادی فکر کی پرچھائیں جس کے قریب سے بھی نہیں گذریں۔ فرماتے ہیں کہ ہم خدائی خزانوں کے مالک ہیں۔ اپنی تمام ضرورتیں مخلوق کی بجائے خالق سے عرض کرتے ہیں۔

مجلس سے وابستگی

یوں تو شیخ کشمیری کی تربیت، خاندانی اثرات، عشق مصطفیٰ کے باعث عنفوان شباب سے ہی مرزائی ارتداد کے خلاف کام ان کی طبیعت ثانیہ تھی، حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد صاحب اواخر ۱۹۶۹ء میں واصل بحق ہو گئے۔ تو جماعت کے بانی و روح رواں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کراچی حاضر خدمت ہوئے اور جماعت کی امارت کے لئے عرض کیا۔ ان کی جوہر شناس طبیعت نے جواب دیا۔ کہ آپ کی موجودگی میں کسی امیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت جالندھری مرحوم جو نام کی بجائے کام پر یقین رکھتے تھے، امارت کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن حضرت بنوری نے امارت کے لئے مجبور کر دیا اور خود مجلس شوریٰ کی رکنیت قبول فرمائی۔ شوریٰ کے پہلے اجلاس میں، ملتان دفتر ختم نبوت میں تشریف لائے۔ سرفروشوں کی ایسی جماعت جو ہر وقت پھانے اور نئے نصاریٰ (انگریز و مرزائی) سے برسرپیکار رہی۔ اور مدت العمر دفاتر کا کرایہ بھی بروقت ادا نہ ہوتا رہا۔ اس کے بزرگوں نے ملتان میں زر خرید اراضی پر بلند و بالا دفتر کی ملکیت عمارت کھڑی کر لی۔ جو بلا شک و شبہ حضرت جالندھری قدس سرہ کی شبانہ روز انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ ملتان دفتر کی تشریف آوری پر جب حضرت بنوری نے سربفلک ختم نبوت کے دفتر کو دیکھا۔ تو اظہار مسرت کے بعد فرمایا کہ آپ کی عمارت سنت خیر الانام کے خلاف ہے۔ ہم لوگ حیران ہوئے۔ تو فرمایا کہ سنت مسجد کی تعمیر پہلے آبادی بعد۔ آپ نے عمارت تو تعمیر کر لی لیکن مسجد نہیں۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مدینہ کے وقت مسجد پہلے بنائی تھی۔ اصرار فرمایا۔ کہ مسجد کے لئے اراضی تو قلت سرمایہ کے ذکر پر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔ آپ جگہ خرید لیں۔ اس کی قیمت میں دوں گا۔ اللہ تعالیٰ تعمیر کا انتظام بھی فرما دیں گے۔ کوشش شروع ہوئی۔ لیکن مشیت ایزدی میں یہ کار خیر کسی بعد کے وقت کے لئے متعین تھا۔ مولانا جالندھری اور مولانا لال حسین کی امارت میں حضرت بنوریؒ کے مشورہ سے ہی سارے امور طے ہوتے رہے۔

امارت مرکزیہ

مولانا لال حسین صاحب مرحوم کی رحلت کے بعد وہ شیخ بنوری جنہوں نے امارت مرکزیہ کے لئے مولانا جالندھری اور مناظر اسلام کی درخواست کو شرف پذیرائی نہ بخشا تھا۔ کہ ان کے خیال میں ہر دو مرحومین کے کام و صلاحیت پر شیخ کو مکمل یقین تھا۔ ان کی رحلت کے بعد جب دیکھا کہ اب ان چھوٹوں میں کوئی ایسا بڑا نہیں جس پر سب مطمئن ہوں۔ تو اپریل ۱۹۷۴ء کی میٹنگ ملتان میں خود ہی تشریف لائے۔ اور حالات کا جائزہ لیکر امارت قبول فرمائی۔ تب بھی ہمیشہ کے رفیق سفر سردار میر عالم لغاری ہمراہ تھے۔

تحریک ۱۹۷۴ء

امارت کو ابھی دو ماہ بھی نہ گزرے تھے۔ ربوہ کے واقعہ فاجعہ کے بعد ملک میں مرزائیوں کے خلاف ملک گیر تحریک شروع ہوئی۔ تحریک کے مفصل حالات کے بیان کا یہ مضمون متحمل نہیں۔ تمام فرق اسلامیہ نے بالاتفاق حضرت شیخ بنوری کی امارت اور جناب علامہ محمود رضوی کی نظامت پر صاد کیا۔ اور ۹۰ سالہ مسئلہ ۳ ماہ کی ملک گیر تحریک کے باعث اس حکومت کے ذریعہ طے پا گیا۔ کہ جو حکومت دن رات غلامان ختم نبوت پر تشدد و دار و گیر کے پروگرام طے کیا کرتی تھی۔ شیخ بنوریؒ نے بے پناہ جذبہ ملی کے ساتھ تحریک کی رہنمائی فرمائی۔ جملہ مرکزی مصارف خود اپنی ذات یا جماعت تحفظ ختم نبوت کے بیت المال سے ادا فرماتے۔ بندہ نے جب جتنی رقم مصارف کے لئے طلب کی مسکراتے ہوئے اسی وقت ادائیگی فرما دی۔ تحریک کی کامیابی کے لئے ان کے رہنما اصول تین تھے۔

(۱) تعلق باللہ (۲) اندرون ملک جانفشانی سے جد و جہد۔ (۳) سربراہان اسلامی ممالک سے رابطہ۔ بندہ تمام ملکی اسفار حضرت کی اردلی میں رہا۔ جسمانی لحاظ سے ہم لوگ ابھی حضرت سے توانا تھے۔ سارے دن کا سفر میٹنگ کی مصروفیت ڈاک کے جواب۔ بالخصوص ایک ہفتہ میں ملت اسلامیہ کا موقف صفحات دو صد، انتظام میں شب و روز کی مصروفیت تھی۔ حضرت والا کہیں ہوں۔ میٹنگ کی مصروفیت یا جلسہ عام کی رات کے کسی حصہ میں فارغ ہوں۔ تین بجے وہ بہر حال اپنے رب کے سامنے سربسجود ہیں۔ اوراد و وظائف تلاوت کلام پاک کا مشغلہ جاری ہے۔ اور امت مسلمہ کے غم میں ان کی آہ و زاریاں قابل رحم ہیں۔ ربوہ کے واقعہ فاجعہ نے جب میدان عمل کی دعوت

وہی تو مسندِ حدیث کا گوشہ نشین اپنے زاویہ سے اٹھا اور اسکی جولانگاہ خیبر، کراچی، کوئٹہ، پشاور، لاہور ہے ٹانگوں سے معذور ہیں چلنے پھرنے میں دقت ہے۔ لیکن ایک جذبہ ہے۔ جو شیخ وقت کو بیقرار لئے پھرتا ہے۔ پھر اسی مصروفیت سے وقت نکال کر حرم مکہ میں پہنچتے ہیں۔ سلطان فیصل کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ عشقِ رسول اور اعداءِ اسلام کی کارروائیوں کے باعث دونوں بزرگ اشکبار ہیں۔ شاہ فیصل فرما رہے ہیں۔ کہ یا شیخ میں اپنی مساعی تحفظ ختم نبوت کے لئے اور غداران ختم نبوت کی سرکوبی کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس سفر مبارک میں تمام دنیا اسلام کے علماء سے رابطہ قائم کرکے ان کی حکومتوں کو مسئلہ کے حل کے لئے آمادہ فرماتے ہیں۔ تا بہ حدیکہ مسئلہ اصولی طور پر حل ہو جاتا ہے۔ مرزائی سرکے بل قعر مذلت میں جا گرتے ہیں۔ اور عامۃ المسلمین اس کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ تب مجلس عمل، مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مدرسہ عالیہ عربیہ نیوٹاؤن اپنے اللہ کے دربار میں سربسجود ہیں۔ اور شکر گذار ہیں۔ اس فیصلہ کے فوراً بعد یورپ کا سفر کرتے ہیں۔ ختم نبوت کے دفتر ہڈرسفیلڈ میں کئی دن قیام ہوتا ہے۔ تبلیغ دین کی راہیں متعین کرتے ہیں۔ ہڈرسفیلڈ کا دفتر حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب نے خرید کیا تھا ارشاد ہوتا ہے۔ کہ یہ جگہ تبلیغ کے لئے کافی نہیں۔ فوری انتظام وسیع قطع اراضی کا ہو کہ تعمیر شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں امداد کرنے والوں اراضی وقف کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس دورہ سے فارغ ہونے کے بعد تمام عالم اسلام اور افریقی اور ساحلی ممالک میں فیصلہ ۷۴ء کی تشہیر کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اور اکثر ممالک میں اس فیصلہ کی روشنی میں مرزائی ارتداد کے متعلق فیصلے کراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی جمیلہ کا اجر اس مرحوم کو عطا فرمائے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت نے حضرت شیخ بنوری کی مختصر امارت جو تین سال چھ ماہ آٹھ دن پر حاوی ہے۔ بے مثال ترقی کی۔ نزہۃ الخواطر میں تحریر ہے کہ حضرت کے جد امجد مولانا سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں الحاج خضر الروغانی سے دو ماہ قیام کر کے کسب فیض کیا۔ اور انہی کے حکم سے ریاست پٹیالہ کی رہائش اختیار فرمائی۔ دیکھئے ساڑھے تین سو سال بعد اسی ملتان میں آدم بنوری رح کا یہ وارث و جانشین عالمی تبلیغ کے لئے ایک عظیم جامع مسجد۔ دار المبلغین و ادارہ کے لئے نصف کروڑ کے خرچ سے عظیم عمارت کا انتظام فرماتے ہیں۔ یہ عمارت اب تکمیل کے درجہ میں ہے۔ اسلام آباد کا دفتر خرید کیا گیا۔ ربوہ میں ۹ کنال اراضی پر لاکھوں کے خرچ سے مسجد و مدرسہ کی عمارت شروع ہے۔

الوداع

اواخر شعبان سنہ ۹۷ھ میں مجلس شوریٰ کے آخری اجلاس میں ملتان تشریف آوری ہوئی۔ کسے خبر تھی کہ یہ حضرت کی آخری تشریف آوری ہے۔ ایجنڈا کی کارروائی سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کہ ختم نبوت کے فنڈ اگر کسی جگہ خیانت ہوئی تو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدعی ہوں گے۔ اور فرمایا کہ شوال کے بعد اپنے نئے امیر کا سوچ لیجئے۔ میں اب تھک چکا ہوں۔ ذی قعدہ کی پہلی تاریخوں میں اسلامی کونسل کے اجلاس اسلام آباد میں شریک تھا کہ دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا۔ احقر اطلاع پر پنڈی پہنچا۔ ہسپتال میں داخل تھے۔ ملاقات قطعاً بند تھی۔ زیارت کی کوئی صورت نہ ہوئی۔ ۳ ذی قعدہ سنہ ۹۷ھ صبح ۱۰ بجے ہسپتال سے باہر اس وقت قدم بوسی نصیب ہوئی جب کہ حضرت واصل بحق ہو چکے تھے۔ اور ان کی عشق نبوی سے سرشار روح دربار الٰہی میں حاضر ہو چکی تھی۔ سفر آخرت بھی دین کے کام اور پاکستان میں نظام اسلام کی راہیں متعین کرنے کے لئے گھر سے باہر پیش آیا۔ اور جب کوئی ان کا عزیز یا خادم حاضر خدمت نہ تھا حضرت تھے۔ دین کے لئے ان کی بیقراریاں اور اللہ رب العزت کے انعامات۔

اسی شام بذریعہ جہاز حضرت کا وجود مقدس کراچی پہنچا۔ خادم کراچی کے ہوائی اڈا پر موجود تھے اور وہ ہمیشہ کے استقبال کے خلاف معانقہ و مصافحہ کی بجائے تابوت مقدس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ سوائے سسکیوں کے کوئی آواز نہ تھی۔ مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کے جنوبی مینار کے ساتھ نیم کے درخت تلے محو خواب ہیں۔

اس مادی دنیا کو اس کے کوائف کو روحانی دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً آج بھی حضرت قدس سرہٗ کا روحانی فیض جاری و ساری ہے۔ اللہ پاک ان کے مدارج میں ترقی عطا فرمائے۔ صاحبزادے علم و فضل میں اپنے اکابر کے جانشین ہوں۔ اور ان کے باقیات مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو خلوص و للہیت کے ساتھ مسبب الاسباب نہ صرف قائم رکھیں بلکہ ترقی عطا فرمائے۔

مفتی سیاج الدین کاکاخیل
ممبر نظریاتی کونسل پاکستان

یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوسُفَ

ہائے افسوس "یوسف" پر

مصائب۔ لاکھ ہوں، پر "دل" کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

یا ایتہا النفس اجملی جزعا — فانّ ما تحذرین قد وقعا

حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ جو ۱۹۰۶ء میں اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے تھے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں سوا پانچ بجے واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس دنیا میں ہر آنے والا ایک نہ ایک دن ضرور یہاں سے جانا بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ لیکن بعض جانے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے چلے جانے سے فضا میں تاریکی پھیلتی ہے۔ دل گھبرانے لگتے ہیں۔ ہر ایک صدمہ اور درد محسوس کرتا ہے۔ اور جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جائے۔ ایک اضطراب اور بے چینی اور وحشت کی کیفیت نظر آتی ہے۔ حضرت بنوری قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ اچانک حادثہ بھی کچھ اس نوعیت کا تھا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے میں بھی اسلام آباد حاضر ہوا تھا اور حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ۱۲ اکتوبر کی صبح کو کراچی سے تشریف لائے تھے۔ ۱۳ اور ۱۴ اکتوبر کو دونوں وقت کے اجلاسوں میں شرکت فرمائی۔ اور مختلف مسائل و تجاویز میں اپنی حکیمانہ اور عارفانہ آراء سے ارکان کونسل کو مستفید فرمایا۔ ان کے علم و فضل اور سیرت و کردار کی بلندی اور وجاہت کی بناء پر کونسل میں ان کی عظمت واہمیت سب سے بڑھ کر نمایاں تھی اور ان کی رائے اور تجویز کی وقعت مسلم تھی۔ ۱۴ کو رات دس بجے میٹنگ سے فارغ ہو کر وہ اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اور میں بھی اپنے مستقر چلا گیا۔ رات گذار کر صبح آٹھ بجے میں راولپنڈی آیا۔ پروگرام یہ تھا کہ ۱۱ بجے ادارہ تحقیقات اسلامیہ جا کر وہاں کا معائنہ کیا جائے گا۔ مولانا ظفر احمد انصاری، جناب خالد اسحاق صاحب اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی معیت میں جب کونسل کے دفتر میں ۱۱ بجے پہنچا تو دوسرے ارکان تو تشریف لائے ہوئے تھے مگر حضرت مولانا تشریف فرما نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے بغیر محفل کی رونق نہیں تھی اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا مولانا رح ابھی تشریف نہیں لائے ان کا انتظار کر کے ادارہ میں جانا چاہیے۔ جناب محمد افضل چیمہ صاحب نے فرمایا کہ اطلاع آئی ہے کہ مولانا کچھ بیمار ہیں بہ تفصیل ان کو بھی معلوم نہیں تھی کہ بیماری کی نوعیت کیا تھی۔ سب نے بس یہی سمجھا کہ کچھ معمولی سی طبیعت کی خرابی ہو گی جس کی وجہ سے انہوں نے ادارہ میں جانا ملتوی کر دیا ہو گا ہم سب ادارہ تحقیقات اسلامیہ گئے اور ۲ بجے وہاں سے واپسی ہوئی۔ جناب محمد افضل چیمہ صاحب نے اپنی کار میں مجھے ایم این اے ہوسٹل تک پہنچایا جہاں ہمارا قیام تھا۔ میں کار سے اترا تو مولانا رح کے صاحبزادے عزیزم مولوی سید محمد بنوری سلمہ اللہ تعالیٰ مجھے لپک کر اور روتے ہوئے ملے اور کہا کہ والد ماجد کو سخت تکلیف ہو رہی ہے دل کا دورہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے فوراً جناب چیمہ صاحب کو جو مجھے اتار کر واپس جانے والے تھے آواز دی۔ وہ کار سے اترے اور ہم دونوں مولانا رح کے کمرے میں گئے۔ اس وقت اضطراب کی کیفیت تھی۔ بار بار فرماتے تھے مجھے کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی۔ فرماتے تھے زیادہ تکلیف گلے سے اوپر ہے۔ کبھی فرماتے کہ غالباً ریاح غلیظ کا انعکاس ہو گیا ہے۔ پیشانی پر پسینہ آتا رہا اور خود کپڑے سے پونچھتے رہے۔ چیمہ صاحب نے پولی کلینک جا کر ڈاکٹر سے بات کی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ صبح آٹھ بجے جب ان کو دورہ پڑا تھا تو یہاں میرے پاس تشریف لائے تھے میں نے تشخیص کر کے عرض کیا تھا کہ آپ یہاں داخل ہو جائیں مگر انہوں نے ہسپتال میں داخل ہونا پسند نہیں فرمایا۔ میں نے دوا لکھ کر دی تھی شاید یہ پھر دوسرا حملہ ہوا ہے آپ ان کو یہاں لے آئیں میں ایمبولینس بھیج رہا ہوں۔ چیمہ صاحب نے واپس آکر مجھے اور دوسرے ان سب حضرات کو جو حضرت مولانا رح کے متعلقین و معتقدین تھے اور وہاں جمع ہو گئے تھے یہ ساری بات سنائی لیکن مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ علاج کے لئے سی ایم ایچ اچھا رہے گا۔ چیمہ صاحب نے جنرل چشتی صاحب سے فون پر بات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ سی ایم ایچ کو میں اطلاع دے رہا ہوں آپ فوراً مولانا کو وہاں پہنچا دیں۔ اس وقت آپ نہایت تکلیف میں تھے بدن بہت ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اور پسینہ بہت زیادہ آ رہا تھا۔ ایمبولینس میں وہاں پہنچایا اور تقریباً ۴ بجے ہسپتال کے عملہ نے ان کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اور ہسپتال کے ضابطہ کے مطابق کوئی بھی اندر ان کے ساتھ رہ نہیں سکتا تھا۔ ۱۶ کو ہم وہاں رہے۔ ۱۶ کو ۸ بجے عشاء کے وقت میں نے کونسل کے دفتر سے فون کر کے عزیزی محمد بنوری سے پوچھا کہ مولانا کا کیا حال ہے۔ انہوں نے تسلی بخش جواب دیا۔ رات ۱۲ بجے ہماری میٹنگ ختم ہوئی۔ میں راولپنڈی آیا اور پاکیزہ ہوٹل میں رات بسر کی۔ صبح آٹھ بجے حضرت مولانا کی بیمار پرسی کے ارادہ سے سی ایم ایچ گیا۔ وہاں جا کر بالکل سناٹا ہے۔ معلوم ہوا تھا کہ حضرت مولانا رح کے رشتہ دار اور دوسرے متعلقین و معتقدین صبح سویرے حالات معلوم کرنے کے لئے ہسپتال آتے ہوتے ہیں مگر مجھے کوئی نظر نہیں

آیا۔ میں نے اپنی قلبی خواہش کے مطابق یہ توجیہ کی کہ شاید مولانا صحت یاب ہو کر اُن کے ساتھ واپس مولانا سعید الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں تشریف لے گئے ہیں اور دل کے اندر ایک خوشی محسوس کی۔ اتنے میں باہر سے ایک مریض کو اندر داخل کرنے کے لیے دروازہ کھلا اور ہسپتال کی ایک نرس سامنے آئی اور میں نے دیکھا کہ ۱۵ اکتوبر کو ۴ بجے مولانا کو جو بستر دیا گیا تھا وہ خالی ہے۔ تو قلبی آرزو اور طبیعت کی خواہش کے مطابق حضرت مولانا کی صحت ہی کا تصور کر کے اپنی توجیہ اور موکد کر دی کہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت صحت یاب ہو کر تشریف لے گئے ہیں اور اس دل خوش کن اور روح افزا خبر سننے ہی کے ارادہ سے میں نے اُس نرس سے پوچھا کہ کراچی والے مولانا بنوری جو پرسوں داخل کیے گئے تھے وہ کہاں چلے گئے۔ اُس نے ہسپتال کی زبان میں فوراً کہا۔ کہ اُن کا تو آج صبح سوا پانچ بجے ڈیتھ ہو گیا ہے۔ الفاظ سن کر اس کا مطلب تو میں سمجھ گیا۔ مگر چونکہ دل کسی طرح بھی اس خبر کے ماننے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے میرے دل نے فوراً کہا کہ یہ غلط کہہ رہی ہے۔ وہ سوا پانچ بجے واقعۃً انتقال کر چکے ہوتے تو سوا آٹھ بجے تک یہاں اُن کے عشاق اور جان نثاروں کا ہجوم ہوتا۔ اس فضا میں ایسی خاموشی کہاں ہو سکتی تھی یہاں تو سسکیاں ہوتیں اور رونے کی آوازیں۔ فزعت فيه بآمالی الی الکذب

اُس نے تو دروازہ بند کر دیا۔ میں صحت یابی کی مسرت افزا خبر سننے کی خاطر ہسپتال میں کسی اور کو تلاش کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک ایمبولینس کے پاس سفید کپڑوں میں ایک نوجوان کھڑا ہے۔ اس سے پوچھا۔ اُس نے تفصیل کے ساتھ بات بتا دی۔ کہ سوا پانچ بجے اُن کی وفات ہوئی ہے ہم نے جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر فون کیا۔ مگر معلوم نہیں کہ فون خراب تھا یا کسی نے اُٹھایا نہیں اس لیے اُن کو اطلاع نہ ہو سکی۔ اب ہم نے فوجی ہیڈ کوارٹر میں اطلاع کر دی ہے۔ اور مولانا کو اپنے اس بستر سے دوسری جگہ لے کر رکھا ہے۔ اُس نے خبر اس تفصیل و یقین کے ساتھ سنا دی کہ میری توجیہ و تاویل کے سارے بند ٹوٹ گئے اور اس حادثہ فاجعہ اور سانحۂ کبریٰ کو ماننے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ اور آنسو جاری ہو گئے۔

حتّٰی اذا لم یدع لی صدقہ املا — شرقت بالدمع حتی کاد یشرق بی

نُعِی لِی ابو المقدام ما سوّد منظری — مِن الارض واستکّت علیّ المسامع

واَقبل ماءُ العین من کلّ زفرۃٍ — اذا وردت لم تستطعها الاضالِعُ

غم و اندوہ کا لاوا پھوٹ پڑا اور حزن و ملال کا ایک سیلاب امڈنے لگا۔ طبیعت بے قابو ہو گئی۔ مگر اس اضطراب و بے چینی کے عالم میں آیات کریمہ کی طرف توجہ ہو گئی ——— اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانّا اليه راجعون. کے ارشادِ خداوندی کا استحضار ہوا۔ بار بار انا لله وانا اليه راجعون کا ورد معانی کو ذہن میں حاضر کر کے شروع کیا۔ اتنے میں دیکھا کہ جناب سردار میر عالم خان لغاری صاحب تشریف لے آئے دور سے دیکھا تو اُن کا چہرہ غمزدہ اور پژمردہ تھا۔ علیک سلیک ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے عیادت ہی کے خیال سے آئے تھے اور انہوں نے یہ غم انگیز و صبر شکن خبر پہلے سنی تھی مگر وہ اعزہ و احباب کو اطلاع دینے کے لیے گئے تھے مگر اُن میں سے کوئی نہیں ملا۔ وہ حضرات صبح سے دل کے امراض کے خصوصی ماہر ڈاکٹر ذوالفقار صاحب کی تلاش میں نکلے ہیں کہ مولانا کا علاج اُن سے کرایا جائے اور وہ شاید ڈاکٹر صاحب سے ملاقات نہیں کر سکے اور اُن کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد جناب افضل چیمہ صاحب فوجی ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملنے پر تشریف لے آئے۔ اور شہر کے علماء اور مدارس عربیہ کے طلبہ اور دوسرے معتقدین کی آمد شروع ہوئی۔ جہاں حضرت مولانا کا جسد مبارک ایک علیحدہ کمرے میں رکھا گیا تھا ہم وہاں گئے۔ اور پلنگ پر آپ کو آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا ہوا دیکھ کر بے اختیار جی بھر آیا۔ اور طبیعت کی کچھ ایسی کیفیت ہوئی کہ جذبات رنج و غم کی شدت نے میرے حافظے کو تیز کیا اور کبھی کے پڑھے ہوئے اور یاد کیے ہوئے اشعار یاد آنے لگے۔

علیك سلام الله قیس بن عاصم — ورحمتہ ما شاء ان یترحما

تحیۃَ من غادرتہ غرض الردیٰ — اذا زار عن شحط بلادك سلّما

اور اس کے بعد وہ مشہور و متبذل شعر جو شاعر کی قلبی دردمندی کی صحیح ترجمانی کی بنا پر ایک بقائے دوام حاصل کر چکا ہے۔ اور حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیتوں کی مفارقت کے موقع پر اس کا پڑھنا ایک اظہارِ حقیقت اور امرِ واقعہ کا بیان ہے بار بار پڑھتا رہا

فما کان قیس ھلکہ ھلك واحدٍ — ولکنہ بنیان قومٍ تھدّما

اس شعر کے دہرانے کے ساتھ ساتھ ذہن میں اس لفظ قوم کے وسیع معانی تازہ ہو رہے تھے۔ یہ قیس بن عاصم، جو اس وقت یوسف بن زکریا ہے جدا ہوا تو پوری قوم کی عمارت منہدم ہو گئی۔ قوم سے مراد پوری مسلمان قوم بھی ہے۔ قوم سے مراد پاکستانی مسلمان قوم بھی ہے۔ قوم سے مراد علماء کرام کی جماعت بھی ہے، قوم سے مراد مدارس دینیہ کے طلبہ بھی ہیں۔ قوم سے مراد مجلس عمل بھی ہے۔ قوم سے مراد مجلس تحفظ ختم نبوت بھی ہے۔ قوم سے مراد جمعیۃ وفاق المدارس العربیہ بھی ہے۔ اور قوم سے مراد جمعیۃ علمائے اسلام بھی ہے اور قوم سے مراد اسلامی نظریاتی کونسل بھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر عمارت میں کچھ دراڑ پڑ گئی۔ اور مولانا کے چہرۂ انور پر نظر ڈال کر کہنا پڑا۔

فان تك قد فارقتنا وترکتنا — ذوی خلّۃ ما فی انسداد لھا طمع

مشہور اردو شاعر جگن ناتھ آزاد نے حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا اس کے چند شعر حافظہ میں تازہ ہو گئے مقتضی الحال کے مطابق اور قلبی واردات و جذبات کی ترجمانی کے لیے مناسب جان کر ایک طرف ہو کر گنگنانے لگا۔

جس کا دھڑکا تھا بالآخر وہ گھڑی بھی آگئی — وہ جو آئی کہ بزمِ زندگی تھرا گئی
روشنی جس کی حریمِ روح کو چمکا گئی — ظلمتِ مرگ اس ستارے کو بھی آخر کھا گئی
جس سے روشن اپنے بیگانے تھے منور تھے ایاغ — بجھ گیا، وہ علم کا، حکمت کا، دانش کا چراغ
اے غلاموں کا ابر، گہر مالے والے الوداع — آگ سی الفاظ میں برسانے والے الوداع
خود تڑپ کر بزم کو تڑپانے والے الوداع — اے جگا کر ملک کو سو جانے والے الوداع

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اتنے میں عزیزم محمد بنوری اور قاری سعید الرحمٰن صاحب وہاں پہونچ گئے۔ محمد بنوری شدتِ غم سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ ہم سب اس نوجوان عزیز کو سہارا دینے اور صبر و استقامت کی تلقین کرتے تھے مگر حقیقت تو یہ تھی کہ اس کی دنیا اجڑ گئی تھی، غم کا پہاڑ اس نوجوان ناتوان پر آ پڑا تھا۔ حضرت مولاناؒ کے خواہر زادہ اور داماد عزیزم خالد بنوری بھی بہتے ہوئے آنسوؤں کے سیلاب کو اپنی جلادت اور صبر و استقامت سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا مگر بے قابو ہو کر آنسو بہا رہا تھا۔ اس وقت ہسپتال میں تمام حاضرین کو جو کیفیت تھی الفاظ میں اس کا نقشہ نہیں کھینچا جا سکتا۔ اور یہ کیفیت کیوں نہ ہوتی، جب کہ

آنچہ من گم کردہ ام، گر از سلیمان گم شدے — ہم سلیمان، ہم پری، ہم اہرمن بگریستے

والی صورت حال پیش آئی تھی۔ جنازہ کہاں پڑھا جائے۔ تدفین کہاں ہو اس کے لئے اہلِ کراچی سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے جناب پیر صاحب فون پر کراچی والوں سے مشورہ اور فیصلہ کرنے کے لئے حضرت مولاناؒ کے بہنوئی مولانا محمد ایوب جان صاحب بنوری، مولاناؒ کے داماد اور خواہر زادہ عزیزم خالد بنوری اور صاحبزادے مولوی سید محمد بنوری کو اپنے ساتھ ٹھہرا گئے، اور ہم سب وہاں با دلِ بریاں و دیدۂ گریاں ہستیاں میں بیٹھے رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف صاحب جالندھری آپ کی بیماری کی خبر پا کر ملتان سے ۱۶ کو تشریف لائے تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا غلام حیدر صاحب جو اسلام آباد میں دفتر مجلس ختم نبوت کے انچارج ہیں اور جنہوں نے اس سفر میں مولاناؒ کی خدمت سرانجام دیں۔ وہ بھی مغموم و پژمردہ وہاں تشریف فرما تھے۔ شہر سے مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلبہ بھی جوق در جوق وہاں آکر حضرت مولاناؒ کے جسد مبارک کی زیارت کرتے اور آنسو بہاتے تھے۔ میں بھی ان حضرات کے ساتھ محزون و رنجیدہ بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ کہ یا اللہ یہ بالکل اچانک کیا ہو گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ اسلامی قوانین کی تدوین و ترتیب میں حضرت مولاناؒ کے علم و فضل اور محدثانہ اور فقیہانہ مہارت سے استفادہ کرنے کے ہم کیا کیا خواب دیکھ رہے تھے وہ سب کے سب شرمندۂ تعبیر ہو گئے۔ ے

زندگی جس کے تصور سے جلا پاتی تھی — ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

آپ کے فیوضاتِ علمی اور حکیمانہ نکتہ آفرینیوں اور ہر مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سنا کر وہ مشکل مسئلہ حل کرنے سے اب مستقل محرومی کا تصور کرنے لگتا۔ تو بے اختیار دل کی ایک عجب کیفیت ہو جاتی ہے

نشتر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جائے

اور۔ بیٹھے بیٹھے امڈنے لگتا ہے — دل کو کیا ہو گیا خدا جانے

انہی تصورات و تفکرات میں گم تھا کہ قوت حافظہ نے ماضی کے واقعات یاد دلائے۔ اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت و محبت بھلی تعلق قائم ہونے کی سابقہ تاریخ سامنے آئی۔ اور وہاں بیٹھے بیٹھے دماغ سوچتا رہا اور ماضی کے حالات و واقعات کے بے شمار اوراق الٹتا رہا۔ ۱۹۳۱ء / ۱۳۵۰ھ میں جب حضرت مولاناؒ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ استاذ محترم و مکرم حضرت مولانا عبد الحق صاحب نافع قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ساتھ آپ کی دوستی، محبت بلکہ اخوت کا تعلق قائم ہوا تھا اور ان کے واسطہ سے میں بھی اس نوجوان عالم و فاضل اور اس وقت کے ممتاز ادیب سے متعارف ہوا اور نیاز مندوں کے حلقہ میں شامل ہوا تھا۔ مولاناؒ ہمارے قصبہ زیارت کاکا صاحب تشریف لائے اور بہت دنوں تک ان دونوں فضلائے دہر کی علمی مجلسیں رہیں۔ میں ۱۵ برس کا کم عمر طالب العلم تھا مگر ان علمی مجالس میں مستقل طور سے شریک ہو کر اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کرتا تھا۔ اور مجھے علمی مجلس میں بہت لطف آتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے وہ دن یاد آئے اور اس کی یاد نے رلایا۔ پھر حافظہ نے یاد دلایا کہ ۱۳۵۲ھ میں جب کہ آپ کی عمر صرف ۲۶ سال تھی۔ سمتِ قبلہ کی تعیین کے مسئلے کے سلسلہ میں ایک استفسار کا علمی جواب لکھنا شروع کیا تو لکھتے لکھتے وہ ایک مختصر فتویٰ کے بجائے مسئلہ قبلہ پر ایک مستقل رسالہ بن گیا جس کا کچھ تفصیلی ذکر آگے کروں گا۔ اس رسالہ کے مضامین اور عبارات مولانا نافعؒ کے سناتے۔ مسائل کی تحقیق ہوتی۔ کتابوں کے حوالے نکالے جاتے تھے اور مجھے یاد آیا کہ مسلسل بارہ دن تک زیارت میں رہ کر آپ نے اس رسالہ کی تکمیل کی پھر ایک علمی درسگاہ قائم کرنے کا شوق ہوا کہ اپنے علمی فیض کو عام کریں۔ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء میں پشاور شہر میں یکہ توت دروازہ کے اندر ایک قدیم مدرسہ کی عمارت کو ناجائز مکینوں سے خالی کرا کر وہاں مدرسہ قائم کیا۔ اور مولانا نافعؒ اور مولانا لطف اللہ مدظلہ کو ساتھ ملا کر تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ طلبہ کا ہجوم ہو گیا۔ اسی دوران میں پشاور چھاؤنی میں انگریز حکومت

تعمیر کے نئے نقشے میں ایک قدیم مسجد گرا رہی تھی - اس پر ان حضرات نے انگریزوں کی مزاحمت کی - بڑی کشمکش ہوئی - آپ نے اور آپ کے ان رفقاء نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حکومت مجبور ہوئی کہ نقشہ بدل دے اور مسجد بحالہ قائم رہے - ۱۹۳۲ء میں انگریز کی مخالفت کرنا اور اس کے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر مقابلہ میں ڈٹ جانا کوئی آسان کام نہیں تھا اس دور کے نوجوان اُن حالات کا تصور بھی نہیں کر سکتے - انگریز نے اپنی خفیہ شیطانی سیاست چلائی اور ایسے طریقے استعمال کئے کہ تدریجاً مدرسے کو نقصان پہنچایا - اس دور کا یہ سارا نقشہ اور آپ کے علمی کارناموں کے ساتھ عملی صلاحیتوں کے یہ سارے واقعات میرے ذہن میں تازہ ہو گئے - اس دور میں قادیانیوں کے خلاف بھی کام کیا - اور پشاور میں قادیانی افسروں کی وجہ سے اس گمراہ طبقہ کے جو اثرات پھیل رہے تھے اُن کو ختم کر دیا - شب و روز اسی جدوجہد میں لگے رہتے تھے۔

حضرت مولانا نافع رحمہ اللہ کے واسطہ سے میں ان تمام واقعات سے باخبر رہتا تھا - تفصیلات کا موقع نہیں - اس وقت میں صرف آپ کے ایک علمی کارنامے کا ذکر کروں گا - ۱۳۵۲ھ میں سمت قبلہ کے مسئلے پر جو رسالہ لکھا تھا جو اس موضوع پر بے نظیر و بے مثال اور جامع رسالہ ہے - اس کے حوالوں کی تکمیل اور مزید اضافہ کرنے کے لئے کچھ نایاب علمی کتابوں کے مطالعہ کے لئے آپ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے - میں اس سال حضرت مولانا نافع رحمہ اللہ کے زیر سایہ دار العلوم میں داخل ہو کر اکابر اساتذہ سے استفادہ کر رہا تھا - مولانا نافع رحمہ اللہ اپنے بڑے صاحبزادے عبداللہ مرحوم کی بیماری کی وجہ سے وطن تشریف لے گئے تھے تو دو ماہ تک میں ہی حضرت مولانا رحمہ اللہ کی خدمت و مہمان نوازی کرتا رہا - مجھے دو ماہ کے اس عرصے میں آپ کی سیرت و اخلاق، بلند کردار - سیر چشمی اخلاص و للہیت، سخاوت، شفقت اور علمی کمالات و فضائل کا اندازہ ہوا اور عقیدت و محبت اور راسخ ہو گئی - میں جتنے عنوانات میں نے ذکر کئے ہیں ان میں سے ہر ایک پر سیر حاصل اور طویل مضمون لکھ سکتا ہوں اور واقعات و شواہد پیش کر سکتا ہوں - آپ کی طبعی نفاست اور کھانے پینے، پہننے میں شائستگی اور نظافت کے اہتمام کا پورا اندازہ ہوا اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا - آپ کا ایک خاص وصف جس کا ادراک شاید عام شناساؤں کو نہ ہو وہ یہ تھا - کہ اپنی قوت ادراک کی بناء پر جوہر قابل اور ذہین و فطین اور ذکی شخص کو خوب پہچانتے تھے اور اس کی ذہانت و ذکاوت اور علمی قابلیت کی قدر بھی کرتے تھے - عالم شناس بھی تھے اور عالم پرور بھی - دو ماہ کا عرصہ دار العلوم دیوبند میں یوں گذارا کہ کتب خانہ جا کر مطالعہ کرتے اور نوادر کتب سے استقراء تام اور تتبع کامل کے بعد اپنے موضوع سے متعلق حوالے نکالتے اور اپنے رسالہ میں اضافہ فرماتے تھے - حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے مسئلہ قبلہ و محاریب کے سلسلے میں العرف الشذی کی تقریر ترمذی میں مقریزی کی کتاب الخطط و الآثار پر ایک مجمل سا حوالہ دیا تھا - آپ نے کتب خانہ سے وہ کتاب نکلوائی اور تلاش کر کے پورا حوالہ نکال کر وہ عبارت درج کر دی - آپ کی برکت سے میں نے بھی ان دنوں مقریزی کی یہ تاریخ مطالعہ کی اور اس سے نوٹ لئے - اس مسئلہ کے متعلق مولانا عبدالسلام صاحب نے ۱۳۵۲ھ میں یہ استفتاء حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا - حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی وفات سے چند دن پہلے کی یہ بات ہے انہوں نے جواب لکھا اور شیخ اسمٰعیل بن مصطفٰے کلنبوی ایک ترکی عالم کے ایک رسالے کا حوالہ دیا اور لکھا کہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ عارف حکمت بے میں میں نے وہ رسالہ مطالعہ کیا تھا - قلمی رسالہ تھا میں نے اس کی عبارتیں اپنے پاس نقل کی ہیں مگر بیماری کی وجہ سے میں اسے تلاش نہیں کر سکتا - مگر مجھے یاد ہے کہ انہوں نے یوں لکھا ہے - حضرت مولانا رحمہ اللہ کو جو علامہ محدث کشمیری رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور خصوصی نشانی تھے ۱۳۵۲ھ میں حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان عبارات کی تلاش ہوئی اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یادداشتوں کے ذخیرہ میں وہ منقولہ عبارات مل گئیں جس کا ذکر آپ نے رسالہ کے خاتمہ میں کیا ہے - گو یہ رسالہ ہر طرح سے مکمل کرنے کے بعد آپ نے اکابر علماء دیوبند سے اس پر تقریظ و تصدیق حاصل کی - آپ نے خود اپنے ادیبانہ ذوق کی بناء پر رسالے کا نام تجویز کیا تھا "قُبْلَةُ الْمُصَلِّي فِي قِبْلَةِ الْمُصَلِّي" (اوّل مصلی سے مراد گھوڑ دوڑ میں اوّل نمبر آگے آنے والا گھوڑا اور دوسرے سے مراد نماز پڑھنے والا ہے)

آپ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ہاں تھانہ بھون تشریف لے گئے اور رسالہ پیش فرمایا - حضرت رحمہ اللہ نے مطالعہ کر کے بہت پسند فرمایا اور فرمایا کہ آپ نے نام تو بہت اچھا رکھا ہے مگر عام لوگ اس کے معنے کو نہیں سمجھیں گے اس لئے میری رائے ہے کہ آپ اس کا نام رکھئے - "بُغْيَةُ الأَرِيبِ فِي مَسَائِلِ الْقِبْلَةِ وَالْمَحَارِيبِ" چنانچہ آپ نے حضرت رحمہ اللہ کا یہ ارشاد قبول کر کے یہی نام رکھا اور اسی نام سے پھر ۱۹۳۶ء میں مصر میں جا کر طبع کیا - اس بے نظیر علمی رسالہ کی تصدیق و توثیق کے سلسلے میں حضرات اکابر علمائے دیوبند نے جو کچھ لکھا اُن میں سے میں صرف وہ الفاظ نقل کرتا ہوں - جو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ انہوں نے بطور تعریف و تعارف ذکر فرمائے ہیں - اور اسی سے آپ قارئین اندازہ لگائیں کہ ان اکابر علماء اور اساطین امت کی نگاہوں میں ۲۰ برس کا ایک نوجوان عالم علم و فضل کے کس بلند مرتبہ پر فائز تھا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا - الفها اخونا فی اللہ المحترم العلامۃ السید محمد یوسف البنوری بلغہ اللہ الی اقصٰی ما یتمناہ فی الدارین۔ (حضرت مدنی رحمہ اللہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور علمی اور عملی طور پر اس دنیا میں آپ جو کچھ بننے کی تمنا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہاں تک پہنچایا اور امید کامل ہے کہ دار آخرت میں بھی اقصٰی ما یتمناہ تک پہنچیں گے۔)

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا - (صنفہا اخی العلامۃ السید محمد یوسف البنوری البشاوری وھو من اماثل القرن الحاضر ادام اللہ فیضہ و نفع برسائلہ (مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا بھی بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی اور آپ کا فیض علمی - معارف السنن اور ہزاروں تلامذہ اور جامعہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کی شکل میں جاری ہے - اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا - ان مولانا محمد یوسف البنوری ادام اللہ فضلہ من ارشد تلامذۃ حضرۃ المحدث

مولانا محمد انور شاہ قدس سرہ العزیز ومن اعز اصحابہ ارحمہ اللہ سبحانہ ان یوفق المؤلف لاتمامہ ویحققہ بمقاصدہ فی العاجل والآجل
اس عارف کامل کی دعا کا اثر ہے کہ مولانا مرحوم نے معارف السنن جیسی کتاب لکھی اور اپنے مقاصد میں اس طرح بامراد ہوئے اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی
کامیاب ہوں گے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ نے اپنی تقریظ میں لکھا: الفہامۃ المحقق العلامۃ محمد یوسف البنوری جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین
خیر الجزاء۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم نزیل کراچی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا: لمؤلفہا المحقق العلامۃ الشیخ النقی المولی محمد یوسف
البنوری أوفقہ اللہ تعالیٰ الی ما یتمناہ فی دنیاہ وأخراہ۔ حضرت بنوریؒ کے اعز معارف واحباب الاستاذ العلامۃ الفاضل المحقق حضرت مولانا عبدالحق کاکا
خیل قدس اللہ سرہ العزیز نے جو اس رسالہ کے ایک ایک جملہ پر بحث کر چکے تھے انہوں نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا: فنتیجۃ مشکورۃ الفاضل المحترم والعلم
الالمعی صدیقنا وحبیبنا الشیخ مولانا محمد یوسف لازالت مساعیہم مشکورۃ وفیوضہم ماجورۃ۔ خط کشیدہ الفاظ پڑھیے، دیکھا آپ نے ان اکابر کی نظر
میں ۲۸ سال کا یہ نوعمر فاضل علامہ، محقق، من اماثل القرن الحاضر، من ارشد تلامذۃ المحدث الکشمیریؒ، ومن اعز اصحابہ، الشیخ النقی، الفاضل الحازم اور الفرع الاثیم ہیں اسی سے یہ اندازہ
لگایا جا سکتا ہے کہ جس کو ان بزرگوں نے ایسی دعائیں دی ہوں وہ آگے جا کر مزید مطالعہ، تجربہ، تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کے نتیجے میں کیا کچھ بنے ہوں گے۔ آج ہسپتال میں
بیٹھے بیٹھے میں یہ ساری باتیں سوچتا رہا اور ساتھ ہی خیال آیا کہ آج ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ کو اس متاع گراں مایہ سے ہم محروم ہو گئے تو ہماری کس قدر بدبختی ہے۔ ۲۸ سال کا
نوجوان جن القاب کا اکابر کی زبان میں مستحق تھا تو ۷۰ برس کی عمر میں اس کے حق میں کیا کیا القاب استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ تو کیا ایسے علامہ، محقق، فاضل، متقی، مصنف، مؤلف،
محدث، مفسر اور فقیہ وادیب کی یہ مفارقت اس سال کا عظیم سانحہ اور قیامت صغریٰ نہیں۔ اگر اس پر رونا نہ آئے تو پھر رونا کس پر آئے گا۔

أعداء المسلمين في العالم

١- الصهيونية ومن أعانها

٢- القاديانية

[وهم أتباع مرزا غلام أحمد القادياني المتنبي في الهند والباكستان]

٣- الإشتراكية (الشيوعية)

٤- إلحاد الغرب (أوربا)

مجلس تحفظ ختم النبوة الباكستان

أسسها الخطيب الأكبر السيد عطاء الله شاه رحمه الله تعالى

محدث بنوریؒ کے ساتھ چند یادگار لمحات!

مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب ——— فیصل آباد

مولانا سید بنوریؒ کی وفات سے ایک عالم اداس ہے۔ علماء طلباء کے لئے تو یہ حادثہ اور بھی المناک ہے۔ درس حدیث کے لئے طلباء کشاں کشاں کراچی کا سفر کرتے تھے اور حدیث کے جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھرتے تھے۔ دار العلوم دیوبند جو ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی ہے۔ تقسیم کے بعد طلباء کا وہاں جانا ناممکن ہوگیا تو پاکستان میں جن علماء نے اس خلا کو پُر کیا مولانا بنوریؒ کی ذات گرامی ان میں سر فہرست تھی۔ مولانا بنوری ایک عظیم محدث اور بے مثال فقیہ اور علوم اسلامیہ کے یکتائے روزگار عالم ہی نہ تھے بلکہ اسلامی اور دینی تحریکوں میں بھی ایک خاص مقام اور مجاہدانہ طرز عمل رکھتے تھے۔ مجھے مولانا بنوری کی ذات گرامی سے ایک نیاز مندانہ تعلق تھا اور محدث بنوری بھی اپنے ایک عزیز کی طرح ہمیشہ شفقت فرماتے تھے۔ دورِ ایوبی میں اچانک یہ خبر آئی کہ نصاب تعلیم سے خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی کو خارج کیا جا رہا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ حساس اور اسلامی درد سے سرشار علمائے کرام اس خبر سے بے حد پریشان اور آزردہ خاطر ہوئے۔ میں ان دنوں تنظیم اہل سنت کا ناظم اعلیٰ تھا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری قدس سرہ نے مجھے فوراً بلایا اور اس مسئلہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حکم دیا کہ اس مسئلہ پر پوری سنی جماعتوں کا ایک ملک گیر کنونشن کیا جائے۔ اور اس کے لئے تمام تر ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی گئیں۔ میں نے اپنی کوششوں کا اللہ کا نام لے کر آغاز کر دیا۔ اور ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں کے اکابر سے رابطہ قائم کیا۔ الحمد للہ مجھے ہر مقام پر کامیابی حاصل ہوئی اور ملک کے تمام اکابر نے اس کنونشن میں شمولیت کا وعدہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں محدث بنوریؒ سے بھی رابطہ قائم ہوا۔ مجھے محدث بنوری سے مل کر اس قدر مسرت ہوئی کہ یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دست غیب سے ایک ایسے رہنما کے پاس بھیج دیا ہے۔ جو اس مسئلہ میں ہمارے لئے روشنی کا مینار ثابت ہونگے۔

محدث بنوری نے نہایت پرجوش لہجہ میں فرمایا کہ میں اگرچہ درس و تدریس کا آدمی ہوں۔ مگر خلفائے راشدین کی عزت و ناموس کیلئے میری جان بھی کام آجائے تو میرے لئے یہ سعادت عظمیٰ ہوگی۔ میری حوصلہ افزائی اور مجھے دعاؤں اور ہدایات سے سرفراز فرمایا۔ اس کنونشن میں نہ صرف شرکت کا وعدہ فرمایا بلکہ اس کی کامیابی کے لئے بہت جد و جہد فرمائی۔ مولانا کے خلوص کا نتیجہ تھا کہ ملتان میں یہ کنونشن ہوا۔ اس میں ملک بھر سے جید علمائے کرام تشریف لائے اور حکومت وقت اس کنونشن سے اس قدر خائف ہوئی کہ اسے اس مسئلہ کو اٹھانے کی جرأت نہ ہوسکی اور نصاب تعلیم میں آفتاب نبوت کے درخشندہ ستارے پوری تابانی سے چمکتے رہے۔ مولانا بنوری کے نامہ اعمال میں یہ نیکی ان کی عاقبت کے لئے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوگی۔ محدث بنوری درس و تدریس کے ساتھ ملک کی تمام دینی تحریکوں میں حصہ لیتے بلکہ بعض تحریکیں تو مولانا بنوری کی قیادت میں ہی پروان چڑھی ہیں۔ محدث بنوری کی علمی اور فاضلانہ صلاحیتوں کی ایک جھلک مجھے راولپنڈی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جب مفتی فلسطین جناب امین الحسینی پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ سید اصغر علی شاہ جو پنڈی میں مشہور ٹرانسپورٹر ہیں۔ انہوں نے مفتی اعظم فلسطین کو شام کا کھانا دیا کھانے میں شہر کی ممتاز شخصیتوں کے علاوہ جید علمائے کرام بھی مدعو تھے۔ میں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تمہیں بھی اس کھانے میں میرے ساتھ چلنا ہے۔ کھانے پر پہنچے تو وہاں عجیب چہل پہل تھی۔ سید اصغر علی شاہ صاحب مفتی اعظم فلسطین کو ایک سپاسنامہ پیش کرنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کوئی عالم دین ان کے اردو سپاسنامے کو عربی کے حسین گلدستہ میں تبدیل کر دے۔ انہوں نے مختلف علمائے کرام سے عرض کیا۔ مگر وہ طرح دیتے گئے آخر یہ ذمہ داری حضرت شیخ القرآن نے اٹھائی۔ تقریب کا آغاز ہوا چاہتا تھا کہ اچانک ایک جانب سے حسین و جمیل چہرے والی مسکراتی ہوئی ایک شخصیت نمودار ہوئی جن کو دیکھتے ہی تمام سامعین سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور مفتی اعظم لپک کر آنے والے سے بغلگیر ہوگئے اور دیر تک اھلاً وسھلاً کے خوش آمدیدی نعروں سے فضا گونجتی رہی یہ شخصیت مولانا بنوری کی تھی۔ آپ تشریف فرما ہوتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ستاروں میں چاند روشن ہو علم و تقویٰ کا نور چہرے پر جھلک رہا تھا۔ یوں دل چاہتا تھا کہ روئے انور دیکھتے چلے جائیں۔ یہ چہرے کے انوارات یونہی میسّر نہیں آجاتے اس میں سحر خیزی اور اتباع سنت کی مسلسل ریاضت رنگ بھرتی ہے۔ علم و تقویٰ کی روشنی اسی خوش نصیب کو ملتی ہے جس کے شب و روز محبت خدا اور عشق مصطفےٰ میں گزرتے ہوں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ مجلس کی نگاہیں محدث بنوری کے رخ انور پر مرکوز تھی۔ سید اصغر علی شاہ صاحب نے مفتی اعظم فلسطین کی خدمت میں سپاسنامہ پڑھا تو از خود ہی کہا کہ میں حضرت شیخ بنوری سے عرض کرتا ہوں کہ میری معروضات کو مفتی اعظم کی خدمت میں پیش فرما کر ہم سب کے دل کی دھڑکنوں کی ترجمانی فرمائیں۔ حضرت محدث بنوریؒ اٹھے تو آپ نے سید اصغر علی شاہ کی ترجمانی تو کیا کرنا تھی۔ پورے پاکستان کی ترجمانی فرمائی۔ عربی ایسی فصاحت اور بلاغت سے بولی کہ مفتی اعظم بھی عش عش کر اٹھے، محدث بنوری نے عالم اسلام

کے مسائل اور ان کے حل پر ایسے فاضلانہ انداز میں تبصرہ فرمایا کہ مفتی اعظم آبدیدہ ہو گئے۔ تقریر کیا تھی ایک علم و عرفان کا سمندر تھا جس میں عالم اسلام

کا ایک عظیم خطیب عالم اسلام کے مسائل کو درد مند دل کی گہرائیوں سے پیش کر رہا ہے اور اس کا دل عالم اسلام کے لئے ہر وقت مضطرب ہے جو

نے تقریر ختم کی تو مفتی اعظم کھڑے ہو گئے اور انہوں نے محدث بنوری کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ محدث بنوری ایک ایسی نعمت ہیں جو

خداوند قدوس کسی خوش نصیب قوم کو عطا کرتے ہیں۔ پاکستانی قوم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ان کے ہاں محدث بنوری جیسی عظیم شخصیت موجود ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے جی رہے ہیں۔ پھر مفتی صاحب اور محدث بنوری گھل مل گئے اور مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اور ہم ان سے محظوظ ہوتے رہے۔ مولانا بنوری آج اگرچہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی باتوں کی لذت اب بھی محسوس ہو رہی ہے۔ محدث بنوری کی یادگار ملاقاتوں میں ایک ایسی ہی ملاقات جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ایک سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوئی تھی۔ آپ اس سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے رات کے اجلاس میں تقریر کی جو حضرت محدث بنوری نے بھی سن لی۔ صبح زیارت کے لئے حاضر ہوا تو دیر تک دعائیں دیتے رہے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ بیرون ممالک تبلیغ کے لئے مبلغین کا ایک گروپ تیار کروں۔ جسے صرف اور صرف تبلیغ اسلام ہی سے واسطہ ہو۔ ان کے تمام مسائل کی ذمہ داری ایک ادارہ کے سپرد کر دی جائے جیسے اسلام کی مظلومیت اور الحاد و زندقہ کے جارحانہ حملوں کے تذکرہ فرماتے رہے۔ اور دین کی تبلیغ کے لئے ایک منظم جدوجہد پر زور دیتے رہے۔ آپ کی باتیں ایک مشفق مربی کی طرح دل کی گہرائیوں میں اترتی جا رہی تھیں۔ دل بار بار سوچتا تھا کہ یا اللہ جن بزرگوں کی یادگار یہ لوگ ہیں وہ کس قدر بلند و بالا ہوں گے! ان کے تلامذہ کا تقویٰ اور اسلام کے لئے شیفتگی کا یہ عالم ہے تو وہ یقیناً کہیں ارفع و اعلیٰ ہوں گے! تبلیغ کیا ہے۔ مبلغ کسے کہتے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ایک مرتبہ جوش کے عالم میں فرمایا کہ میں طبعاً نازک طبیعت رکھتا ہوں۔ لیکن اسلام کے لئے سب مصائب اور تکالیف جھیلنے کو تیار رہوں۔ آپ نے ملی کہ اسلامی تحریک کو زندہ کریں اور دنیا کو دکھائیں کہ اسلام ہی نظام رحمت ہے اسی میں انسانیت کی بھلائی ہے۔ محدث بنوری کی ان باتوں سے اخلاص ٹپکتا تھا۔ وہ درد بھری تھیں۔ جن سے پوری مجلس مسحور ہو رہی تھی۔ آخر میں فرمایا کہ میرے ساتھ برابر رابطہ رکھنا۔ میں نے بارہا ارادہ کیا کہ محدث بنوری سے رابطہ قائم کروں اور ان کی ہدایات کے مطابق دینی کام کروں مگر ملکی مصروفیات اس قدر شدید ہوتی گئیں کہ باوجود شدید خواہش کے رابطہ قائم نہ ہو سکا اور میں محرومی ہی کا شکار رہا۔ کتنے خزانے تھے جو وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ کتنی آبشاریں تھیں جو اس علمی ندی سے نکل کر بنجر زمینوں کو سیراب کر رہی تھیں۔ کتنے چشمے تھے جو اس علم و عمل کے مرہون منت تھے۔

محدث بنوری کیا گئے ایک عالم سونا ہو گیا۔ مسند درس حدیث اداس ہے۔ دار الحدیث کے در و دیوار پر حسرت کا عالم طاری ہے۔ طلباء اور علماء یکسر علم و تقویٰ سے محروم ہو گئے۔ موت تو ہر ایک کو آنی ہے۔ مگر اس طرح کی نادر روزگار شخصیتیں خود ہی نہیں جاتیں۔ اپنے ساتھ بہت سے خزانے لے جاتے ہیں۔ علم، تقویٰ، فقاہت، نفاست، عشق خدا و رسول اور اپنے اکابر سے والہانہ عقیدت کا مرقع اگر کسی کو ایک ذات میں دیکھنا ہو تو محدث بنوری اسی کا کامل تصویر تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں محدث بنوری نے مسئلہ ختم نبوت کے حل کے لئے شبانہ روز جو جدوجہد فرمائی اور ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جس طرح جمع کیا یقیناً محدث بے مثل سید انور شاہ کاشمیری کی روح کو اس سے راحت پہنچی ہو گی۔ اور مدتوں تاریخ میں محدث بنوری کا نام ایک عظیم عاشق رسول اور فدائے اسلام کے نام سے یاد رہے گا۔

خدا بخشے بڑی تھیں خوبیاں اس مرنے والے میں

علم و عمل کے شہنشاہ

حضرت بنوری مرحوم

تحریر: حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب ناظم جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے امیر، فاضلِ اجل، عالم بے بدل علامہ دہر حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہٗ حرکت قلب بند ہو جانے سے راولپنڈی میں جاں بحق ہو گئے (انا للہ و انا الیہ راجعون) آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز رکن تھے۔ کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی سے پنڈی آئے ہوئے تھے آپ کے سانحۂ ارتحال اور وفات حسرت آیات نے آنکھوں کو اشکبار، دلوں کو مجروح اور بیقرار اور علمی دنیا کو سوگوار بنا دیا آپ زہد و تقویٰ کے پیکر تھے، اخلاص و تواضع کے مجسمہ تھے عالم باعمل، جامع العلوم اور ماہر الفنون تھے۔ عصر حاضر کے جلیل القدر مفسر، محدث اور فقیہ تھے آپ سلفِ صالحین کی یادگار تھے ایک عالم ربانی کی جو خصوصیات ہو سکتی ہیں آپ ان کا بہترین مظہر تھے آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے تھے آپ کو شاہ صاحب مرحوم سے والہانہ عقیدت و محبت تھی سفر و حضر میں خادم کی حیثیت سے ان کے ساتھ رہتے تھے شاہ صاحب مرحوم سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری اور اپنے دوسرے استاد حضرت شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) میں تدریس کا آغاز کیا۔ شاہ صاحب کے وصال پُر ملال کے بعد آپ اسی جامعہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔ آپ نے نفحۃ العنبر کے نام سے اپنے استاد محترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی عربی زبان میں سوانح حیات تحریر کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان کے قائم کردہ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر کی حیثیت سے دین کی خدمت انجام دیتے رہے پھر آپ نے کراچی نیوٹاؤن میں ایک مثالی اور معیاری مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا اور آخری وقت تک یہی درسگاہ مرحوم کی علمی و تدریسی مشاغل کا مرکز و محور بنی رہی اس دینی درسگاہ میں حصولِ علم کے لئے نہ صرف پاکستان بلکہ عرب، افریقہ اور امریکہ وغیرہ مختلف ممالک کے طالب علم بھی آتے تھے اور اس وقت بھی کئی عرب اور افریقی طالب علم وہاں زیر تعلیم ہیں اس ادارے نے تھوڑے سے عرصہ میں بہت زیادہ ترقی کی اب تک ہزاروں طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور عرب، افریقی ممالک میں مرحوم کے ہزاروں تلامذہ ہیں۔ مولانا بنوریؒ محض عالم اور مدرس ہی نہیں تھے بلکہ بلند پایہ محقق اور مصنف بھی تھے۔ آپ کی زیادہ تر تصانیف عربی زبان میں ہیں۔ مرحوم کو عربی زبان پر علماء عرب کی طرح عبور حاصل تھا۔ پوری روانی سے عربی بولتے اور لکھتے تھے۔ مولانا مرحوم کی شہرت اور مقبولیت پاکستان سے زیادہ عالم عرب میں تھی۔ دنیائے عرب کے علماء دین میں آپ کے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کی دھوم تھی آپ نے مصر، بیروت، شام، عراق اور حجازِ مقدس کے بارہا طویل و عریض علمی، تبلیغی سفر کئے اور آپ کے علمی مضامین کو مقامی اخبار و رسائل نے آب و تاب کے ساتھ شائع کیا۔ علماء عرب نے آپ کے علمی اوصاف و کمالات کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا ہے اور اپنی مجالس و محافل میں آپ کو عزت و احترام کے ساتھ دعوت دیتے رہے چنانچہ آپ کو مجمع البحوث الاسلامی قاہرہ میں رکنیت و وفد پاکستان کی حیثیت سے دعوت دی گئی۔

بعض مسائل کے متعلق آپ کے عربی مقالہ کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی اور بالآخر اس کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ مصر کے مایۂ ناز مشہور علامہ طنطاوی صاحب تفسیر طنطاوی سے جب آپ نے بعض مسائل پر گفتگو کی اور ان کی بعض نظریات پر تنقید کی جس سے علامہ طنطاوی متاثر ہوئے اور مولانا مرحوم کو یا استاد کے موقر الفاظ سے خطاب کیا اور بہت سی تنقیدات کو انصاف پسندی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ قبول کیا۔

مولانا بنوری رحؒ نے تمام علوم عربیہ کی بالعموم اور علمِ حدیث کی بالخصوص نہایت زبردست خدمت انجام دی۔ اس عاشقِ رسولؐ نے دورۂ حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف کی نہایت جامع اور بلیغ عربی شرح معارف السنن کے نام سے چھ جلدوں پر مشتمل تحریر کی جس میں فقیہانہ اور محدثانہ انداز میں کلام کیا گیا ہے۔ اس کی عربیت فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے اور طرزِ ادا نہایت سہل اور عام فہم ہے۔ دینی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اس کتاب سے آپ کے علمی تبحر اور تفقہ فی الدین کی عکاسی ہوتی ہے اس کتاب کو انسائیکلوپیڈیا آف فقہ و حدیث کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ افسوس صد افسوس یہ شرح پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی آپ کی وفات سے یہ کام ادھورا رہ گیا۔

بینات کے نام سے آپ نے تقریباً ۱۵ سال قبل ایک ماہنامہ جاری کیا جو اب بھی آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے اس ماہنامہ کے ذریعہ آپ نے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا اس رسالہ کا اداریہ بصائر و عبر کے نام سے آپ خود تحریر فرماتے تھے اور طاغوتی طاقتوں، باطل ازموں اور خلافِ شرع افعال و امور پر بھرپور تنقید و تبصرہ کرتے تھے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحؒ نے مجلسِ ختمِ نبوت کے نام سے ایک تحریک شروع کی تھی اور اس وقت کے علماء کرام کو منکرینِ ختمِ نبوت کے دجل و فریب سے آگاہ کیا۔ خود شاہ صاحب کو تردیدِ مرزائیت سے غیر معمولی شغف تھا سالہا سال تک حضرت شاہ صاحب مرحوم اس فتنہ سے امتِ مرحومہ کو محفوظ رکھنے کے لئے تحریری و تقریری طور پر خدمات انجام دیتے تھے آپ نے اپنے خدام اور تلامذہ کو وصیت فرمائی کہ اس فرقۂ باطلہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اسی وصیت کی بناء پر یہ درویش صفت، عالم عاشقِ رسولؐ، سید آدم بنوری (خلیفہ مجاز حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے خاندان کا چشم و چراغ تحفظ ختمِ نبوت کی تحریک ۱۹۷۴ء میں پاکستانی عوام کے سامنے منظرِ عام پر آیا۔ اس تحریک کے دوران سیاسی زعماء اور دینی مختلف مکاتبِ فکر کی جماعتوں نے جو مجلسِ عمل قائم کی تھی آپ کو اس کا صدر بنایا گیا تھا اس کے بعد پھر آپ نے پیرانہ سالی، بیماری، ضعیفی اور معذوری کے باوجود ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے جس جرأت و ہمت اور محنت و لگن سے ملک و ملت کی خدمت اور رہنمائی کی اس کی اس دور میں مثال نہیں ملتی۔ آپ نے عرب اخبارات و رسائل میں تحریکِ ختمِ نبوت کی خبریں اور مرزائیت کے بارے میں مضامین اشاعت کے لیے ارسال کئے ان خبروں اور مضامین کی اشاعت سے عالمِ عرب میں قادیانیت کے خلاف سخت ردِ عمل ہوا اور حکومتِ پاکستان پر عرب حلقوں سے دباؤ پڑنے لگا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم یہ سارا کام نہایت خاموشی کے ساتھ کرتے تھے انہیں نمائش اور ستائش سے سخت نفرت تھی بالآخر خدا خدا کر کے قادیانیوں کو سرکاری اور حکومتی سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا مولانا مرحوم کا یہ کارنامہ برِ صغیر کی تاریخ بلکہ اسلامی تاریخ کا عظیم اور سنہرا واقعہ بطور یادگار رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

مولانا مرحوم نے فتنۂ انکارِ حدیث کو دبانے میں مؤثر کردار ادا کیا اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی تحریفِ دین کے فتنہ کی نشاندہی کرتے ہوئے سخت تردید کی اور مسلمانوں کو اس جدید فتنہ سے بچا لیا۔

مولانا بنوری مرحوم صرف شریعت ہی کے جامع نہ تھے بلکہ وہ طریقت و تصوف میں یگانۂ روزگار تھے آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت تھے آپ کو تھانہ بھون کی خانقاہ سے خلافت کا اعزاز بھی عنایت کیا گیا اس کے بعد پھر آپ نے مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا محمد شفیع الدین مہاجر مکی خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ آخری وقت تک یہ جامع شریعت و طریقت دینی فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھاتا رہا ہے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ یہ عاشقِ رسولؐ، پروانۂ ختمِ نبوت اپنی حیات کے آخری لمحات میں بھی اسلام کی خدمت کرتے ہوئے دنیائے فانی سے رخصت ہوا وہ پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے سفارشات مرتب کرنے اور مفید مشورے دینے کے لیے اسلام آباد گئے تھے اسی عظیم ترین مشغولیت اور مصروفیت کے دوران دل کا دورہ پڑا چند لمحوں میں مرحوم نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

آپ واقعۃً سچے عاشقِ رسولؐ بلکہ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے اس بات کا اندازہ بآسانی درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ عرصہ دراز سے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا کرتے تھے عید کی نماز پڑھ کر پھر واپس یہ عمرہ کر کے کراچی آتے تھے۔ "قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا"

مولانا مرحوم کی وفات حسرت آیات امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم سانحہ و حادثہ ہے آپ کی وفات سے ملک و ملت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے آپ کے وصال سے ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا آسان نہیں آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی خصوصی رحمت و مغفرت سے نوازے اور جسمانی و روحانی اولاد کو صبرِ جمیل عطا کرے آمین ثم آمین ؎ "خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

حضرت مولانا عبدالمجید ندیم

سیّد بنوری رحؒ

مطلع علم کا رخشندہ ستارہ

دنیاءِ اسلام کی متاعِ عزیز

بعض شخصیتیں ایسی جامع ہوتی ہیں کہ ایک فرد ہوتے ہوئے بھی پوری قوم کی جامعیت اور مرکزیت کی حامل ہوتی ہیں حضرت بنوری ایسی ہی خوبیوں کا مرقع تھے۔ اس قحط الرجال کے دور میں مولانا کا وجود خدا کی طرف سے عطیہ تھا۔ مولانا محمد یوسف بنوری ان زندہ جاوید لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کچھ لوگ زندہ ہوتے ہوئے بھی مرجاتے ہیں اور کچھ ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ موت سے ہمکنار ہو کر بھی زندہ رہتے ہیں۔

ولادت

۱۹۰۸ء میں مشرقی پنجاب ضلع پٹیالہ کے قصبہ بنور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے دادا مرحوم سید آدم شاہ غزنی سے تشریف لا کر آباد ہوئے اور اسی نسبت سے بنوری کہلائے۔ اکتساب علم کے لئے آپ نے نامور اساتذہ سے استفادہ کیا۔ گر علامہ جلیل سید انور شاہ کاشمیریؒ کی صحبت میں تو وہ رنگ چڑھا کہ شاگرد استاذ کی مجسم تصویر بن گیا۔

علمی خدمات

نیو ٹاؤن کراچی میں جہاں اب جامعہ اسلامیہ کی پرشکوہ عمارت اور شاندار مسجد ہے یہاں ویرانہ تھا اور جھاڑیوں کے جھنڈ میں ہولناک تنہائیوں کا بسیرا تھا۔ ۱۳۷۵ھ میں آپ نے اسی اجاڑ میں قال اللہ اور قال الرسول کی شمع جلائی، بے سروسامانی کے عالم میں بھی استغنا کا یہ حال کہ ایک دردمند مخیر پچاس ہزار روپے ادارہ کی امداد کے لئے پیش کئے تو سید بنوریؒ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ اتنی خطیر رقم لیکر میں خود کو آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا جب ادارہ پوری طرح چل نکلے گا تو پھر سوچوں گا ——— جو بے نیاز کا بندہ ہے، بے نیاز رہے۔

اخلاص کیش مالی نے جو پودا لگایا تھا آج گلشن نظر آتا ہے جس کی مہک سے اندرون ملک ہی نہیں بیرونی ممالک اسلامیہ بھی معطر ہیں۔ بغیر کسی سفیر اور جلوس اپیلوں وغیرہ کے جامعہ کے بیت المال میں کبھی نقاہت نہیں آئی۔ آپ عطیات کے لینے میں بے حد محتاط تھے۔ مجھے اپنی طالب علمی کا ایک واقعہ خوب یاد ہے۔ مسجد کے ہال میں مولانا بنوریؒ جلالین شریف کا درس دے رہے تھے، ایک صاحب (متکبرانہ انداز میں) آئے اور مولانا کو محو درس پاکر مسجد میں ٹہلتے رہے، جب سبق پڑھایا جاچکا تو وہ صاحب مولانا کو ایک چیک دیتے ہوئے بولے۔ "یہ زکوٰۃ کی مد میں مدرسہ کے لئے لایا ہوں" مولانا بنوری کے بلوری رخساروں پر جلالت کی سرخی امنڈ آئی اور آنکھیں شعلہ بار ہوگئیں ——— فرمایا۔ مجھے آپ کی زکوٰۃ کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارا بجٹ پورا ہو چکا ہے لے جاؤ ——————!

اللہ اللہ۔ مسند علم کے تاجدار نے ایک دنیا دار کو کس خوبصورتی سے سمجھا دیا کہ دولت علم کے سامنے زر و سیم کتنی حقیر شے ہے۔ آج جامعہ اسلامیہ میں کئی شعبے کام کر رہے ہیں جن میں دار التحقیق اسلامی۔ شعبۂ تصنیف و تالیف۔ شعبہ تجوید و قرأت، تخصص فی الفقہ تخصص فی الحدیث۔ دعوۃ الارشاد اور دار الافتاء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سید بنوری نے کئی شہرہ آفاق کتب لکھیں جنہیں عرب و عجم کے علماء میں پذیرائی حاصل ہوئی اسلامی دنیا میں آپ کا احترام اور قدر و منزلت مسلم ہے، مشرق وسطی کے اسلامی ممالک میں اپنے وطن کے دینی سفیر کی حیثیت سے کام کیا۔ عرب ممالک میں بعض خرابیوں کو دیکھ کر نہایت افسردہ ہوتے تھے آبدیدہ ہو کر فرماتے انگریز ظالم نے محمد عربی کی سرزمین میں انتقاماً مغربی تہذیب کا زہر گھولا۔ بیروت گئے اور وہاں کے ہوٹلوں میں بے حیائی کے واقعات سنے تو سخت دل گرفتہ ہوئے۔ وطن واپس تشریف لائے اور اپنے سفر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ فرمایا، خدا رحم فرمائے لبنان میں خدا کی ناراضگی کے آثار دیکھ کر آیا ہوں۔ کچھ دنوں بعد لبنان میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اٹھی شہروں کے شہر بھسم ہوئے اور عیاشی کے اڈے بھی نیست و نابود ہوگئے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

قائدانہ عظمت

اس گوشہ نشین درویش کی قائدانہ عظمت کا اس وقت اندازہ ہوا جب آپ ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔ ہر مکتب فکر نے آپ کی قیادت پر اعتماد کیا اور پوری قوم جانیں ہتھیلیوں پر لیے میدان میں آگئی۔ اس بوڑھے جرنیل کی فراست ایمانی جس ہمہ گیر

اور بے مثال جرأت نے قوم میں وہ جذبہ پیدا کر دیا کہ اس وقت کی حکومت کو وہی کرنا پڑا جو محمد یوسف بنوری کا مطالبہ تھا۔ فیصلی اور خیبی طاقتوں کے گھیراؤ میں بھی سید انور شاہ کا شیری اور امیر شریعت کے فرزند نے دن رات ایک کر کے اپنے اسلاف کی امانت کا حق ادا کر دیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

وادیٔ عشق رسول کا مسافر

شیخ بنوری کی سب سے بڑی متاع زندگی جذبۂ عشق رسول تھا۔ میں اپنے مشاہدہ کے بل پر انہیں فنا فی الرسول کہتا ہوں۔ آقائے نامدار کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے جب حج کا موسم آتا تو آپ کی کیفیت دیدنی ہوتی۔

وعدۂ وصل چو شود نزدیک — آتش عشق تیز تر می گردد

فرماتے مجھے خدا سے ۳۰ حج مانگے تھے، حق سبحانہ نے عطا کر دیئے۔ عمرے کی سعادتیں اس کے علاوہ تھیں۔ سفر حج کا انتظام من جانب اللہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری مدظلہ نشتر ہسپتال میں زیر علاج تھے، سید بنوری، حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا عبیداللہ انور مدظلہم مزاج پرسی کو ہسپتال آئے۔ بات چل نکلی حضرت بنوری کے بالالتزام حج اور عمرہ کے سفر کی۔ بنوری نے فرمایا۔ بھائی میں زندگی کی ایسی گاڑی پر سوار ہوں کہ جسے سال میں کم از کم ۲ مرتبہ مدینہ منورہ سے پیٹرول نہ ملے تو چل ہی نہیں سکتی۔

یہ بھی جذبۂ عشق رسول تھا کہ نظریاتی کونسل میں نظام مصطفےٰ کی تدوین کے لئے جب آپکو بلایا گیا تو آپ کے معالج خصوصی نے سفر سے منع کیا اور کہا آپ کی صحت تشویشناک حد تک مخدوش ہے۔ مگر آپ شاداں و فرحاں اسلام آباد پہنچ گئے۔ گویا اپنے آقا کے مشن پر جان قربان کرنے پر کمربستہ تھے چل دیئے۔ شاید اس اقدام کو دنیا عقل و دانش کے خلاف قرار دے۔ مگر یہ راز شمع رسالت کے پروانوں ہی کو معلوم ہے کہ وادیٔ عشق رسول میں جو دیوانہ ہوتا ہے وہی فرزانہ ہوتا ہے۔ بالآخر نظام مصطفےٰ کے عملی نفاذ اور شرعی اصولوں کی ترویج کی کوشش میں عاشق صادق محبوب کی منشا پر نثار ہو گیا۔

سر ہو قدموں پہ تیرے اور قضا آ جائے
ایسے انجام سے بہتر کوئی انجام نہیں

روضۂ رسول کی خاک جو آپ نے محفوظ کر رکھی تھی آپ کی وصیت کے مطابق اسے آنکھوں کا سرمہ بنایا گیا۔ روضۂ اقدس کے غلاف کا کپڑا آپکے کفن میں سی دیا گیا اور بیت اللہ کی چھت کی لکڑی آپ کی قبر میں بچھائی گئی۔ اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے پہلو میں قافلۂ اسلاف کا یہ بچھڑا ہوا مسافر آرام کی نیند سو گیا۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

سید بنوری کی شخصیت کو جس زاویۂ نگاہ سے بھی دیکھا جائے بے داغ اور روشن ہے مگر آپ کی زندگی کا یہ اسلوب قابل رشک ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی باطل کی حمایت میں نہیں گذرا۔ حکمرانوں کے ایوانوں سے ہمیشہ دور رہے۔ سیاسی آستانے نہیں بدلے۔ سید بنوری کو دیکھ کر اسلاف کی عظمت رفتہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

جس کی ٹھوکر پر نچھاور افسری و سروری — سر سے پا تک اتباع سنت پیغمبری
جو تھے مستغنی عنایات وزیر و شاہ سے — جس کی امیدیں تھیں وابستہ فقط اللہ سے

شیخ بنوری کی امتیازی شان

مولانا عبدالشکور دین پوری

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ کی شخصیت کی، کمالات ہزاروں صفات حمیدہ کی مالک تھی مولانا صاحب بیک وقت مجاہد زاہد عابد، محقق محدث مفسر مؤرخ۔ معلم۔ مشفق۔ مخلص انسان تھے چند خوبیاں اور کردار محاسن مومنانہ کے تحت تحریر ہیں۔

توکل علی اللہ یہ مقام کسی خاص انسان کو نصیب ہوتا ہے۔

مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کی بنیاد توکل پر ہے جہاں مدرسہ ہے یہاں سنگلاخ اجاڑ غیر آباد زمین تھی جھاڑیاں نہ مکان نہ ظاہری سامان نہ آبادی انسان لق و دق ویران میدان تھا یہ اللہ کا بندہ یہاں آج سے ۲۲ سال پہلے ڈیرہ لگاتا ہے آج کا نقشہ قابل دید ہے عظیم الشان مسجد ۲۰ لاکھ سے تعمیر شدہ عمارت مدرسہ عجیب دار الحدیث، عظیم الشان ۲ لاکھ کا کتب خانہ، دار الافتاء، دار التصنیف، دار العلوم شاندار دار الاقامہ دار التجوید۔ درجہ حفظ۔ درجہ التخصص موجود ہے۔ ۵۰۰ صد بیرونی طلباء کرام ۱۵ ممالک کے شائقین ہیں۔ مصری قراء و ادیب بھی مدرس ہیں شب و روز کام کر رہے ہیں۔ سالانہ مدرسہ کا خرچہ تقریباً ۵ لاکھ سے زیادہ ہے ۲۰ معلم ہیں۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ آیت مد نظر ہے مدرسہ کی امتیازی شان یہ ہے کہ زکوٰۃ خرچ نہیں کی جاتی ان نادار طلباء مساکین پر بصورت وظیفہ خرچ ہوتی ہے۔

حضرت کی زندگی کا ایک واقعہ:

ایک امیر کبیر زر کثیر از مد زکوٰۃ لے کر حضرت کی خدمت میں آیا بڑے غرور و تکبرانہ انداز میں پوچھا بنوری صاحب کہاں ہے حضرت نے فرمایا میں موجود ہوں فرمایئے، کہنے لگا یہ ۵۰ ہزار کا چیک زکوٰۃ سے لایا ہوں وصول کریں مگر بڑے فخر سے اکڑ کر بات کی، مولانا نے فرمایا ہم زکوٰۃ نہیں لیا کرتے اب گنجائش بھی نہیں سال بھر کا خرچہ موجود ہے اس شخص نے کہا مولوی صاحب لے لو مجھ جیسا امیر اتنی زکوٰۃ دینے والا نہیں ملے گا۔ حضرت جوش میں آگئے فرمایا لے جاؤ، سن لو مجھ سا تم کو اتنی دولت ٹھکرانے والا شخص بھی نہیں ملے گا۔ نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر مقولہ مشہور ہے۔

مولانا کی زندگی ایک نظر میں:

خصوصیات بنوریؒ سادگی، توکل، اخلاق، عبادت عشق رسول اللہؐ میں سرشار حرص و طمع لالچ خود ثنائی تکبر سے متنفر و بیزار ۲۰ حج، ۱۵ عمرہ، ۱۴ سال دیار حبیب مسجد نبویؐ میں اعتکاف بیٹھے ۳۵ سال تک درس حدیث دیا ۲۸ ملکوں کا دورہ کیا۔ مسئلہ ختم نبوت حل کرایا صحابہ کرام سے گہری عقیدت و محبت تھی۔ اس سال بھی عمرہ و حج کے لیے تیار تھے کہ آخرت کے سفر پر چلے گئے

مدرسہ اسلامیہ آیا مولانا کے عظیم کارنامہ پر نگاہ ڈالی تو حیران رہ گئے تھوڑے عرصہ میں کتنا شاندار کام کیا۔ مسجد۔ ادارہ ہر شعبہ بطریق احسن کام سر انجام دے رہا تھا افسوس مدرسہ سوگوار تھا۔ طلباء چشم پر نم مسجد اداس۔ ممبر خالی۔ مسند حدیث بے رونق۔ گھر اجڑا۔ بچے یتیم مگر راضی برضاء اللہ تھے واقعی موت العالِم موت العالَم ہے جنازہ میں کئی لاکھ انسان تھے علماء صلحاء طلباء، وکلاء، سفراء، اپنے پرائے سب موجود تھے قبر مبارک سادہ سنت کے مطابق تھی ہر طرف سے قرآن کی آواز آرہی تھی باغ تو کھلا ہوا تھا مالی چلا گیا خزانہ علم تھا محافظ اٹھ گیا تھا حضرت کی موت سے علم کو علماء کو بلکہ عالم اسلام کو صدمہ ہوا ہے وہ تو مرحوم ہو گئے ہم محروم ہو گئے انہیں تو اعلیٰ مقام ملا ہمیں افسوس و صبر کا پیغام ملا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا جانشین عالم بہترین چل بسا دعا ہے کہ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم کو ان کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین نصیب فرمائے رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

گلستاں میں یہ کیوں افسردگی معلوم ہوتی ہے
پریشاں گل ہیں رنجیدہ کلی معلوم ہوتی ہے
تمہاری موت سے محمد یوسف دنیا کو صدمہ ہے
جہاں میں اک بڑی بھاری کمی معلوم ہوتی ہے

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

حضرت بنوری مرحوم کی وفات ہم سب کی یتیمی

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر جانکاہ راولپنڈی میں سنی۔ ہر دل بے قرار اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ خبر کیا تھی، بجلی تھی جو علماء کرام، پیران عظام اور عوام اہل اسلام کے دلوں پر گری۔ جس سے دلوں کا سکون اور قلوب کا اطمینان جاتا رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پچھلے دنوں مولوی محمد بنوری فرزند ارجمند حضرت مرحوم کی شادی سے قبل کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت مرحوم سے مدرسہ نیو ٹاؤن میں ملاقات ہوئی۔ مولوی محمد بنوری کی شادی پر میں نے مبارک باد کا خط حضرت مرحوم کو لکھا جس کا نہایت شفقت بھرا جواب آپؒ نے لکھا۔ اس مکتوب میں آپ نے اپنی گرانقدر کتاب (الاستاذ المودودی) کا ذکر فرمایا۔ یہ خط یادگار کے طور پر میرے پاس محفوظ ہے۔ یہ کتاب حضرت مرحوم کی آخری علمی یادگار ہے۔ جس سے آپ کے اظہار حق کے جذبے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جوش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی علمی یادگار ترمذی شریف کی عربی میں مبسوط شرح ہے۔ اس سے حضرت کے علوم دینیہ میں خاص مقام کا پتہ چل سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ کتاب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے علوم کا نچوڑ ہے۔ حضرت مرحوم کی بے پناہ علمی وسعت نگاہ کی وجہ ہی حضرت علامہ کشمیریؒ کی طویل صحبت ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی رفاقت و ہمنشینی کی برکات اس کے سوا ہیں۔

اب چراغ رخ زیبا لیکر ڈھونڈھیں تو حضرت بنوری مرحوم کی طرح کا عالم باعمل علمی تبحر اور علمی بلندی کا حامل نہیں مل سکتا۔ میرے ساتھ آپ کے خصوصی تعلقات تھے میں جب کراچی جاتا اکثر نیو ٹاؤن میں حاضر ہوتا۔ حضرت مرحوم کے علاوہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی کی زیارت بھی نصیب ہو جاتی جنہوں نے تجدید سبائیت لکھ کر تمام علماء کرام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔

ان کا اور چند دوسری ہستیوں کا وجود گرچہ حضرت بنوری مرحوم کی کمی پورا نہیں کر سکتا مگر کچھ نہ کچھ سہارا ہو جاتا ہے۔ مجھے ان حضرات کے دکھ اور پریشانی کا شدید احساس ہے مگر میں کیا کروں اپنے آپ کو تسلی دوں۔ یا مفتی احمد الرحمن کو یا سردار میر عالم خان لغاری کو یا اپنے بھائی مولوی محمد بنوری کو یا حضرت مولانا محمد ادریس کو اللہ تعالیٰ سب کے دلوں پر صبر کا مرہم رکھے۔ آمین

حضرت بنوری مرحوم کی تیسری بڑی یادگار مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ہے جو پاکستان بھر میں اپنے نمونہ کا ایک ہی مدرسہ ہے جس میں چند سال ہوئے حضرت مرحوم نے درجہ تخصص بھی جاری فرمایا یہ تین یادگاریں جو مجھے معلوم ہیں آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں کوئی بھی حضرت مرحوم سے تعلق جتا کر اور ان کے کمالات ظاہری و باطنی سے گنا کر ان کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ خود حضرت مرحوم کی برکت سے دنیوی پوزیشن حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاص اور للہیت کی برکات حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔

میری حضرت مرحوم کے والد گرامی مولانا زکریا بنوری مرحوم سے پشاور میں عرصہ دراز تک ملاقات ہوتی رہی ہے وہ خاص قسم کے بزرگ تھے۔ عملیات و اعمال شاقہ اور روحانی علوم میں ان کو رسوخ کامل حاصل تھا۔ آخری عمر میں اپنے خوش بخت بیٹے کے ہاں کراچی تشریف لے گئے تھے کراچی میں ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا۔ وہ مجیب الرحمن بنگالی اور دوسرے صوبائی تعصب پھیلانے والے رہنماؤں کے شدید خلاف تھے۔ جب وہ پشاور تشریف لاتے ہماری عید ہو جاتی۔

ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری میری دعوت پر عنایت اللہ خان مشرقی کے خلاف تقریر کرنے کے لئے مانسہرہ آئے۔ وہ بھی عجیب سال تھا تمام بڑے افسروں نے مانسہرہ کو خالی کر دیا اور ایک سادہ قسم کا اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس کو رہنے دیا گیا تھا۔ حضرت مرحوم نے بڑی مدلل معقول اور قانون کے اندر رہ کر تقریر کی۔ مگر سب انسپکٹر نے آپ کی گرفتاری کا حکم سنا دیا۔ میں نے اٹھ کر فوراً حضرت مرحوم کی تقریر کی تائید کی۔ چنانچہ مجھے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ہم دونوں کو مانسہرہ جیل کے دروازہ تک جلوس بلکہ عظیم جلوس نے پہنچا دیا۔ دو چار راتیں جیل میں اکٹھے رہے۔ ہر روز عشاء کے بعد جلوس آتا اور جیل کے دروازے پر نعرے لگاتا۔ آخر کار عوامی دباؤ کی وجہ سے ہم کو رہا کر دیا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے حضرت بنوری مرحوم کو خط لکھا کہ یوسف میں ایک جیل (جانے) کی کمی تھی جو پوری ہو گئی۔ الحمد للہ۔

حضرت مرحوم نے جو کام قادیانیوں کے خلاف کیا وہ سب کو معلوم ہے۔ آخر عمر میں آپ کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر منتخب ہو گئے تھے۔ یوں تو تمام جماعت آپ کی قدر دان فدائی اور مطیع وفرمانبردار تھی مگر آپ کے پرانے تجربہ کار ایک ساتھی رہ گئے ہیں یعنی مولانا محمد حیات اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے آپ نے مرزائیت کے خلاف زبردست تبلیغ فرمائی ہے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تو قدرت نے حضرت بنوری مرحوم کے ہاتھوں حضرت امیر شریعتؒ کے مشن کو زندہ رکھا۔ اب حضرت بنوریؒ نے بھی سب کو داغ مفارقت دے کر ختم کر دیا [illegible] ایک بعد ظاہری طور پر ایک ہی سلسلہ کی [illegible] حضرت مولانا شمس الحق افغانی استاذ الاساتذہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر دراز کرے۔ آمین)

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
پی۔ایچ۔ڈی مصر

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مشرقی افریقہ کا سفر

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی یہ خواہش تھی کہ علماء کا ایک وفد ان افریقی ممالک کا دورہ کرے جہاں قادیانی مراکز قائم ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو اس فتنے کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور وہ ان کے فریب میں نہ آئیں۔

اس سلسلہ میں پہلا ٹھوس قدم آپ نے یہ اٹھایا کہ وہ دستاویز جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کی گئی تھی، اردو زبان میں تھی اس کا عربی ترجمہ کرنے کے لیے اس خادم کو حکم فرمایا الحمد للہ کہ ترجمہ مکمل ہوگیا اور حضرت شیخ کی خواہش پر بہت جلد اس کی طباعت بھی مکمل ہوگئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس سفر میں جہاں بھی جانا ہوگا وہاں کے اہل علم حضرات کو یہ کتاب "موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" پیش کی جائے تاکہ ان کے پاس اس فتنے کے بارے میں ایک مستند دستاویز رہے جس سے وہ صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔

چنانچہ یہ طے پایا کہ یہ سفر شوال ۱۳۹۵ مطابق اکتوبر ۱۹۷۵ میں حرمین شریفین سے شروع کیا جائے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں حسب معمول عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا۔ اسی دوران آئندہ شروع ہونے والے سفر کے بارے میں استخارہ فرمایا۔ فرمانے لگے کہ اس سفر کے لئے چھ سات استخارے کئے ہیں اور خواہش تھی کہ کوئی خیر کا مانع درپیش ہو جائے اور میں رہ جاؤں اور سفر نہ کروں لیکن اگر قدرت کو میرا جانا ہی منظور ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں، میں تو ایک دین کا سپاہی ہوں اور سپاہی کا کام ہے حکم بجالانا۔

مدینہ منورہ میں سہ رکنی وفد کی تشکیل عمل میں آئی حضرت شیخ مولانا تقی عثمانی اور خادم (راقم الحروف) مدینہ منورہ سے جدہ پہنچے وہاں بعض ملکوں کے ویزے حاصل کئے اور ۷ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء یہ وفد حضرت شیخ کی قیادت میں جدہ سے بذریعہ پی آئی اے روانہ ہوا اور صبح ساڑھے چھ بجے کینیا کے دارالحکومت نیروبی پہنچ گیا، ائرپورٹ پر مولانا مطیع الرسول صاحب مبعوث دار الافتاء ریاض، اور شہر کے دوسرے سربرآوردہ حضرات نے استقبال کیا۔

نیروبی

شہر میں چار روز تک قیام رہا، اسی دوران شہر کی مختلف مساجد میں عشاء کی نماز کے بعد حضرت بنوری رح کا خطاب ہوتا رہا۔ جہاں اردو جاننے والے مسلمان تھے وہاں اردو میں اور جہاں افریقی مسلمان تھے وہاں عربی میں اور ساتھ ساتھ مقامی سواحلی زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ ان خطابات میں جن موضوعات پر بیان ہوا ان میں اہم موضوعات یہ ہیں۔ اللہ اور رسول کی محبت اور اطاعت، عجائب قدرت، صفات رسالت، اخلاص، محبت، اتحاد، عقیدہ ختم نبوت اور اس کی حفاظت، قادیانیت اور اس کا پس منظر وغیرہ۔

نیروبی میں قادیانیوں کی ایک مسجد ہے وہی ان کا مرکز ہے، کینیا کے بعض دوسرے شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں۔ اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔

نیروبی میں مسلمانوں کی بھی مختلف انجمنیں قائم ہیں جو دینی کام کرتی ہیں ان کی نگرانی میں کچھ دینی ابتدائی مدارس اور یتیم خانے قائم ہیں جن میں افریقی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان مدارس میں افریقی اساتذہ کے علاوہ پاکستانی مدرسین بھی کام کر رہے ہیں جن کو دار الافتاء ریاض (سعودی عرب) نے بھیجا ہے اور یہ حضرات اچھا کام کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ رح نے ان جمعیات کے ذمہ دار حضرات اور مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے اپنے اہم تبلیغی مقاصد میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کو بھی شامل کرلیں اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کریں جس پر سب نے لبیک کہا اور جو حضرات پہلے سے اس کام میں دلچسپی رکھتے تھے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ علماء کو کتاب "موقف الأمۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" پیش کی گئی۔

نیز مقامی علماء کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تنظیم قائم کرکے باقاعدہ کام شروع کریں، چنانچہ وہ حضرات اس بات پر آمادہ ہوگئے البتہ انہوں نے اتنی مہلت طلب کی کہ وہ سوچ سمجھ کر اس کے لئے مناسب افراد کا انتخاب کرلیں اور جب واپسی پر ہمارا نیروبی سے گزر ہوگا وہ اپنے آخری فیصلے سے ہم کو آگاہ کر دیں گے۔

نیروبی میں آئندہ سفر کا پروگرام یہ طے پایا کہ کینیا کے علاوہ تنزانیا، زمبیا۔ اور یوگنڈا میں بھی ہمارے وفد کو جانا چاہیئے۔ ان ممالک میں بھی کام کی سخت

[illegible] ضرورت ہے۔ نیز یہ سفر ہوائی جہاز سے ہو کیونکہ مسافت کافی لمبی ہے اور حضرت مولانا کی صحت اس قابل نہیں کہ خشکی کا سفر برداشت کر سکے۔ [illegible]
کے لئے روانگی تھی اور ۱۵ اکتوبر کو جہاں رفیق سفر مولانا لطف اللہ صاحب کا کراچی سے (تار آگیا) کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو ہسپتال

ممباسا

میں داخل کر دیا گیا ہے اس لئے آپ جلد از جلد پہلی فلائٹ میں کراچی پہنچ جائیں، چنانچہ وہ ۱۶ اکتوبر کو کراچی روانہ ہو گئے اور حضرت شیخ اور خادم ممباسا روانہ ہو گئے۔ ممباسا ائرپورٹ پر مولانا ابراہیم صاحب مبعوث دار الافتاء ریاض اور شہر کے دوسرے حضرات کافی تعداد میں استقبال کے لئے پہنچ چکے تھے۔

ممباسا میں بھی قادیانی مرکز ہے، اور مسلمانوں کی انجمنیں بھی قائم ہیں۔ مسجدیں بکثرت موجود ہیں۔ یہاں بھی حضرت مولانا کا بیان مختلف مساجد میں ہوا اردو اور عربی دونوں زبانوں میں یہاں بھی مختلف علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور انہیں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا گیا اور مذکورہ کتاب کے نسخے پیش کئے گئے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ صالح، ممباسا کے قاضی شیخ الحسن العمری اور ممباسا کے مشہور خطیب شیخ سعید احمد سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے ذریعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈال دی گئی، الحمد للہ کہ یہ سفر کافی کامیاب رہا۔

۱۸ اکتوبر کو ممباسا سے تنزانیا کے دارالحکومت، دار السلام پہنچے، ائرپورٹ پر مولانا قاسم کاظم (مبعوث دار الافتاء ریاض) اور مقامی مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی۔

دارالسلام

اور تنزانیہ کے بعض دوسرے شہروں میں قادیانی مراکز قائم ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی صرف ایک تنظیم قائم ہے جس کے عہدہ دار یہاں کی حکومت منتخب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور انجمن وغیرہ بنانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اس تنظیم کے عہدہ داروں کے علاوہ مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انفرادی طور پر اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کریں۔ یہاں کی مساجد میں بھی حضرت شیخ کا خطاب ہوا اس کا ترجمہ خادم نے پیش کیا۔

دارالسلام میں مصری حکومت کی طرف سے "المرکز الاسلامی" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے، جو مسجد، مدرسہ، اور دواخانہ پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی حضرت شیخ تشریف لے گئے اور مرکز کے مدیر اور اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی اور عربی زبان میں ان سے تبادلہ خیالات فرمایا اور ان کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مذکورہ کتاب کے نسخے بھی پیش کئے۔ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی قبول کیا اور نہایت محبت و اخلاص سے رخصت کیا۔

۲۰ اکتوبر کو دارالسلام سے زیمبیا کے دارالحکومت "لوساکا" کے لئے روانہ ہوئے دو گھنٹے کی پرواز کے بعد لوساکا پہنچے، ائرپورٹ پر مولانا عبداللہ بھائی یوسف اور دوسرے مقامی حضرات انتظار میں تھے۔

یہاں بھی شہر میں ایک قادیانی مرکز ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ یہاں کے مسلمان اس فتنہ سے باخبر ہیں اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو اس کے خلاف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

لوساکا

میں ایک بڑی جامع مسجد ہے اور دو چھوٹی مسجدیں ہیں۔ مسجدیں نہایت صاف ستھری، قالین بچھے ہوئے، طہارت کا بہت اچھا انتظام ہے۔ ٹھنڈا گرم پانی موجود رہتا ہے اور تولئے لگے ہوئے ہیں۔ ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ قائم ہے جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور دینی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ بچے صبح اسکول جاتے ہیں اور شام کو ان مدارس میں پڑھتے ہیں ان مدارس میں تعلیم دلانے کے لئے مدرسین اور قاری حضرات ہندوستان سے بلائے گئے ہیں۔ جو اچھا کام کر رہے ہیں۔ مسجدیں پانچوں وقت آباد رہتی ہیں اور مسلمان دور دور سے موٹروں میں نماز ادا کرنے وہاں آتے ہیں یہاں کے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر ضلع گجرات اور سورت سے ہے جن کے آباء و اجداد کافی عرصہ پہلے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے، اور ان حضرات کا زیادہ تر پیشہ تجارت ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مسجدوں کی آبادی اور دینی مدارس سے بہت خوش ہوئے، اور آپ جہاں بھی دینی کام ہوتا دیکھتے آپ کو روحانی مسرت ہوتی تھی۔ نیز مسجد اور مدرسہ کا نظام ان مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے جو غیر مسلم ممالک میں آباد ہیں اور اپنی نئی نسل کو جدید علوم کے ساتھ ساتھ اسلام سے روشناس کرانے اور اسلام پر قائم رکھنے کے خواہش مند ہیں۔

لوساکا میں بھی الحمد للہ صبح و شام علماء اور عام مسلمانوں سے ملاقاتیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہوتا رہا جس میں زیادہ زور تمسک بالدین اور دین کے لئے کام کرنے پر دیا گیا۔ نیز اللہ اور رسول کی محبت، ان کی صفات، عجائب قدرت، ختم نبوت اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر بیان ہوتا رہا۔ لوساکا میں مولانا عبداللہ منصور کی امارت میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی بنیاد ڈال دی گئی۔ جس کا مرکز لوساکا میں ہوگا اور وہ ملک کے دوسرے شہروں میں بھی اپنی شاخیں قائم کریگی۔

لوساکا میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع جمعہ کے روز وہاں کی بڑی جامع مسجد میں ہوتا ہے جس میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ اسلامی ممالک کے سفارتی نمائندے بھی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ یہاں دو جمعے پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ جمعہ سے پہلے اردو میں خطاب فرمایا جس میں اسلام کی عظمت، عقیدہ ختم نبوت، فتنہ قادیانیت اور اس کا پس منظر اور اسکی تاریخ بیان فرمائی، اور یہاں کے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل پیش فرمایا۔ اسی مضمون کو خادم نے خطبہ جمعہ میں عربی میں پیش کیا جس سے عربی جاننے والے حضرات مستفید ہوتے اور حضرت نے دعائیں دیں۔

لوساکا کے علاوہ زمبیا کے چند دوسرے شہروں میں بھی جانا ہوا جن میں انڈولا، کفوے اور چپاٹا قابل ذکر ہیں۔ چپاٹا جو لوساکا سے ۳۸۰ میل دور ہے اور موزمبیق کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خالص مسلمانوں کا شہر ہو، تجارت عموماً مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ شہر کے وسط میں خوبصورت جامع مسجد ہے جس میں پانچ اوقات بکثرت نمازی آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عبادت اور صلاح کے آثار نمایاں ہیں، بوڑھوں میں سو فیصد اور جوانوں میں ننانوے فی صد داڑھی والے ہیں، ان میں ایسے افراد بھی دیکھے جو (ورجل قلبہ معلق بالمساجد) کے مصداق ہیں۔

مسجد کے متصل ایک دینی مدرسہ ہے جس میں مسلمان بچے اور بچیاں اسکول کے اوقات کے علاوہ قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ رح ان حضرات کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور روحانی مسرت کا اظہار فرمایا۔ جامع مسجد میں خطاب عام کے علاوہ قرآن کریم کا درس بھی دیتے رہے جس میں وہی بنیادی موضوعات پر بیان ہوا جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ نیز وہاں کے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ مقامی باشندوں سے ایسا سلوک اختیار کریں جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہوتا ہے۔ یہاں کے حضرات نے دریافت کرنے پر بتلایا کہ یہ جو آپ دینی فضا دیکھ رہے ہیں یہ تبلیغی جماعت کی محنت اور برکات کا اثر ہے۔

الحمد للہ کہ زمبیا کا سفر نہایت کامیاب رہا۔ لوساکا میں قیام کے دوران وہاں کے نوجوان حضرت شیخ رح پر فریفتہ ہوگئے۔ اور آپ کی ہر مجلس اور ہر خطاب میں حاضر ہوتے۔ جہاں ہمارا قیام تھا بعض تو وہاں رات کو ہی آجاتے اور حضرت شیخ رح کے ساتھ تہجد کی نماز میں شریک ہوتے۔ اور جس روز آپ وہاں سے روانہ ہو رہے تھے ان سب نے لوساکا ائرپورٹ پر آپ کو حزن و بکاء کے ساتھ رخصت کیا۔ ان ہی نوجوانوں میں ایک صاحب ابراہیم لبات حضرت رح کی وفات سے چند روز پہلے کراچی آئے اور آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے بہت شفقت فرمائی۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو میں انہیں رخصت کرنے بڑے دروازے تک گیا۔ راستہ میں مجھے نہایت الحاح کے ساتھ کہتے ہیں کہ برائے کرم حضرت کو اس بات پر آمادہ کریں کہ ہمارے ہاں دوبارہ تشریف لائیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو وعظ کرنے کی بھی تکلیف نہیں دیں گے۔

۲۵ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۷۵ء لوساکا سے نیروبی کے لئے روانہ ہوئے، تقریباً دو گھنٹے کی پرواز کے بعد نیروبی پہونچے، ائرپورٹ پر آسانی سے ویزا مل گیا، کسٹم میں ایک مسلمان آفیسر نے ہمیں دیکھا اور فوراً ہمارے پاس آگیا اور ہمیں فارغ کردیا، اگرچہ ہمارے پاس سوائے استعمال کے کپڑوں اور کتابوں کے کچھ نہ تھا لیکن کسٹم کا عملہ صندوق کھول کر وقت بہت ضائع کرتا ہے۔ ہماری انتظار میں ایک صاحب گاڑی لاکر باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ سیدھے ان کے گھر پہونچے۔

نیروبی میں واپسی پر پھر چند روز ٹھہرنا پڑا۔ کیونکہ اب ہمارا پروگرام یوگنڈا جانے کا تھا اور نیروبی میں یوگنڈا کا ویزا لینے میں دیر لگتی ہے کیونکہ یہاں یوگنڈا کا سفارت خانہ نہیں ہے۔ اس لئے ویزا حاصل کرنے والے نیروبی کے پاسپورٹ آفس کو درخواست دیتے ہیں یہ آفس ان کاغذات کو کمپالا بھیجتا ہے وہاں یوگنڈا حکومت کی طرف سے جواب آنے پر ویزا ملتا ہے اور اس کارروائی میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے نیروبی سے اپنے ایک دوست مولانا عبدالخالق طارق کو فون کیا جو یوگنڈا کے شہر جنجا میں رہتے ہیں اور سعودی حکومت کی طرف سے وہاں کے "المعہد الاسلامی" کے مدیر ہیں اور تعلیمی فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ ان کو کہا کہ وہ ہمارے لئے ویزا حاصل کرکے ہمیں اطلاع دیں اور ایئرپورٹ پر آجائیں۔ چنانچہ وہ جنجا سے کمپالا آئے اور یوگنڈا کے مفتی شیخ یوسف سلیمان کے ذریعے ویزا لیا اور ہمیں فون سے اطلاع دی کہ ویزا مل گیا ہے آپ جب چاہیں آسکتے ہیں۔

نیروبی میں اس بار بھی قیام کے دوران علماء اور دوسرے حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک روز صومالیوں کی جامع مسجد میں حضرت شیخ رح کا عربی میں بیان تھا جس میں آپ نے اسلام اور اخوت اسلامیہ پر بیان فرمایا اور ساتھ ہی صومالی زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔ صومالی حضرات کی عادت ہے کہ عموماً مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مسجد میں گذارتے ہیں اور اس میں درس وغیرہ کا سلسلہ رہتا ہے۔ حضرت رح کے بیان کے بعد دوستوں نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں فتنہ قادیانیت پر کچھ روشنی ڈالوں۔ چنانچہ عشاء کی اذان تک بیان ہوا۔ اور صومالی زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔

نیروبی میں قیام کے دوران حضرت شیخ نے ایک خط لکھا تھا جس کا متن حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیروبی (کینیا)

برادر محترم ورفیق مکرم مولانا بجامی صاحب۔ وفقکم اللہ للخیر تحیۃً وسلاماً ما عشتما۔ حاجی آدم سادات کے ذریعہ مرسلہ مکتوب موصول ہوا حالات معلوم ہوئے۔ برادرم مولانا عبدالرزاق صاحب نے ایک مفصل مکتوب زمبیا، لوساکا سے لکھا تھا وہ ملا ہوگا۔ جدہ سے روانگی کے وقت کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں کہاں جانا ہوگا، اور کس طرح کام کرنا ہوگا۔ اس لئے روانگی ایسے وقت ہوئی کہ نہ پورے ویزے لے سکے نہ باقاعدہ کسی کو مطلع کیا جا سکا۔

نیروبی پہنچ کر کچھ نقشہ کام کا سمجھ میں آگیا کہ مؤثر اور صحیح صورت یہ ہے کہ ہر مرکزی مقام پر مقامی باشندوں کی جماعت "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تشکیل دی جائے جو بسلسلہ قادیانیت مؤثر کام کرسکے۔ اور تقریروں میں اسلام اور ختم نبوت کی اہمیت و حقیقت واضح کی جائے۔ چنانچہ اسی انداز سے کام شروع کیا اور نشان منزل نظر آنے لگا۔ چونکہ جدہ سے ویزے نہیں لے سکے تھے اس لئے تعویقات پیش آئیں اور تاخیر ہوتی گئی۔

بحمد اللہ جس رفاقت کی ضرورت تھی وہ میسر آئی ۔۔ اور حسن اتفاق سے افریقی ممالک میں جامعہ مدینہ کے بعض فضلاء جن میں ہم تو بہرا جو تھا مگر مولانا عبدالرزاق صاحب سے ان کا ذاتی تعارف و تعلق بے تکلف رہا جس کی وجہ سے بہت آسانیاں ہوگئیں۔

زمبیا سے واپسی پر یوگنڈا کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے تین چار دن یہاں تاخیر ہوگئی۔ شاید کل روانگی ہوسکے گی صحت تو یہی اچھی ہے۔ بلکہ کراچی سے بہتر ہے، لیکن سفر کی ہمت نہیں تھی اس لئے سفر کے اختصار کا سوچا تھا، لیکن معلوم ہوا کہ نائجیریا میں قادیانیوں کے اسکول، ہسپتال اور ادارے ہیں، اور حکومت میں بھی ان کے عہدے ہیں، وہاں جانے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے مغربی افریقہ کا ارادہ کرنا پڑا، اور پھر ساتھ ہی مغربی افریقہ کے بقیہ ممالک کا جوڑ بھی لگانا ہوگا اس لئے سفر طویل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں آمین۔

اگر حج کے ایام قریب آگئے تو ہوسکتا ہے کہ حج کے بعد واپسی ہو۔ والسلام

محمد یوسف بنوری

چہار شنبہ یکم ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ ۵ نومبر ۱۹۷۵ء

یوگنڈا

۲؍ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۷۵ء صبح آٹھ بجے نیروبی سے روانہ ہوکر نو بجے یوگنڈا کے ایئرپورٹ "انٹے بے" پہنچے، ایئرپو... پر مولانا عبدالخالق طارق اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ انتظار میں تھے اور ویزا کی منظوری کا فارم ساتھ لائے تھے الحمدللہ کہ آسانی سے ویزا مل گیا اور کسٹم سے فارغ ہوگئے۔ ایئرپورٹ کمپالا سے ۲۵ میل دور ہے، یہاں سے روانہ ہوکر کمپالا پہنچے۔

کمپالا میں یوگنڈا کے مفتی شیخ یوسف سلیمان صاحب کے اصرار پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مہمانی قبول کرلی۔ اور انہوں نے کمپالا کے بڑے ہوٹل کمپالا انٹرنیشنل میں ہمارے قیام کا انتظام کیا۔

مفتی شیخ یوسف سلیمان صاحب یوگنڈا کے مفتی اور وہاں کی "مسلم سپریم کونسل" کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں۔ کونسل کا مرکزی آفس کمپالا میں ہے۔ ا... کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولاناؒ نے ان کو اور ان کی حکومت کو اپنی اور پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے اپنے ملک میں قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر ان کی تبلیغ پر پابندی لگا دی ہے۔ بعض دوستوں نے بیان کیا کہ اس موقع پر جب قادیانیوں کو یوگنڈا میں غیر مسلم قرار دیا گیا ملک کے صدر جناب عیدی امین صاحب نے کہا تھا کہ "ہمارا دین تو وہ ہے جس کا مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے، ہمیں وہ دین نہیں چاہیے جس کا مرکز اسرائیل اور لندن ہے"۔ جمعہ کے روز "مسلم سپریم کونسل" کی جامع مسجد میں مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ اور اس سال یوگنڈا سے جانے والے حجاج کرام سارے یہاں جمع تھے جو سفر کی تیاری کے سلسلے میں سارے ملک سے آئے ہوئے تھے۔ مفتی صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی۔ حضرت مولاناؒ چونکہ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے منبر پر کھڑے ہونے سے معذور تھے اس لئے طے پایا کہ آپ نماز جمعہ سے پہلے بیٹھ کر حجاج کرام کو نصیحت فرمائیں اور اس کے بعد خادم خطبہ جمعہ اور نماز پڑھائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ سارا پروگرام کمپالا ریڈیو سے نشر ہوتا رہا۔

کمپالا میں سعودیہ عربیہ کے سفیر جناب عبداللہ الحبابی سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ پاکستان میں رہ چکے ہیں اور حضرت مولاناؒ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اپنے گھر پر جو ایک پہاڑ پر واقع ہے اور وہاں سے کمپالا شہر کا منظر سامنے نظر آتا ہے۔ حضرت مولاناؒ کے اعزاز میں پرتکلف دعوت دی۔ جس میں یوگنڈا کے مفتی صاحب کے علاوہ دوسری شخصیات کو بھی مدعو کیا۔ دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ سفیر موصوف نہایت با اخلاق اور ظریف الطبع کے مالک ہیں۔ سفیر صاحب نے حج کے ویزے کے علاوہ سعودی حکومت کے نام حضرت مولانا اور خادم کے لئے خصوصی مکتوب بھی دے دیا۔

کمپالا میں ایک یونیورسٹی ہے جو "مکریرے یونیورسٹی" کے نام سے مشہور ہے اور افریقہ کی قدیم ترین یونیورسٹی شمار ہوتی ہے۔ اس یونیورسٹی میں پاکستان... کے بھی ڈاکٹر حضرات پروفیسر اور لیکچرار ہیں جو مختلف شعبوں میں تعلیم دے رہے ہیں۔ بعض حضرات مولاناؒ سے ملنے ہوٹل تشریف لائے، ان کے دینی مزاج کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ خصوصاً ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب اور ڈاکٹر محمد افضل چوہدری صاحب۔

کمپالا کے بعد یوگنڈا کے دوسرے شہر "جنجا" بھی جانا ہوا۔ یہ شہر کمپالا سے مشرق میں پچاس میل کے فاصلہ پر وکٹوریہ جھیل کے کنارے واقع ہے۔ اور اسی مقام سے دریائے نیل کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور دریائے نیل پر یہاں ایک بند باندھا ہوا ہے۔ جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے اور پورے ملک کو سپلائی ہوتی...

کپالا سے جنجا تک پچاس میل کا راستہ سبز سبز درختوں اور چائے اور گنے کے کھیتوں سے آراستہ ہے۔ بارش کی کثرت سے درختوں کے پتوں کی سبزی نہایت طراوت کی بنا پر سیاہ معلوم ہوتی ہے اس منظر کو دیکھتے ہی حضرت مولانا رح نے فرمایا کہ (مُدْهَامَّتَانِ) کے یہی معنی ہیں۔ اَیْ سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّیِّ۔

آپ کو قدرتی مناظر بہت پسند تھے۔ لیکن ذہن فوراً عجائب قدرت کی طرف منتقل ہو جاتا، اور زبان پر حمد و ثنا کے الفاظ جاری ہو جاتے تھے۔ نیز سفر و حضر میں موقع و محل کے اعتبار سے علمی نکتوں سے مستفید فرماتے رہتے تھے۔

جنجا میں مولانا عبدالخالق طارق کے علاوہ مولانا خالد نعمانی، مولانا عبدالسلام بھی موجود تھے جو سعودی حکومت کی جانب سے "المعہد الاسلامی" میں تدریس وغیرہ کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چند پاکستانی حضرات جو مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں اور دینی مزاج کے حامل ہیں عصر کے بعد جمع ہو جاتے اور حضرت مولانا رح ان کو وعظ و نصیحت فرماتے اور ان کے سامنے ایک نہایت عمدہ پروگرام پیش فرمایا تاکہ وہ اپنے کام کے ساتھ دین کا کام بھی موثر طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

جنجا میں محترم آفاق احمد صاحب زیدی کے ہاں قیام تھا۔ آفاق احمد صاحب پاکستانی ہیں اور یوگنڈا حکومت کے ملازم ہیں اور اچھے مسلمان ہیں۔ گورنمنٹ نے ان کو خدمت کے لئے دو نوجوان خادم دیئے ہوئے ہیں۔ دونوں عیسائی تھے لیکن دونوں موصوف کے اسلامی اخلاق اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے چنانچہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے ان میں سے ایک اذان کہتا ہے اور پھر تینوں با جماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ایک اچھے مسلمان کا وجود ہر جگہ باعث رحمت ہے۔

جنجا کے بعد مشرق کی جانب ۔۔میل دور ایک شہر "تورورو" میں جانا تھا وہاں اس علاقہ کے مسلمانوں کا سیرت کے عنوان سے بہت بڑا اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں یوگنڈا کے مفتی اور دوسرے علماء بھی شریک ہوئے۔ حضرت مولانا رح نے بھی اس اجتماع سے عربی میں خطاب فرمایا جس کا ترجمہ مقامی زبان میں ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ اس خطاب میں آپ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی زندگی میں اسلامی طریقوں کو اپنائیں اور سنت کے مطابق عمل کریں اور غیر شرعی رسم و رواج اور بدعات سے بچیں، اور اخوت اسلامی کے دائرے میں رہ کر زندگی گزاریں اور اختلافات اور قبائلی تعصبات سے دور رہیں۔ اس اجتماع کے بعد اسی روز شام کو واپس جنجا آ گئے۔

یہاں جنجا میں نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں آپ کا بیان ہوا۔ جس کا موضوع ایمان اور عمل صالح تھا۔ اور ساتھ ہی دو زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ کیونکہ یہاں سواحلی زبان کے علاوہ مقامی زبان بھی بولی جاتی ہے۔

مقام عبرت

ایک روز جنجا والے دوست حضرت مولانا رح کو جنجا شہر سے باہر چند میل کے فاصلہ پر ایک سیر گاہ میں لے گئے۔ یہاں پر چند اونچے ٹیلے ہیں جن پر شاہانہ ٹھاٹھ کے تین محل تعمیر ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہیں۔ ان محلات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مغلیہ دور کے کسی بادشاہ نے اپنے ذوق و شوق کو پورا کیا ہو۔ خوبصورتی کے علاوہ ہر قسم کی راحت اور تفریح کا سامان بھی موجود ہے۔ محلات کے چاروں طرف میلوں تک پھل دار درخت، گنے اور چائے کے کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔ سامنے ایک اونچی پہاڑی ہے جو پھل دار اور سائے دار درختوں سے سجائی گئی ہے اور جس کی چوٹی تک سڑک جاتی ہے اور اوپر سے "جنجا" شہر وکٹوریا جھیل اور ہرے بھرے کھیت میلوں تک نظر آتے ہیں، گویا دیکھنے والا مری کے کشمیر پوائنٹ یا راولپنڈی پوائنٹ پر کھڑا ہے فرق صرف بلندی کا ہے۔

مقام عبرت یہ ہے کہ یہ سب نقشہ ایک "ہندو" کا بنایا ہوا ہے جو مدوانی کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کو زیادہ دیر ان محلات میں رہنا نصیب نہیں ہوا کہ اس کی اجل آ گئی اور اسی زمین کے ایک حصہ میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا اور آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ نے اس کو نیست و نابود کر دیا ———

(خسر الدنیا والاخرۃ ذلک هو الخسران المبین)

اس کے بعد اس کے بیٹے آئے لیکن ان کو بھی ان محلات میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکا، اور صدر عیدی امین صاحب کی حکومت نے یورپین باشندوں کے ساتھ ان کو بھی ملک بدر کر دیا، اور آج یہ سب محلات خالی اور بند پڑے ہیں جن میں پرندوں اور چند چوکیداروں کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سب منظر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے (کم ترکوا من جنات وعیون و زروع ومقام کریم و نعمۃ کانوا فیها فاکهین) نہایت ہی عبرت آموز منظر ہے لیکن کتنے لوگ ہیں کہ تماشائی بن کر گزر جاتے ہیں اور کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

یوگنڈا کے بعد ہمارا پروگرام مغربی افریقہ کے چند ممالک میں جانے کا تھا جس کا ذکر حضرت مولانا کے مکتوب نیروبی میں کیا گیا ہے، اور اس کی ابتداء نائیجیریا سے ہوتی تھی، لیکن نائیجیریا کا ویزا جلدی نہ ملنے کی بنا پر یہ سفر ملتوی کرنا پڑا، کیونکہ ویزے کے لئے چند ہفتے انتظار کرنا پڑتا اور پھر ان ممالک میں کافی وقت کی ضرورت تھی اور موجودہ مدت کافی نہ تھی اس لئے طے پایا کہ یوگنڈا سے قاہرہ ہوتے ہوئے بواسطہ جدہ کراچی واپس ہوں۔

قاہرہ

چنانچہ بروز اتوار ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۷۵ء رات کے بارہ بجے "لعنت جتا" سے قاہرہ کیلئے سفر کے ہوائی مستقر کے قریب جنجا سے روانہ ہوئے۔ مولانا عبدالخالق صاحب محترم زیدی صاحب اور دوسرے حضرات دو گاڑیوں میں الوداع کہنے کیلئے

ساتھ روانہ ہوئے اور مولانا کے روکنے کے باوجود انہوں نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ مغرب کے وقت کہاکا پہنچے، پاکستان کے ایک جج صاحب کے ہاں رکے اور مغرب کی نماز ادا کی، ان کے دینی مزاج سے مولانا رحمہ کو بہت مسرت ہوئی، اس کے بعد سارا قافلہ سوری سفارت خانہ کے سیکرٹری استاذ محمد کے ہاں پہنچے، یہ نہایت دیندار اور مخلص ہیں، ان کے ہاں عشاء کا کھانا اور نماز عشاء ادا کی۔ اور رات کے ساڑھے نو بجے پورا قافلہ اٹھ کے "ائر پورٹ پر کسٹم وغیرہ میں سفر کے سارے مراحل سے فارغ ہوکر ان حضرات کو حضرت مولانا نے شکریہ اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

رات کے ایک بجے جہاز روانہ ہوا اور ساڑھے چار گھنٹے کی پرواز کے بعد قاہرہ ائر پورٹ پر پہنچا حضرت مولانا کے استقبال کے لئے "المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیۃ" کا نمائندہ ائر پورٹ پر موجود تھا، جس نے آپ کا استقبال کیا۔ اور جلد ہی کسٹم سے فارغ ہوکر شبرد ہوٹل میں قیام کیا جس کا ایک کمرہ پہلے سے مجلس اعلیٰ کی طرف سے ریزرو کرایا ہوا تھا۔

قاہرہ میں چھ روز قیام رہا۔ اس قیام کے دوران جن شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو کام ہوا اس کی تفصیل یہ ہے۔ شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود سے ان کے دفتر میں طویل ملاقات ہوئی، نہایت محبت واکرام سے مولانا رحمہ کا استقبال کیا، اور اپنی جگہ چھوڑ کر مولانا کے پاس آکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہماری مہمانی قبول فرمائیں، ہماری طرف سے ایک موافق اور گاڑی ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گی، حضرت مولانا نے شکریہ ادا کیا اور معذرت فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہم المجلس الاعلیٰ کی دعوت قبول کر چکے ہیں، وہ بھی آپ ہی کا ادارہ ہے۔

شیخ الازہر

کے سامنے اپنے سفر افریقہ کی مختصر روداد بیان فرمائی اور ان کو "موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" کتاب کا نسخہ پیش کیا، شیخ الازہر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کو چھاپ کر تقسیم کریں۔ مولانا نے فرمایا بڑی خوشی سے۔ اسی مجلس میں مولانا کے قائم کردہ "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" کراچی کا ذکر بھی آیا، تو مولانا نے اس کے اغراض ومقاصد بیان فرماتے ہوئے فرمایا: ہمارا مقصد اس علمی ادارے کے قائم کرنے سے ایسے علماء پیدا کرنا ہے جو ایک طرف راسخ فی العلم ہوں اور دین کے عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوں اور دوسری طرف وہ دین کے مخلص سپاہی ہوں جن کے سامنے مادی منافع دنیاوی مناصب قطعاً نہ ہوں بلکہ ہر حال میں ان کا نصب العین دین کی خدمت ہو۔

شیخ الازہر نے مولانا کے اعزاز میں ایک پُرتکلف دعوت دی جس میں جامعۃ الازہر کی علمی شخصیات کے علاوہ قاری شیخ محمود خلیل الحصری سفیر پاکستان کے سابق سفیر محترم احمد سعید کرمانی، پاکستان میں مصر کے سابق سفیر جناب علی خشبہ وزارت اوقاف کے نائب وزیر وغیرہ کو بھی مدعو کیا۔ بعض دینی اور علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی جسے سب حاضرین نے دلچسپی سے سنا۔

پاکستان کے سفیر محترم احمد سعید کرمانی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، نہایت عزت واحترام سے پیش آئے، قیام گاہ پر حضرت مولانا کو دعوت دی، خود ہوٹل سے لے گئے اور پھر واپس لائے، اور قاہرہ سے روانگی کے وقت ائر پورٹ پر رخصت کرنے تشریف لائے۔

"المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیۃ" کے جنرل سیکرٹری سید محمد توفیق عویضہ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، بے حد خوشی کا اظہار کیا اور بار بار یہ جملہ کہہ رہے تھے (نحن نسعد دا بوجود کم) ان کو بھی مولانا رحمہ نے کتاب "موقف الامۃ الاسلامیۃ" پیش کی اور فرمایا کہ آپ اس کتاب کو انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ترجمہ کرا کے شائع کریں۔ اور ان بلاد میں تقسیم کریں جہاں یہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ انہوں نے اس کا وعدہ کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے موضوعات پر بھی گفتگو رہی۔

مولانا اسماعیل عبدالرزاق ساؤتھ افریقہ کے نوجوان عالم ہیں۔ جامعۃ الازہر کے "کلیۃ اللغۃ" انگریزی کے استاذ اور افریقی زبانوں کے شعبہ کے صدر ہیں، اور حضرت مولانا رحمہ کے شاگرد بھی ہیں، صبح وشام اپنی گاڑی لے کر آتے رہے ایک روز تفریح کرانے قاہرہ شہر سے باہر لے گئے۔ مولانا کے اعزاز میں ایک پُرتکلف دعوت دی جس میں مقامی شخصیات کے علاوہ قاری عبدالباسط صاحب، پاکستان کے سفیر محترم احمد سعید کرمانی صاحب اور جاپان کے ایک مسلم پروفیسر کو بھی مدعو کیا۔ ان کے علاوہ اسلامی ممالک کے طلبہ بھی ملاقات کے لئے آتے رہے۔

چونکہ حج قریب تھا اور ہمارا ٹکٹ قاہرہ، جدہ، کراچی کا تھا اس لئے یہ طے پایا کہ حج ادا کرتے ہوئے جائیں اور حج کے دوران اسلامی ممالک سے آنے والے علماء سے مل کر ان کو کتاب "موقف الامۃ" پیش کی جائے اور اس فتنے کے سدباب کے لئے ان کے سامنے مناسب تدابیر رکھی جائیں۔

چنانچہ بروز اتوار ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۵ء قاہرہ سے جدہ پہنچے، وہاں دو روز قیام کے بعد مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتسلیم پہنچے حج سے چند روز پہلے مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے، حج کے سفر میں جدہ، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں قدرت نے ایسی سہولتوں اور راحت وآسائش اسباب مہیا فرما دیئے تھے گویا مولانا رحمہ شاہی مہمان ہیں اور ہر جگہ پہنچنے سے پہلے ہی سارے انتظامات مکمل ہو جاتے ہیں یہ تو ایک مستقل موضوع ہے جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

مکہ مکرمہ

حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز صاحب سے مولانا رحمہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو اپنے سفر کے تاثرات سنائے جس پر انہوں نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور دعائیں دیں۔ حضرت مولانا رحمہ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ رابطہ کی جانب سے کتاب "موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" کی طباعت کا انتظام ہونا چاہیئے اور رابطہ اسے طبع کرا کے بلاد اسلامیہ میں تقسیم کرے۔ جسے انہوں نے قبول

کرتے ہوئے متعلقہ کمیٹی کے سپرد کردیا۔

موسم حج میں ہر سال رابطہ کی طرف سے "بین الاسلامی مجلس مذاکرہ" منعقد ہوتی ہے اس مجلس کا اجلاس جاری تھا، شیخ محمد صالح قزاز نے حضرت مولانا کو بھی شرکت کی دعوت پیش کی اور اصرار کیا کہ کم از کم آپ اسکے اختتامی اجلاس میں ضرور شرکت فرمائیں جسے آپ نے قبول فرمالیا۔

اس بین الاسلامی مجلس مذاکرہ میں جن موضوعات پر مقالے پڑھے گئے وہ یہ تھے۔ (۱) قادیانیت (۲) غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت۔ ۳۔ اسلام میں عورت کا مقام۔

مجلس کا آخری اجلاس ۵ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء عشاء کے بعد رابطہ کے ہال میں شروع ہوا۔ حضرت مولانا مرحوم نے بھی اس میں شرکت فرمائی رابطہ کے اراکین نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ چنانچہ رابطہ کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز اپنی جگہ چھوڑ کر آئے اور آپ کو خاص مہمانوں کی جگہ بٹھایا، اس اجلاس میں مختلف ممالک کے سینکڑوں علماء نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں مندرجہ بالا موضوعات سے متعلق خصوصی کمیٹیوں نے اپنی اپنی سفارشات پڑھ کر سنائیں۔ قادیانیت کے متعلق کمیٹی نے جو سفارشات پیش کیں وہ یہ تھیں۔

"بین الاسلامی مجلس مذاکرہ" کی طرف سے قادیانیت سے متعلق مقررہ کمیٹی نے بڑے غور و خوض سے قادیانی جماعت کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ جماعت بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اندر سے اسلام کی جڑیں کاٹ رہی ہے اور مسلمانوں میں اپنے خبیث نظریات پھیلا رہی ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف مندرجہ ذیل جرائم کی مرتکب ہے :

الف - اس جماعت کے لیڈر مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ب - اپنے گھٹیا اغراض کے لئے قرآن کریم کی آیات کی تحریف کی ہے۔

ج - اپنے آقا اور مربی استعمار اور صیہونیوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا۔

نیز اس کمیٹی نے اُن عقائد اور سیاسی، اجتماعی خطرات کا بھی مطالعہ کیا جن کا اس جماعت کی وجہ سے عالم اسلام کو خطرہ لاحق ہے اور بعض فضلاء کی زبانی یہ سن کر افسوس ہوا کہ یہ جماعت افریقہ، ایشیا، یورپ، اور امریکہ کے بعض ممالک میں اپنا کام کر رہی ہے۔ اس لئے یہ کمیٹی مندرجہ ذیل قرار داد پیش کرتی ہے۔

۱- بین الاسلامی مجلس مذاکرہ ان اسلامی حکومات کو مبارک باد پیش کرتی ہے۔ جنہوں نے قادیانیت کے بارے میں اپنا واضح موقف اختیار کرتے ہوئے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے نیز یہ مجلس باقی تمام اسلامی حکومتوں اور دینی تنظیمات سے پُر زور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بھی یہ اعلان کریں کہ قادیانیت غیر مسلم جماعت ہے اور اسلام کی ابدی تعلیم کے خلاف ہے۔

۲- حسن اتفاق سے اس وقت نائجیریا کے سربراہ مملکت دیار مقدسہ میں موجود ہیں۔ اور جیسا کہ معلوم ہے کہ نائجیریا میں قادیانی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی ہیں بلکہ اب یہ قادیانی جماعت وہاں کی یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا چاہتی ہے، اس لئے کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ علماء افاضل کا ایک وفد تشکیل دیا جائے جو نائجیریا کے صدر محترم سے ملاقات کرے اور ان کے سامنے اس غیر مسلم اور باغی جماعت کے بارے میں امت اسلامیہ کے موقف کی وضاحت کرے اور اور ان سے اپیل کرے کہ وہ ان کے اس خطرناک منصوبے کو پورا نہ ہونے دیں۔

۳- مسلمانوں کو مختلف وسائل کے ذریعہ قادیانی لٹریچر پڑھنے سے روکا جائے اور اس لٹریچر کو مسلمانوں میں پھیلانے کا سد باب کیا جائے خصوصاً قرآن کریم کے تحریف شدہ ترجمے۔

۴- کمیٹی یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ اس غیر مسلم گمراہ کن جماعت کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور رابطہ عالم اسلامی اس سلسلہ میں ایک خاص شعبہ قائم کرے جس کا کام یہ ہو کہ وہ اس قادیانی جماعت کی سرگرمیوں اور نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھے اور اس کی مقاومت کے لئے مناسب اقدام کریں۔

۵- جن بلاد میں یہ فتنہ پھیل چکا ہے وہاں کثرت سے ایسے مخلص مبلغین کو بھیجا جائے جو قادیانی مذہب، اسکے مقاصد اور طریق کار سے خوب واقف ہوں۔

۶- جن ممالک میں قادیانی سرگرمیاں موجود ہیں وہاں قادیانیوں کے مراکز کے بالمقابل دینی مدارس، ہسپتال اور یتیم خانے قائم کئے جائیں تاکہ مسلمان بچے ان کے مدارس اور ہسپتال میں جانے پر مجبور نہ ہوں۔

۷- یہ کمیٹی رابطہ عالم اسلامی سے یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسلامی ممالک میں ایسی کتابیں بکثرت شائع کرے جو اس فرقے کے خطرات سے آگاہ کرتی ہوں تاکہ مسلمان اس جماعت کے عقائد فاسدہ اور ناپاک اغراض سے مطلع ہو سکیں۔

۸- یہ کمیٹی اسلامی حکومتوں سے یہ بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاں شائع ہونے والی کتابوں کی نگرانی کے لئے ایسے حضرات کا تقرر کریں جو صحیح اسلامی فکر کے مالک ہوں۔

۹- جو لوگ محض جہالت یا دھوکے میں قادیانیت کے جال میں پھنس چکے ہیں ان کو نہایت نرمی اور حکمت عملی سے اسلام کی دعوت دی جائے اور اس سلسلہ میں مناسب

تمام تدابیر اور وسائل کو کام میں لایا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

حرمین شریفین میں مقامی علماء اور دینی شخصیات کے علاوہ دوسرے ممالک سے آئی ہوئی علمی شخصیات سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور ان سے اس موضوع پر تبادلۂ خیالات ہوا اور ان کو مذکورہ کتاب پیش کی گئی، ان حضرات کا تعلق جن ممالک سے تھا ان میں بعض کے نام یہ ہیں۔ جاپان، انڈونیشیا، ملایا، فلپائن، ہندوستان، شام، عراق، اردن، نائیجیریا، سرالیون، اپرولٹا، آئیوری کوسٹ، سینیگال، جنوبی افریقہ اور ترکی۔

اس مبارک سفر کی ابتداء بھی حرمین شریفین سے ہوئی اور انتہاء بھی حرمین شریفین پر ہوئی، اور سفر کے اختتام پر حضرت مولانا مرحوم کی جانب سے روئداد کے آخر میں جو خلاصہ کلام شائع ہوا وہ یہ ہے:۔

خلاصہ کلام

مشرقی افریقہ کے ممالک میں دین کے لئے مندرجہ ذیل فتنے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ عیسائیت (۲)، مرزائیت، (۳)، جہالت (۴)، علماء اور صالحین کی قلت (۵)، مدارس دینیہ کا فقدان۔

وفد نے مندرجہ ذیل امور سرانجام دیئے

۱۔ مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت، عظمت، اطاعت، اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی دعوت دی۔

۲۔ عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی وضاحت کی۔

۳۔ اس موضوع پر لکھی ہوئی کتاب "موقف الامۃ الاسلامیۃ" اور ایک انگریزی پمفلٹ تقسیم کیا۔

۴۔ جہاں فتنہ قادیانیت کے مراکز ہیں وہاں مجلس "تحفظ ختم نبوت" کے قیام کی تدبیریں کی گئیں۔

۵ جہاں تنظیم بنانے کی اجازت نہیں وہاں مقامی علماء اور دینی شخصیات کو کام کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا۔

۶۔ جہاں قادیانیت کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا ہے، وہاں کے ذمہ دار حضرات کو مبارکباد اور دین کے لئے کام کرنے کا لائحہ عمل پیش کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ اس فتنہ پر کڑی نگرانی رکھیں۔

۷۔ ایشین مسلمانوں کو افریقی مسلمانوں سے دینی روابط قائم رکھنے اور غیر مسلم باشندوں میں کام کرنے کی ترغیب دی گئی۔

۸۔ ان ممالک میں دارالافتاء ریاض کے جو حضرات مبعوثین کام کر رہے ہیں ان کو کام کرنے کے مفید مشورے دیئے گئے۔

۹۔ مقامی حضرات کو ترغیب دی گئی کہ وہ افریقی ذہین بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستان بھیجیں اور ان کے ٹکٹ کا انتظام کریں۔

۱۰۔ کتاب "موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" کی دوبارہ طباعت، اور انگریزی و فرانسیسی ترجمہ اور اس کی طباعت کا انتظام کیا گیا۔

تجاویز

مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں وفد نے یہ تجاویز پیش کیں:۔

۱۔ جن ممالک کا وفد نے دورہ کیا ہے وہاں قائم کردہ جمعیات تحفظ ختم نبوت، مقامی دینی انجمنوں، علماء اور دینی شخصیات سے دائمی رابطہ قائم رکھا جائے اور خط و کتابت کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہے۔

۲۔ ان حضرات کو دینی فتنوں کے خلاف اردو، عربی اور انگریزی میں لٹریچر بھیجا جائے۔

۳۔ افریقی طلبہ کو دینی مدارس میں وظائف دیئے جائیں اور ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

۴۔ تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کو توجہ دلائی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعتیں ان ممالک کی طرف روانہ کریں خصوصاً یوگنڈا میں۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم

مولانا سعید الرحمٰن علوی

محدثِ کبیر مولانا محمد یوسف بنوری

کا

سفرِ آخرت • (آنکھوں دیکھا حال)

موجودہ عبوری حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الحق صاحب نے اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی تو اس میں ملک کے مشہور عالم دین، محدثِ کبیر و شہیر حضرت العلام مولانا محمد یوسف بنوری کو بھی شریک کیا گیا مختصر عرصہ میں کونسل کے کئی اجلاس ہوئے جن میں شیخ بنوریؒ باقاعدگی سے شریک ہوئے اور اپنے گراں قدر مشورے اور تجاویز کونسل کے سامنے رکھیں جنرل ضیاء الحق صاحب اور کونسل کے سربراہ جناب محمد افضل چیمہ دجج سپریم کورٹ پاکستان کے تعزیتی بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کا وجود گرامی کونسل میں قدرت کی نعمتِ غیر مترقبہ تھی آپ کے قیمتی مشورے اسلامی آراد ملت کو اپنی اساس و بنیاد کی طرف توجہ کرنے میں اپنی مثال آپ تھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ ستر سال کا یہ عظیم و جلیل انسان جس کی ساری عمر خدمتِ دین و علم میں گزری تھی اس مقدس مشن کی تکمیل کے دوران اپنے مالک کے حضور سرخرو ہو کر پہنچ گیا۔

اب بھی شیخ راولپنڈی کونسل کے اجلاس کے لئے تشریف لائے تھے ۱۶ر اکتوبر کو اچانک دل کا دورہ پڑا تو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال کے دی آئی، پی روم میں داخل کر دیئے گئے عام ملاقات پر ڈاکٹر صاحبان کی طرف سے پابندی تھی لیکن وہ کہتے ہیں کہ حالت خطرہ سے باہر ہے طبیعت سنبھلنے کا مژدہ جانفزا ملا ۱۷ر اکتوبر کے جہاز سے کراچی واپسی کے لئے سیٹیں ریزرو ہو گئیں لیکن افسوس کہ آپ کی نعش مبارک کراچی گئی اور کراچی میں آپ کے لاکھوں عقیدت مند آپ کی شفقت سے محروم ہو گئے نہ صرف اہل کراچی بلکہ دنیا بھر کا صحیح الفطرت اور نیک بخت مسلمان اس عظیم و جلیل مرد دانا و بینا کی جدائی کے دائمی غم میں مبتلا ہو گیا۔

پیر صبح صبح (۱۷ر اکتوبر) پھر حملہ ہوا اور چند ہی منٹ بعد سوز و ساز رومی اور پیچ و تاب رازی میں وقت گزارنے والا نابغہ دل ہار کر رہ گیا یہ روح فرسا اور اندوہناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پنڈی و اسلام آباد میں پھیل گئی مقامی حضرات میں سے قاری سعید الرحمٰن خطیب جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر اور مولانا غلام حیدر مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد ہی ایسے تھے جو بحالت موجودہ ذمہ داری لے جا سکتے تھے باقی حضرات ابھی تک کچھ پہنچے نہ تھے اور آنے والوں پر وہی کیفیت طاری تھی جو وصال نبیؐ کے وقت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ سمیت اکثر صحابہ کرام پر طاری تھی اس لئے بہت کم حضرات کو بیرونی طور پر اطلاع ہو سکی اس کے باوجود ہزارہ و پشاور وغیرہ سے اکثر علماء وغیرہ آنا شروع ہو گئے

مولانا غلام حیدر صاحب حضرت الشیخ کے اسلام آباد میں قیام وغیرہ کے امور کے نگران تھے۔ اس ضمن میں مصارف سے بری الذمہ ہونا از بس ضروری تھا اس لئے بغیر کسی تاخیر کے اس کام سے فارغ ہوئے جب کہ قاری سعید الرحمٰن صاحب نعش مبارک کو ہسپتال سے جامعہ لے آئے۔ اور احباب سے تجہیز و تکفین کے انتظامات کا کہہ کر ایئر پورٹ چلے گئے تاکہ کراچی کے لئے انتظام ہو سکے جہاز کی روانگی کا ٹائم ۱۲½ بجے تھا لیکن معلوم ہوا کہ جہاز لیٹ ہونے کے سبب ½۱ بجے جائے گا۔ لہٰذا طے ہوا کہ پونے ایک بجے جنازہ پڑھا کر ایئر پورٹ پہنچا جائے بعد میں اطلاع آئی کہ جہاز مزید لیٹ ہے اور تین بجے جائے گا مولانا ایوب جان بنوری امیر جمعیۃ علماء اسلام سرحد جو حضرت الشیخ کے قریبی عزیز بھی ہیں پہلے سے وہاں تشریف فرما تھے مولانا عبدالعزیز آف سرگودھا بھی چند دن سے پنڈی تھے اور بھی بے شمار حضرات آ چکے تھے ایک بجے بعد دوپہر امام العصر حضرت الشیخ علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے اس شاگرد رشید اور اسلامیانِ عالم کے مطاع و مقتداء کے غسل آخری کا انتظام کیا گیا یہ سعادت جن خوش نصیبوں کے مقدر میں تھی ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا ایوب جان بنوری، مولانا محمد عبد اللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد، مولانا عبدالستار توحیدی ..... اور [illegible]

محمد رمضان علوی۔

مولانا غلام اللہ خان فیصل آباد گئے ہوئے تھے اسی اثناء میں وہ بھی واپس پہنچ گئے جب کہ ایئرپورٹ سے قاری سعید الرحمٰن صاحب نے فون کے ذریعہ اطلاع دی کہ جہاز کا ٹائم چار بجے ہو گیا ہے لہٰذا جنازہ چار بجے ہو گا غم و اندوہ کی کیفیت یہ تھی کہ باضابطہ طریق سے ریڈیو کو اطلاع نہ دی جا سکی اور جو کسی ذریعہ سے اطلاع دی گئی وہ ۱۰ بجے کے بلیٹن میں ریڈیو کے اہلکاروں کی غفلت کی نذر ہو گئی اور وہ ایک آدھ لفظ کہہ کر "وقت ختم" کا اعلان کر کے رخصت ہو گئے حالانکہ انہیں خبر ہونی چاہیے تھی کہ آج آسمان و زمین بھی ماتم کناں تھے کہ ایک ایسے شخص کے وجود باجود سے دنیا خالی ہو گئی تھی جو اقلیم علم و عرفان کا بے تاج بادشاہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا استغنا خودداری اور عزت نفس عطا فرمائی تھی اور جو بلاشبہ خدا کی زمین پر ایک "مقدس نشان" تھا۔

اس کے ازالہ کے لیے مولانا محمد رمضان علوی کے توجہ دلانے پر قائم مقام جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی قاری عبدالمالک نے ایک بجے سے چند منٹ پہلے ریڈیو پاکستان سے رابطہ قائم کیا تب جا کر خبر نشر ہوئی اس کے بعد تو ہر راستے کا رخ جامعہ اسلامیہ کی طرف تھا اور جنازہ کے دوران اس کی وسعتیں اپنی تنگ دامانی کا برملا اظہار کر رہی تھیں۔

غسل کے بعد کفن پہنایا گیا، اللہ اللہ کتنا حسین منظر تھا شیخ کا گورا چٹا رنگ، حسین و جمیل چہرہ، خوبصورت داڑھی اور پھر ایمان و یقین کے نور سے اور ہی بہار پیدا کر رہی تھی سچی بات یہ ہے کہ ع "چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست" کا حقیقی مشاہدہ مخلوقِ خداوندی کر رہی تھی جسدِ مبارک ایک ایسے کمرہ میں رکھا گیا جس کے دونوں اطراف سے دروازے تھے گرمی کے سبب برف کا انتظام تھا اور اب باقاعدہ نظم کے ساتھ آخری دیدار شروع ہوا ایک دروازے سے آنا اور دوسرے سے جانا جس نے دیکھا وہ "احسن تقویم" کے سانچے میں ڈھال کر دنیا میں بھیجنے والے کی خلاقی و صناعی پر عش عش کر اٹھا۔

ایک بجے کے بعد حضرت المحدث الشیخ المکرم مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک تشریف لائے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے طلبہ و مدرسین میں سے کوئی ہی شائد نہ آسکا ہو ورنہ سینکڑوں تھے اور سبھی آئے ضروری مشورہ کے بعد ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر نماز ظہر اور ۳ بجے جنازہ کا پروگرام طے ہوا۔

نماز سے قبل مولانا غلام اللہ خان نے حضرت السید بنوری کے محاسن و کمالات اور دینی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا پھر نماز ہوئی اس کے بعد مولانا عبدالحق نے شیخ مکرم کے مناقب اور تقویٰ و طہارت پر اپنی کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان میں سیر حاصل تبصرہ فرمایا اور آپ نے ہی تین بجے جنازہ پڑھایا جنازہ کے بعد پھر چہرہ دیکھنے کا سلسلہ جاری رہا جہاز کے ایک گھنٹہ مزید تاخیر کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے دوبارہ یہ سعادت خدام کو نصیب ہوئی۔

جنازہ کے بعد مولانا خلیل الرحمٰن آف ہری پور اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر تشریف لائے علماء کرام، صوفیائے عظام طلبہ، وکلاء، سول و فوجی افسران، تاجر، صحافی اور دوسرے حضرات بکثرت موجود تھے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالحق۔ مولانا خلیل الرحمٰن آف ہری پور، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مولانا غلام اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری (ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت) مولانا محمد تقی عثمانی فرزند حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ، مولانا مفتی سیاح الدین، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالعزیز آف سرگودھا۔ مولانا عبدالخالق کوہ نور ملز، جسٹس محمد افضل صاحب چیمہ، حاجی اختر حسین صاحب ڈپٹی سیکرٹری مالیات، سردار امیر عالم خان لغاری، مولانا عبیداللہ جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا ایوب جان بنوری، مولوی فضل الرحمٰن صاحب فرزند مفتی محمود صاحب

۳½ بجے کے بعد جنازہ گاڑی میں رکھا گیا اور ہزاروں لوگوں نے اپنے محبوب قائد و رہنما کو پُرنم آنکھوں سے الوداع کہا حضرت بنوری کے صاحبزادے مولوی محمد بنوری صاحب قاری سعید الرحمٰن صاحب، مولانا ایوب جان بنوری، سردار امیر عالم خان لغاری جنازہ کے ساتھ کراچی تشریف لے گئے

اخباری نمائندے اس دوران مختلف ذرائع سے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے مولانا ایوب جان بنوری سے انہیں حالات کا زیادہ علم ہوا انہیں سے ۱۹۰۶ء کے سن ولادت کا علم ہوا۔ حضرت شاہ صاحب کاشمیری کے محبوب شاگرد اور صحیح جانشین نے ڈھابیل ٹنڈو الہ یار اور کراچی میں دینی خدمات سرانجام دیں۔ روزنامہ جنگ کے مالک و مدیر میر خلیل الرحمٰن صاحب نے خصوصی طور پر اس معاملہ میں دلچسپی لی۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

ایک تاثر ـــــ ایک تاریخ ـــــ ایک تحریک

۱۹۷۴ء میں مرزائیوں نے ربوہ میں ریلوے سٹیشن پر جو شرارت کی اس کے ردّ عمل کے طور پر تحریکِ ختم نبوت نے جنم لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک پورے ملک میں پھیل گئی اس تحریک کو کمال تدبر و ہوشمندی اور خلوص وجرأت سے "مجلسِ عمل" نے کامیابی تک پہنچایا اور قارئین کو یاد ہوگا کہ اس مجلس عمل کی قیادت حضرت الشیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے ہاتھ میں تھی شیخ بنوری کا سوزِ دروں اور ان کی شبانہ روز جدوجہد تاریخ دعوت وعزیمت کا لافانی باب ہے اللہ کرے کہ اس داستان کو کوئی باہمت سپردِ قلم کر دے۔ انہی دنوں "لولاک" کے نمائندہ خصوصی نے شیخ سے انٹرویو لیا وقت گزرنے کے باوجود اس انٹرویو میں ایک طرح کی تازگی موجود ہے ہم اپنے قارئین کی خدمت میں وہ انٹرویو پیش کر رہے ہیں رب کریم شیخ علیہ الرحمہ کے فیوضات سے ملت کو مسلسل فائدہ پہنچاتے رہیں۔

(ادارہ)

سر پر کپڑے کی اجلی گول ٹوپی، کاندھے پر سفید رومال، کھلا ہاتھ، میانہ قد، روشن اور متحرک آنکھیں جن میں تدبر کی گہرائیاں، جھلک رہی ہیں چہرے پر گزرے ماہ و سال کے نقوش شلوار کرتے پر جبہ نما سفید کوٹ زیب تن کئے دوٹوک اور کھری کھری بات کرنے کے عادی، آواز میں سنجیدگی اور متانت کا آہنگ، دینی علوم کے جید عالم جن کے تبحرِ علمی کی دھاک برصغیر پاک و ہند کے علاوہ سارے عالمِ اسلام میں بیٹھی ہوئی ہے عربی زبان جن کا اوڑھنا بچھونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کی حفاظت جن کی زندگی کا نصب العین ہے یہ ہیں مرکزی مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری

اس گئے گزرے دور میں آپ کا وجود مبارک اور غنیمت ہے کہ آپ مختلف الخیال اور متحارب نظریات کے حامل سیاسی اور دینی رہنماؤں کی قیادت کر رہے ہیں اور گزشتہ چار مہینوں سے تحفظ ختم نبوت کا قافلہ حضرت بنوری کی قیادت میں کامیابی کی منزل کی طرف کسی سیاسی آویزش اور تصادم کے بغیر بڑے وقار اور تمکنت سے رواں دواں ہے یہ مسئلہ ختم نبوت کی برکت اور حضرت بنوری کی بصیرت کا ثمر ہے کہ آپ کو ملک کی تمام سیاسی دینی جماعتوں اور پیشواؤں کی غیر مشروط تائید وحمایت اور بھرپور تعاون حاصل ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ صحیح معنوں میں اس اعتماد کے اہل تھے اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ حضرت بنوری کو ملک کے دینی و سیاسی راہنماؤں اور پیرانِ عظام کا بھرپور تعاون حاصل ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ صحیح معنوں میں اس اعتماد کے اہل تھے اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ حضرت بنوری پر ملک کے دینی و سیاسی راہنماؤں اور پیرانِ عظام کے بھرپور اعتماد کو ٹھیس پہنچانے اور مرکزی مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر کو بدنام کرنے کے لئے گزشتہ دنوں ایک خاص فرقہ کے لوگوں نے "فدایانِ رسول" نامی نام نہاد تنظیم کے نام پر لاکھوں روپے خرچ کر کے ایک مہم چلائی لیکن حضرت بنوری پر مسلمانوں کے بے پناہ اعتماد نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور مخالف منہ کی کھا کر رہ گئے حضرت بنوری نے نہ صرف مجلسِ عمل کے صدر ہیں بلکہ کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کے حال میں امیر بھی منتخب ہوئے ہیں۔

آپ ان علماء کے جانشین ہیں جنہوں نے برطانوی اقتدار سے مسلسل معرکہ آرائیاں کر کے اسے اپنے لافانی عزم سے شکست دے دی اور سامراجی قوتوں کو نیچا دکھا کر وطن کی آزادی کا پرچم سربلند کیا تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ علماء کے اس طبقہ کی کوششوں اور پیہم جدوجہد سے ملک بھی آزاد ہو گیا اور مسلمانوں کا ملی اثاثہ بھی محفوظ رہا فرنگی سازشوں کے تار و پود بکھر گئے اور قوم نے صدیوں کی غلامی کے بعد آزادی

کا سانس لیا لیکن اس مقام پہ ایک بات کا ذکر ہماری تاریخ کا بہت بڑا حادثہ ہے کہ وطن کو غیروں کے استبداد سے نجات دلاتے ہوئے قوم کے رہنماؤں کو بعض سامراجی فتنوں سے دوچار ہونا پڑا جو سامراجی قوتوں نے اپنی مخصوص استعماری مصلحتوں کے تحت برپا کر دیئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں قادیانیت کا پودا انگریز کی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اس نے ملت کی دینی قیادت کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کے قومی تشخص کو نقصان پہنچانے کے لیے ختم نبوت جیسے بنیادی عقیدہ پر مرزا غلام احمد کے ذریعہ کاری ضرب لگائی لیکن اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان علماء پر جنہوں نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے دن رات ایک کر دیا اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں حضورؐ کی ختم نبوت کا تحفظ کرتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مرزائی فتنہ کو کچلنے کے لیے سب سے اونچا نام اور وقیع جدوجہد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ہے۔ جن کو حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے امیر شریعت کا لقب عطا کیا اور انہوں نے ساری زندگی حضورؐ کی ختم نبوت پر قربان کر دی انہوں کے بعد ناموس ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے بستی بستی حضورؐ کی ختم المرسلینی کا پیغام پہنچاتے رہے اس مبارک سلسلہ میں یکے بعد دیگرے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ، اور مولانا محمد حیات کے اسمائے گرامی آتے ہیں جنہوں نے استعماری فتنے کی سرکوبی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر ساری زندگی اس کے خلاف لڑتے رہے کچھ عرصہ پہلے پاکستان کے تمام علماء نے متفقہ طور پر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کر لیا اور خود آپ کے الفاظ میں ابھی ہم سوچ رہے تھے کہ اس عظیم ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہوں گے کہ امتحان کا وقت آ پہنچا اور ملک میں استعمار کے ایجنٹوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت بنوریؒ نے اس فتنہ سے نجات دلانے کے لیے پوری قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانے کی اپیل کی یہ امر نہایت خوش آئند ہے کہ سانحہ ربوہ کے بعد کسی مصلحت اور تخصیص کے بغیر ہر مکتب فکر کے علماء اور رہنما ختم نبوت کے سٹیج پر پہنچ گئے اور آج وہ حضرت بنوریؒ کی قیادت میں قادیانی فتنہ کے لیے خطرے کی تلوار بن چکے ہیں

امت کے رہنماؤں نے سانحہ ربوہ کے بعد قادیانی فتنہ کے خلاف اجتماعی طور پر آواز بلند کرنے کے لیے مرکزی مجلس عمل کے تحت قوم کو پکارا اس پکار میں سب سے باوقار اور نمایاں آواز حضرت بنوریؒ کی ہے جو پیرانہ سالی میں کمزوری اور ضعف کے باوجود سارے ملک میں مجلس عمل کے تحت قوم کو اس فتنہ کے عزائم اور عقائد سے خبردار کر رہے ہیں۔ فیصل آباد میں مولانا بنوری مجلس عمل کی دوسری مرکزی میٹنگ اور پھر ضلع فیصل آباد کے کنونشن میں شرکت کے لیے تشریف لائے دونوں مرتبہ آپ نے مخصوص نشستوں میں خطاب کے علاوہ جامع مسجد کے یادگار جلسوں میں فیصل آباد کے مسلمانوں سے اپنے مخصوص اور دل پذیر انداز میں مسئلہ ختم نبوت پر خطاب فرمایا۔ راقم نے حضرت بنوری کے نشستوں اور ذاتی حالات و خیالات سے اپنے قارئین کو آگاہ کرنے کے لیے حضرت بنوری سے مختلف اوقات میں اس سلسلہ میں ملاقات کی آپ نے سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا۔ وہ یہ تھی کہ اس وقت قوم کو باتوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے ہمیں ایجیٹیشن تقریروں کے بجائے آنحضورؐ کی عزت کی حفاظت کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ ہم اپنے ایمان کی قوت اور بصیرت سے اس پاک وطن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو اس فتنے سے بچانے کی آخری اور کامیاب کوشش کریں۔ ہمیں ہر کوشش کرتے ہوئے صبر اور ہوش کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے ہم چونکہ ایک دینی جماعت کے پلیٹ فارم سے قوم کے لازوال اعتماد پر عمل کے میدان میں آئے ہیں اس لیے ہم کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہماری جدوجہد سے کوئی سیاسی فائدہ اٹھائے۔ آپ نے فرمایا اس وقت ملک انتہائی سنگین خطرات سے دوچار ہے اور استعماری قوتوں کے ایجنٹوں نے بیک وقت ہمارے دین اور وطن کو چیلنج کر کے ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس چیلنج کا نہایت ہوش مندی اور عقل مندی سے جواب دیں گے۔ اور وہ کوئی سا میدان منتخب کر لیں۔

اب شکست ہمارے دشمنوں کا مقدر بن چکی ہے انہیں اب اسمبلی کے ایوان میں اور اس ملک کے گلی کوچوں میں ایک اقلیت کی حیثیت سے گزر بسر کرنے کی اجازت تو دی جا سکے گی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمیں مسلمان کا روپ دھار کر نقصان پہنچاتے رہیں۔ کیا اس جدوجہد میں حکومت سے تصادم کریں گے۔

آپ نے بغیر کسی توقف کے فرمایا حکومت ہماری فریق نہیں ہم سیاسی مسائل نہیں سلجھا رہے بلکہ ایک خالص دینی مسئلہ پر پوری امت کی تائید سے عمل کے میدان میں آئے ہیں۔ ہم دیانت داری کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ قادیانی فتنہ خود پاکستان اور اس حکومت کے لیے جو ذرہ برابر بھی دین و مذہب کا نام لیتی ہے خطرہ ہیں وہ اس ملک کی سالمیت کے دشمن ہیں ان کا عالم اسلام کے بدترین دشمن اسرائیل سے راہ و رسم

ہے انہوں نے ہر نازک موقعہ پر پاکستان کی سالمیت کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے وہ عقیدے کے اعتبار سے پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور جلد یا بدیر ارضِ پاک کو اکھنڈ بھارت میں تبدیل کرنے کے خواہش مند ہیں اس طرح وہ عالم اسلام کے خلاف یہودیوں کے جاسوس ثابت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ اور وہ ایک ایسی مملکت میں آنحضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کے بارے میں ایسی دیدہ دلیری سے وہ باتیں کرتے ہیں جو کوئی باغیرت مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ اس سے ہم یہ باور کرنے میں حق بجانب ہیں کہ قادیانی اسلام کے غدار ہیں۔ اور پاکستان اور عالم اسلام کے دشمن۔ اب رہی یہ بات کہ ان کو اقلیت قرار دلانے کے لیے ہم حکومت سے تصادم چاہتے ہیں یا نہیں سو جناب ہم اس بات سے اچھی طرح سے آگاہ ہیں کہ قادیانیوں کی شروع سے یہ کوشش چلی آئی ہے کہ جب بھی ختم نبوت کا مسئلہ تحریک کی صورت میں اٹھے۔ علماء کو حکومت وقت سے لڑا دیا جائے تاکہ مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے لیکن اس مرتبہ پوری قوم جانتی ہے کہ ہم نے مخالفت اور لڑائی کا رُخ مرزائیوں کی طرف رکھا ہے ہم حکومت کو ہرگز فریق نہیں سمجھتے اور حکومت کو بھی ہوش اور عقل سے کام لیتے ہوئے ہمارے ساتھ جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت اگر سوادِ اعظم کے مطالبات کو تسلیم کرتی ہے تو یہ خود اسی کا بھلا ہے یہ بات عدالت کے ریکارڈ میں آچکی ہے کہ مرزائیوں نے وزیر اعظم بھٹو کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور یہ سازش صرف اس لئے کی گئی تھی کہ بھٹو صاحب کی حکومت نے آئین میں عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف میں ختم نبوت پر ایمان اور یقین کو لازمی قرار دے دیا ہے۔ یہی چیز مرزائیوں کو شروع دن سے پریشان کر رہی ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح موجودہ آئین کو کالعدم قرار دینے کے لیے کھڑاگ رچاتے ہیں اب وہ ملک میں ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ التواء میں پڑ جائے لیکن مجلس عمل کا فیصلہ ہے کہ اس بار جھوٹی نبوت کا معاملہ طے کر دیا جائے گا اور قادیانیوں کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تشدد کی کارروائیاں اس بات کی دلیل نہیں کہ تحریک کو دبایا جا رہا ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت بنوری ؒ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں ملک کے مختلف حصوں میں پولیس نے قابلِ مذمت رویہ اختیار کیا ہے اور علماء، طلباء اور شریف شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔ اور پر امن شہریوں پر زیادتی کی گئی ہے عام جلسوں اور مظاہروں پر پابندی لگا رکھی ہے اخبارات پر سنسر بٹھا دیا ہے اور تحریک کو کمزور کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے اس کے باوجود یہ امر مسرت کا باعث ہے کہ باغیرت مسلمانوں نے دینی حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے تشدد کا حوصلے اور صبر سے مقابلہ کیا ہے اور تحریک کو آگے بڑھایا ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ کی محبت میں ہمیں جس قسم کی مشکلات کا مقابلہ بھی کرنا اور جن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا وہ سب ہمارے لیے آخرت کا توشہ بن جائیں گے حقیقت یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو ہمیشہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ہمارے پیارے نبی سید المرسلین کی سنت بھی یہی ہے کہ راہ حق میں تکلیفیں صبر اور ہمت سے برداشت کرتے چلے جاؤ اللہ تعالیٰ کامیابی کے دروازے خود بخود کھول دے گا۔

حضرت گزشتہ دنوں آپ کے خلاف اخبارات میں "کردار کشی" کی جو مہم چلائی گئی آپ کا تاثر اس بارے میں کیا ہے؟

مولانا بنوری ؒ نے فرمایا :۔ یہ مہم اصل میں میرے خلاف نہیں تھی مخالفین مجلسِ عمل کے صدر کے بارے میں جھوٹی باتیں پھیلا کر مجلسِ عمل کے پروگرام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے لیکن آپ نے دیکھا کہ انتہائی مکروہ پراپیگنڈے کے باوجود ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی حفاظت کے مقدس مشن میں لگے رہے اور دشمن رسوا ہوا۔

مولانا آپ نے کبھی پاکستان کی عملی سیاست میں حصہ لیا؟

حضرت بنوری ؒ نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ پاکستان بننے سے پہلے بلکہ قرار دادِ پاکستان منظور ہونے سے بھی بہت پہلے یعنی ۱۹۳۱ء - ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں جمعیت علماء ہند کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا تھا اس کے بعد عملی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی کر لی۔ آپ پاکستان کب تشریف لائے اور کس حیثیت سے؟

آپ نے فرمایا۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء کو، انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ انہوں نے بھارتی پاسپورٹ کبھی نہیں لیا۔ پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر مسٹر شاہجہان نے انہیں پاکستان کے شہری کی حیثیت سے پاکستان آنے کا پرمٹ دیا تھا۔

آپ کی تصنیفات اور تالیفات کی تعداد کیا ہے۔

آپ کی تصانیف کن زبانوں میں ہیں۔ اور کس کس موضوع پر ہیں۔

علامہ موصوف نے فرمایا:- میری ساری کتابیں عربی زبان میں ہیں - میری ایک کتاب بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب ہے جو آج سے ۳۸ سال پہلے مصر میں شائع ہوئی تھی میری ایک اور کتاب جس کا نام نفحۃ العنبر فی حیات الشیخ انور ہے ایک اور کتاب یتیمۃ البیان فی مشکلات القرآن " یہ کتاب آج سے ۴۰ سال پہلے دہلی میں شائع ہوئی تھی اب ان کے علاوہ میری ایک کتاب " معارف السنن مقدمہ معارف السنن " مصر میں زیر طبع ہے علامہ نے عالمانہ انکسار سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔ میری تصانیف اور تالیف معدودے چند ہیں - میری سب سے بڑی کتاب " شرح معارف السنن " ہے جو چھ جلدوں اور ۲۰ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

الوداعی مقالہ

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی شام ماہنامہ "بینات" کے لئے یہ اپنا آخری اداریہ تحریر کیا تھا۔ ۱۳ اکتوبر کو وہ اسلامی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے اور وہیں اسلامی قوانین کی تدوین کا کام سرانجام دیتے ہوئے ۱۷ اکتوبر بروز پیر صبح سوا پانچ بجے اپنے خالقِ حقیقی کے ہاں تشریف لے گئے یہ اُن کے آخری رشحاتِ قلم "الوداعی مقالہ" کے عنوان سے شائع کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

القوم

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ سیاسی بحران نے جو مایوس کن صورت اختیار کر لی تھی وہ ختم ہوگئی اور امید ہوگئی کہ اگر ہماری قوم کو من حیث القوم معافی مل گئی تو کسی درجہ میں صحیح نمائندہ حکومت برسرِ اقتدار آجائے گی اور لوگوں کو حکومت الٰہیہ کے سایۂ رحمت میں سکون نصیب ہوجائے گا۔ موجودہ مارشل لاء کی حکومت سے جہاں قوم کو ظالموں کے پنجے سے نجات ملی اور سکون نصیب ہوا وہاں آئندہ حکومتِ اسلامی کے لیے راستہ بھی ہموار ہوگیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی جدید تشکیل سے بھی بہت کچھ توقعات وابستہ ہوگئیں اور حسبِ ذیل بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔

(الف) یہ ادارہ مستقل آزاد ادارہ ہوگا کسی وزارت کے ماتحت نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اب تک وزارتِ قانون کے ماتحت چلا آتا تھا۔

(ب) اس کی حیثیت محض مشیر کی نہیں ہوگی بلکہ اس کی سفارشات حتمی ہوں گی اور اُن کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہوگا۔ انہیں رد کرنے کا حق نہیں ہوگا اور نہ وہ اکثریت واقلیت کی رائے شماری کے چکر میں آئیں گی

(ج) ادارہ تحقیقات اسلامی اس کے ساتھ ملحق ہوگا اور اس کا ایک جزو ہوگا۔ علمی تحقیقات کے لیے اس کے تینوں مجلے اسلامک اسٹیڈیز (انگریزی) الدراسات الاسلامیۃ (عربی) اور فکر و نظر (اردو) اس کے ترجمان ہوں گے۔ اور اس کی معاونت کا کام ان سے لیا جائیگا۔

(د) اس کی تمام کاروائیاں امت کے سامنے آئیں گی اور کوئی تجویز بھی صیغۂ راز میں نہیں رکھی جائے گی۔

توقع رکھنی چاہیئے کہ ان چار باتوں سے اسلامی کونسل میں جان آجائے گی اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کوئی چیز نہیں بلکہ پہلے بھی "تعلیماتی بورڈ" پھر "شاورتی کونسل" پھر "اسلامی نظریاتی کونسل" کے نام سے ادارے قائم کئے گئے اور ان اداروں نے کچھ کام بھی کیا۔ لیکن اربابِ اقتدار کو چونکہ اسلام سے نہیں بلکہ صرف نام سے غرض تھی اس لیے ان کی سفارشات کو نافذ تو کیا جاتا ہے ان کی کاروائی تک کو صیغۂ راز میں رکھا گیا کیونکہ ان حکومتوں نے صرف عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ کام شروع کر رکھا تھا۔ ورنہ عملی طور پر ان اداروں کی کاروائی کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا رہا اور عوام کو قصداً اس سے بے خبر رکھا گیا تاکہ کوئی احتجاج نہ کر سکیں کہ سفارشات کو قبول کیوں نہیں کیا جاتا ورنہ بہت کچھ کام ہوگیا تھا اگر سابقہ حکومتیں اسلام کے بارے میں مخلص ہوتیں اور ان سفارشات کو نافذ کراتیں تو آج یہ روزِ بد دیکھنا پڑتا۔ لیکن افسوس "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم" وہاں تو کچھ معاملہ ہی اور تھا۔ اب الحمد للہ کہ اسلامی کونسل ایک مستقل اور با اختیار ادارہ کی حیثیت سے جدید انتخاب کے ساتھ پھر وجود میں آئی ہے اب قوم کو یہ دیکھنا ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ میں کتنی فعال کتنی سرگرم اور کتنی مخلص

ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ایام میں وہ سب کام کرائے جو سالہا سال میں نہ ہو سکا۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی" کا رُخ اس وقت تک اسی طرف لگا رہا کہ اسلام کا جدید ماڈل تیار کیا جائے، جس میں یہ صلاحیت ہو کہ جدید تہذیب کے تمام کافرانہ خدوخال موجود ہوں۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو ہٹا کر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو ادارہ کا سربراہ بنایا گیا تھا ابتداء میں اس کا دس لاکھ کا بجٹ تھا پھر بارہ لاکھ پھر ۲۴ لاکھ کا سالانہ بجٹ رہا اور یہ کروڑوں روپیہ حکومت کا الحاد اور دہریت کی نذر ہوتا گیا۔ اشک شوئی کے لئے کبھی کبھی کوئی ایک آدھ علمی کتاب بھی شائع کرائی گئی تاکہ عوام کی زبان بندی ہو اور کوئی شکایت نہ کر سکے کہ کام نہیں ہو رہا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اس ادارہ کو اسلامی کونسل کا جز بنا کر امت پر ایک اور احسان کیا اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محض اپنے فضل و کرم سے رفقاء ادارہ کو صحیح خدمتِ اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی کونسل نے قوم و ملت سے ایک دن مقرر کر کے توبہ و انابت اور تجدید میثاق کی اپیل کی ہے۔ مقصد یہ کہ حکومتی اور عوامی دونوں سطح پر ایک ایسا دن مقرر کیا جائے کہ سب مل کر بارگاہِ قدس میں توبہ کریں۔ تیس سالہ دور میں جو اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کی ہے اور غیر اسلامی زندگی کو جس انداز سے عام کیا ہے اس کی معافی مانگی جائے اور آئندہ کے لئے یہ عہد کیا جائے کہ جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا اس مقصد کے لئے سر توڑ کوشش کی جائے گی اور اس ملک میں صحیح معنوں میں حکومتِ الٰہیہ قائم کی جائے گی۔

ہم نے "بینات" کے صفحات پر بار بار ان حقائق کا واشگاف اظہار کیا ہے کہ خدا کے لئے اس ملک پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی سے توبہ کرو، موجودہ صورت اور دردناک حالات ہماری شامتِ اعمال کے نتائج ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو گئے، نہ جان محفوظ نہ آبرو محفوظ، نہ مال محفوظ، بجائے روز افزوں ترقی کے روز افزوں قعرِ مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ بہرحال اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین اور خطباء و مقررین ان حقائق کو امت کے کانوں تک پہنچائیں اور ہمارے اخبارات و مجلات ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ ذرائع نشر و اشاعت سے ان حقائق کو واضح کرائیں اور صحیح اسلامی معاشرت سے زندگی کے ثمرات و نتائج سے روشناس کرائیں اور اسلامی حکومتیں جن خطرناک غلطیوں سے دنیا کے صفحے سے مٹ گئی ہیں ان کی عبرت ناک داستانیں سنائیں اور بتلائیں کہ مسلمانوں پر من حیث القوم خدا فراموش زندگی کبھی راست نہیں آئی اور ظلم و کبر اور بربریت کے ساتھ کوئی حکمران بھی اس کے برے عواقب سے بچ نہیں سکتا۔ اور حق تعالیٰ کی حکمت و مصلحت سے آخرت سے پہلے بھی ان مجرموں کو دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے۔ آخر پاکستان کے المیہ کیا کوئی مرقع عبرت نہیں؟ آخر سکندر مرزا، غلام محمد، اور ایوب خان کا حشر کیا ہوا؟ اور قائدِ عوام کا حشر اب دنیا دیکھ رہی ہے اور مزید دیکھ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو کس بے رحمی اور ظلم سے ستایا گیا اور کیسی عبرتناک تفصیلات جرائد و اخبارات کے صفحات پر آرہی ہیں۔ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی اس خداداد مملکت کو کس طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش کی؟ کون سی گندگی اور بے رحمی ہے جس کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو؟ بے حیائی سنگدلی بے رحمی کے ریکارڈ توڑ دیئے گئے دنیا کے جابر و ظالم ڈکٹیٹر دل نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ان سب کو یہاں جمع کر دیا۔ آخر مخلوق تو خدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے کسی حکمران کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ جو چاہے کرے لیکن حق تعالیٰ صبور و حلیم ہے ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے "لکل اجل کتاب" بہرحال ایک وقت آتا ہے کہ "عزیز ذو انتقام" کی صفت کا بھی ظہور ہوتا ہے واقعات ناظرین کے سامنے ہیں بیان و تفصیل کی حاجت نہیں۔

موجودہ بحران سے جو افسوسناک حقیقت واشگاف ہو کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام دشمن و شر پسند طاقتیں منظم ہو کر حق کے مقابلہ میں رونما ہوئی ہیں۔ تمام شر کی قوت منظم ہو کر خیر سے نبرد آزما ہو گئی ہے۔ گزشتہ قیادت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس کی بدولت منتشر شر و فساد کی طاقتیں منظم ہو گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے الحاد و دہریت اور لادینی کے پرستار دین کے دشمن تمام عناصر متفق ہو گئے ہیں اور لادینی قیادت ہی چاہتے ہیں۔ ہمارے بعض حضرات ان حقائق سے غافل نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے جلسوں میں صالحین کی اکثریت دیکھ کر یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ بس اب تو آنکھیں بند کر کے صالح قیادت ہی کی حمایت ہوگی۔ دوسری طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ کیا لاہور اور پنڈی میں شر و فساد کے عناصر کے محیر العقول اجتماعات ان کے سامنے نہیں پھر کیوں ان کو غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ پھر محض عددی اکثریت اور جلسوں کے اجتماعات سے فیصلہ لگانا بھی حقائق سے چشم پوشی ہے بلاشبہ

غلبہ حق کا ہوتا ہے بشرطیکہ خالص حق ہو، اگر دال میں کالا کالا ہے تو پھر کیوں کر اطمینان ہو سکتا ہے۔ اور کہیں انسان خوش فہمی میں مبتلا ہو تو اسے عہد نبوت میں حق خالص ہونے کے باوجود اپنی اکثریت پر گھمنڈ ہوا تو کیا حشر ہوا۔ وحی آسمانی میں غزوۂ حنین کے واقعہ سے کیا عبرت نہیں ہوتی مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر وقت حق تعالیٰ پر ہی توکل ہو اور ضعف ناتوانی پیش ہو، اور حق تعالیٰ کی صمدیت و بے نیازی سامنے ہو نہ معلوم کس وقت کیا تکوینی مصلحت ہو، لن ترانیاں اور دعوے اسلامی مزاج کے بالکل خلاف ہیں۔ افسوس ہے کہ اچھے اچھے حضرات بھی پھسل جاتے اور ان حقائق سے غفلت کی وجہ سے خلاف توقع صورتیں پیش آجاتی ہیں پھر شیطانی وساوس شروع ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ دشمن یعنی کافر کے مقابلے کی آرزو مت کرو لیکن جب واسطہ پڑ جائے تو پھر کمال یہ ہے کہ قدم نہ ڈگمگائے یہ بر سرِ عام اجتماعات میں جلسوں اور جلوسوں میں نعرے لگانے اور یہ کہ ہم یوں کر دینگے اور یوں کر دیں گے یہ تمام اسلامی مزاج کے خلاف ہیں بہر حال حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور اسوۂ حسنہ اور صحابۂ کرام علیہم رضوان اللہ کا طرز زندگی اور واقعات مسلمانوں کے سامنے رہنے کی ضرورت ہے اسی میں خیر و برکت ہے، اسی میں فلاح دارین اور سعادت کونین ہے، بلا شبہ موجودہ قیادت اگرچہ بصورت فوجی حکومت ہے لیکن بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جلوہ ہے۔ اس کی شکر گزاری کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کے ذریعہ سے تمام روڑے راستے سے ہٹ جائیں اور صحیح قیادت کے لیے راستہ ہموار ہو جائے اور مجرمین کو منزل کر دنیا کو راحت و سکون کا سانس نصیب ہو اور شر و فساد کے تمام عناصر ذلیل و رسوا ہوں۔ اور اس مملکت خداداد میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا ظہور پُر نور ہو اور خدا فراموش زندگی سے نجات نصیب ہو۔ اور یہ مملکت دنیا کے ممالک اسلامیہ میں باعزت ہو اور تمام عالم اسلام کی قیادت کی صلاحیت حاصل ہو۔ اور تمام مایوسی کی گھٹاؤں کے بعد امید کے آفتاب عالمتاب کی شعاعوں سے دنیا منور ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

مولانا حامد علی خان، ملتان

ملتان میں مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کے زیر اہتمام تعزیتی جلسۂ عام کی مولانا حامد علی خان کو دعوت دی گئی جسے انہوں نے قبول فرمالیا۔ بروقت کسی مجبوری کے پیشِ نظر شریک نہ ہو سکنے کی حکیم سیّد انور علی شاہ صدر مجلس عمل ملتان کو مندرجہ ذیل تعزیتی پیغام کے ذریعہ اطلاع فرمائی

(ادارہ)

مکرمی و محترمی جناب حکیم انور علی شاہ صاحب زاد کرمہ

سلام مسنون

حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مغفور و مرحوم کی یاد میں جو آج جلسہ ہو رہا ہے اس میں اس ناچیز کو بھی دعوت شمولیت دی گئی تھی جس کا بہت بہت شکریہ لیکن میں بوجہ علالت حاضری سے قاصر ہوں۔

حضرت مولانا مرحوم بلند پایہ محدث اور جید عالم تھے ساری زندگی درس و تدریس میں گزری اور دین کی خدمت میں گزاری ان کا اعلیٰ کارنامہ یہ ہے کہ ان کی صدارت میں تحریک ختم نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں مسلمانانِ پاکستان نے بڑی کامیابی سے چلائی اور سو فیصد کامیاب ہوئی۔ اس قحط الرجال میں مولانا کی رحلت کا سانحہ ایسا ہے جس کی تلافی ناممکن نظر آتی ہے میں مولانا کے لیے دعا کرتا ہوں اور ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔

والسلام

۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء

یوسفِ کاروان

میر عالم خان لغاری کراچی

۱۹۵۲ء کے سردیوں کا ذکر ہے مجھے سید سلیمان ندوی کی دعوت پر ٹنڈو آدم میں ایک تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔ مولانا محمد عثمان صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن میرے شاہ والے میرے ہم سفر تھے۔ اجلاس سے فراغت کے بعد میں اور مولانا عثمان صاحب ٹنڈو الٰہ یار مدرسہ اور حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ گاڑی لیٹ ہو گئی نصف شب میں ٹنڈو الٰہ یار مدرسہ میں پہنچے مولوی عبدالغفور صاحب میرے شاہ والے۔ سید مصباح اللہ شاہ صاحب مدرسہ میں طالب علم تھے رات انہیں حضرات کے کمرے میں گزاری۔ صبح ناشتے کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کیمبل پوری کے درس میں شریک ہوئے۔ بعد درس ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پھر مدرسہ کے کتب خانہ میں جو باغ میں تھا مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی سے ملاقات ہوئی۔ مولانا اس زمانے میں "لغات القرآن" تصنیف فرما رہے تھے۔ ان سے فارغ ہو کر ہم حضرت بنوری کی زیارت کی غرض سے چلے حضرۃ کا قیام اس زمانے میں شہر میں حاجی صاحب کے بالا خانہ پر تھا۔ حضرۃ بنوری شہر سے تشریف لا رہے تھے باغ ہی میں ملاقات ہو گئی تیز سبز رنگ کا جبہ زیب تن تھا۔ حضرت نے معانقہ کے لئے ہاتھ پھیلا لئے یہ میری زندگی کی پہلی ملاقات تھی۔ ؎

آں دل کہ رم نہ بودے یا خوب رو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے

مولانا محمد عثمان صاحب نے میرا تعارف کرایا تو حضرت نے فرمایا کہ میں خاندان لغاری سے اچھی طرح واقف ہوں مجھے مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ تناول فرماویں۔ میں تو پہلی نگاہ سے بے زر غلام بن چکا تھا۔ انکار کا سوال ہی نہ تھا پھر پورا دن حضرت کے ساتھ گذارا۔ دوپہر کو کھانے پر پلاؤ۔ کڑھی کھانے کو ملا۔ جس کی لذت آج تک یاد ہے میں نے میرے شاہ مدرسہ میں آنے کیلئے حضرت کو دعوت دی حضرت نے قبول فرمائی میرا تعلق اس وقت مدرسہ میرے شاہ سے تھا۔ اس طرح حضرۃ والا سے تعلق کی ابتداء ہوئی جو الحمد للہ حضرۃ کے وصال تک قائم رہا۔ پھر حضرۃ میرے شاہ تشریف لائے مدرسہ میرے شاہ میں مجلس شوریٰ کی باقاعدہ رکنیت میری استدعا پر قبول فرمائی۔ رحیم آباد میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا۔

رحیم آباد کی پہلی تشریف آوری پر میں نے عرض کیا کہ حضرۃ میرے خاندان سے جناب والا کا تعارف کیسے ہوا جو پہلی ملاقات میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ تو فرمانے لگے آپ کے خالہ زاد بھائی نوابزادہ سردار محمود خاں لغاری کا تعلق بیعت حضرۃ مدنی رح سے تھا محمود خاں صاحب کو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے فرمایا کہ اگر اپنی بستی چوٹی زیرین ضلع ڈیرہ غازی خان میں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہو تو حضرۃ بنوری کو ڈابھیل سے لے آؤ سوہ حضرۃ مدنی کے ارشاد سے آ سکتے ہیں۔ محمود خان صاحب نے حضرۃ مدنی سے درخواست کی تو حضرۃ مدنی نے حضرۃ بنوری کو گرامی نامہ تحریر فرمایا اس پر حضرۃ بنوری تشریف لائے محمود خان صاحب سے ملاقات کی پھر حضرۃ مدنی کی خدمت مولانا بنوری صاحب نے تحریر فرمایا کہ اگر یہ حکم ہے تو تعمیل سے انکار نہیں اور اگر مشورہ ہے تو میں وہاں جانا مناسب نہیں سمجھتا حضرۃ مدنی نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ مشورہ ہے اپنی رائے پر عمل فرماویں"۔ رحیم آباد کے ایک سفر میں میں نے عرض کیا کہ اس علاقہ میں ایک اللہ والے بزرگ مولانا حماد اللہ صاحب ہیں اگر فرماویں تو واپسی سفر میں ان کی خدمت میں تشریف لے چلیں حضرت نے خوشی سے بات مان لی۔ صادق آباد سے سندھ ایکسپریس سے صبح روانگی ہوئی پنوعاقل اسٹیشن پر اترے اس زمانہ میں پنوعاقل سے ہالیجی شریف تک کچا راستہ تھا میں نے آنے جانے کا تانگا کر لیا تاکہ واپسی میں سواری کی دقت نہ ہو پروگرام یہ تھا کہ حضرۃ بنوری رات کو خیبر میل سے ٹنڈو اللہ یار اور میں واپسی صادق آباد چلا جاؤں گا۔ وہاں صبح دس بجے ہالیجی شریف پہنچے سردیوں کے دن تھے۔ حضرۃ مولانا حماد اللہ صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے حضرۃ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت بنوری نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بھائی تم رات کو جانا چاہو تو چلے جاؤ میں تو رات قیام کروں گا حضرۃ ٹھہر گئے تانگا فارغ کر دیا گیا صبح حضرۃ مولانا حماد اللہ صاحب نے اونٹ کے ذریعہ ہمیں واپس ریلوے اسٹیشن تک پہنچایا۔

حضرۃ بنوری آخر عمر تک یہ فرمایا کرتے کہ تمہارا احسان ہے کہ تم نے مجھے مولانا حماد اللہ صاحب سے ملایا۔ پھر تو حضرۃ بنوری کا معمول یہ تھا کہ جب پنجاب کا سفر فرماتے مجھے اطلاع ہو جاتی میں صادق آباد سے ہم سفر ہو جاتا اور واپسی پر صادق آباد ٹھہر جاتا۔

جنرل ضیاالحق کے نام یادداشت

مولانا محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے حسب ذیل یادداشت جنرل ضیاء الحق کے نام ارسال کی ہے۔

محترم جنرل صاحب زید مجدکم

سابق صدر ایوب کے دورِ حکومت میں مرزائی فرقہ نے ایم ایم احمد، این لے فاروقی اور فدا حسن کے ذریعہ گورنمنٹ میں بڑی مضبوط پوزیشن حاصل کر لی تھی۔ سوئی نادرن گیس پائپ لائن کمپنی کو بھی مرزائی افسر بھرتی کرنے اور ربوہ شہر کو گیس سپلائی کرنے کے لئے بڑا دباؤ ڈالا۔ سوئی نادرن گیس پائپ لائنز کے سابق دو مینیجنگ ڈائریکٹرز۔ ایم۔ اے۔ کے ملک زئی اور جاوید شوکت نے سارے ربوہ کو اور خصوصاً طور پر لنگر خانوں کو گیس پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ گیس کی فراہمی چنیوٹ اور ملک کے دوسرے حصوں کو گیس کی کمی کی وجہ سے نہ ہوئی۔ جب کہ ربوہ کو گیس فراہم کرنے کے لئے بھاری رقم خرچ کی گئی۔ یہاں کہ گیس سال میں صرف سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ہی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے فرقہ کے چند افراد مثلاً مصطفےٰ احمد خان ناصر احمد کو کمپنی میں ملازمت دلائی اور ان کو اعلیٰ ترین مناصب پر بطور سیلز آفیسر لاہور ریجن اور یوٹیلائزیشن آفیسر فیصل آباد ریجن تعینات کیا جہاں سے وہ ربوہ کے مفاد کو بااحسن تحفظ دے سکتے تھے۔

پچھلے تین سالوں میں جب سے اے یو لون نے مینجنگ ڈائریکٹر کمپنی کا چارج لیا تو دوسرے شہروں کو گیس سپلائی کی گئی۔ اور چنیوٹ کو سپلائی کا دیرینہ وعدہ پورا کیا گیا۔ اکثر نادرن سوئی گیس پائپ لائن مینجمنٹ پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ مرزائی افسروں کے مفادات کو دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان انجینئروں کی نسبت ترجیح دیں۔ سوئی نادرن گیس پائپ لائنز انتظامیہ کو موجودہ مینیجنگ ڈائریکٹر کی سرکردگی میں آخرکار اس فرقہ کی زیر زمین (خفیہ) سرگرمیوں کا پتہ چلا کہ نہ صرف اس فرقہ کو کافی مفاد ملا۔ بلکہ مرزائیوں کو خاص طور پر لیبر یونین کا تعلق احمد حسن بجوہ سے ہے یہ یونین ۱۹۶۹ء میں باقاعدہ منظور ہوئی۔ چار معاہدے جو ہوئے کہ ملک میں گیس کی سپلائی پہنچائی جائے۔

یہ حقیقت میں لیبر یونین اور انتظامیہ کے تعلق کی ایک مثال ہے کہ بین الاقوامی شرح کے مطابق ایک میل پائپ لائن بچھانے پر دس کروڑ روپے لاگت آتی ہے۔ شاف کی ۔۔۔ سے تین لاکھ روپے سے کم لاگت پر بچھائی گئی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سوئی نادرن اپنے پُر امن ماحول کی وجہ سے بہتر نتائج کی حامل ہے جس کی وجہ سے حصہ داران کو بہت منافع پہنچاتی ہے۔ اس سے گورنمنٹ بخوبی آگاہ ہے۔

مرزائی فرقہ کے چند عناصر کی تبدیلی مثلاً ناصر احمد جو کہ چنیوٹ اور ربوہ کو گیس پہنچانے کے انچارج تھے کی تبدیلی سے موجودہ انتظامیہ اور مرزائی فرقہ میں موجودہ فضا پیدا ہوئی جب کہ کمپنی کو ایک ٹیکنیکل آدمی کی بطور ریجنل مینیجر ضرورت تھی۔ سوئی نادرن گیس پائپ لائنز کے ان افراد نے مقامی پریس میں پروپیگنڈا شروع کر دیا اور مارشل لاء انتظامیہ کو سوئی گیس کی انتظامیہ کے خلاف بے بنیاد اور جھوٹی شکایتیں بھیجیں۔ اس گروپ کی کوششوں نے ان افسروں اور ان کے ماتحتوں کے حوصلوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے۔ جنہوں نے گیس کی صنعت کی ترقی اور پیداوار میں اہم کردار ادا کیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کمپنی میں یہ پروپیگنڈا جاری رہا، تو سوئی گیس کی موجودہ سپلائی جو سیالکوٹ، گجرات، سرگودھا، چنیوٹ، صادق آباد اور بہاولپور کو زبردست نقصان ہوگا اور یہ صنعت بھی آخر کار واپڈا اور گورنمنٹ کی دیگر ایجنسیوں کی طرح خسارہ میں چلی جائے گی۔

کمپنی نے اب ایک اور کمپنی کے اشتراک سے ۵۵۰ میل لمبی پائپ لائن بچھانے کا معاہدہ کیا ہے تاکہ بحیرہ عرب کا تیل ملک میں استعمال کیا جا سکے۔ جس کے نتیجہ میں ملک کو وسیع زرِ مبادلہ کی بچت ہو گی۔

ہم بحیثیت ممبر تحفظ ختم نبوت آپ سے التماس کرتے ہیں کہ ذمہ دار افراد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے جو کمپنی کے جس کا سربراہ ایک مسلمان ہے۔ عداوتی پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

(مولانا) محمد شریف جالندھری

جنرل محمد ضیاالحق کے نام مولانا موصوف کا ۔۔۔ پائپ لائنز کے چند افسروں کے تبادلہ کے خلاف مرزائی فرقہ کے درشت ردعمل ۔۔۔ طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ بین الاقوامی بینک کے افسر ایم ایم احمد کی آمد کے موقعہ پر اور ان کی معرفت جو بیک میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھ بھال کی جائے۔

مولانا سید منظور احمد شاہ حجازی

احتسابِ مرزائیت کے تین اہم منصوبے

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے بعد ہم بھی بعض دوسرے دوستوں کی طرح یہ سمجھتے تھے کہ شاید ہمارا کام کچھ آسان ہوگیا ہے کہ اس تاریخ ساز فیصلہ کے بعد اب پاکستان کے دوسرے مسلمان باشندوں کی طرح قادیانی بھی ملک کے آئین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں گے اور مسلمان ان کے جائز حقوق اور جان و مال کی حفاظت اپنا فریضہ تصور کریں گے اور اس طرح ہم ملک و ملت کی خدمت کرسکیں گے۔ لیکن اس تاریخ ساز فیصلہ کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ قادیانیوں نے نہ صرف اس تاریخی فیصلہ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا بلکہ قومی اسمبلی اور اراکین اسمبلی، ملک کے تمام مسلمانوں اور حکومت پاکستان، ان سب کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ خدا کی پناہ۔ اشتہارات شائع کئے۔ رسائل اور کتابیں لکھ کر تقسیم کیں۔ بعض غیر ملکی حکومتوں سے رجوع کیا۔ ظفر اللہ خان نے اس فیصلے کے خلاف بیان دیا۔ مرزا ناصر احمد نے اشتعال انگیز تقریر کی۔ غرض ان لوگوں نے ملک اور مسلمانوں کے خلاف عالمگیر پروپیگنڈا شروع کردیا۔ ان لوگوں نے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان سے اسلام کا جنازہ نکال دیا گیا ہے اور کلمہ گو مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا گیا ہے۔ قائد اعظم اور علامہ اقبال کے پاکستان میں اسلام کو ذبح کردیا گیا ہے۔ چنانچہ مسموم فضا کو اور مکدر کرنے کے لئے انہوں نے فوری طور پر چار عالمی مراکز تجویز کئے۔ یورپ میں لندن، افریقہ میں زیمبیا، مشرق وسطیٰ میں ابوظہبی اور مشرقِ بعید میں جزائر فیجی۔ اور قادیانیوں نے ان مقامات پر اپنے سینکڑوں مبلغ وغیرہ مقرر کردیئے اور تخریبی کارروائیاں شروع کردیں۔ ربوہ کے محاذ کو اور زیادہ مضبوط کرنے کے منصوبے بننے لگے۔ اگرچہ یہ فریضہ بھٹو حکومت کا تھا کہ وہ ان کی نگرانی کرتی۔ ان کی ملک دشمن اور آئین شکن سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیتی۔ مگر خدا جانے کسی اندرونِ خانہ فیصلہ کے تحت حکومتِ پاکستان نے خاموشی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو جب مرزائیوں کی ان ملک و دین دشمن سرگرمیوں کا علم ہوا تو انہوں نے جماعت کے احباب مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، سردار میر عالم خان لغاری سے مشاورت کے بعد قادیانیوں کی بیرونی دنیا میں اسلام دشمن سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور ان حضرات نے بھی اپنے کام کو تین حصوں میں تقسیم کرلیا۔

۱۔ مرزائیوں کے بیرونی ملکوں میں اثرات کو ختم کرنے کے لئے شیخ الاسلام بنوری نے بیرونِ ملک تبلیغ دین کے لئے جماعت کی جانب سے وفود ترتیب فرمائے اور کچھ علماءِ دین کو بیرون ملک بھیجنے کا فوراً فیصلہ کیا۔ چنانچہ افریقہ اور یورپین ممالک میں، اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کا دورہ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا۔ آپ نے یہ دورہ دو حصوں میں کیا۔ جن میں تقریباً ۳۵ ممالک شامل ہیں۔ دوسرا وفد حضرت بنوریؒ نے ابوظہبی یعنی عرب متحدہ عرب امارات۔ کویت۔ بحرین اور دوسرے عرب ملکوں کی جانب بھیجا۔ یہ خدمت راقم الحروف کے سپرد کی گئی۔ بندہ کو دو مرتبہ ان ممالک کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ تیسرا وفد حضرت اقدس نے انڈونیشیا، ملایا اور سنگاپور روانہ کیا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا اللہ وسایا صاحب شامل تھے۔

حضرت مولانا مقبول احمد صاحب کو لندن اور حضرت مولانا عبداللہ کا کاخیل کو نائیجیریا۔ حضرت مولانا عبدالرزاق سکندر کو مصر، حضرت مولانا سید اسد اللہ طارق کو فیجی روانہ کیا۔ الحمد للہ ان وفود اور علمائے کرام کے دوروں کا عالمی سطح پر یہ نتیجہ نکلا کہ قریباً ایک لاکھ مرزائیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے اخبار "الاخبار العالم" کی رپورٹ ہے۔

۳۴ اسلامی ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ قادیانیوں کے اسلام کے نام سے جس قدر مراکز تھے۔ وہ سب بند ہوگئے۔ دوسرا کام جماعت کے ذمہ ربوہ کا تھا۔ یہ کام اگرچہ دیکھنے میں بہت مشکل نظر آتا تھا۔ مگر حضرت بنوری کا اعتماد علی اللہ تھا کہ انہوں نے یہ کام بھی اپنے ذمہ لے کر شروع کر دیا اور الحمد للہ آج ربوہ میں مسلمان نہ صرف موجود ہیں بلکہ ہر جمعہ کو تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر تقریر بھی ہوتی ہے نو کنال زمین جماعت نے حاصل کرلی ہے۔ ربوہ کے کئی قادیانیوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اب ایک عظیم الشان مسجد اور دارالعلوم و دارالمبلغین زیر تعمیر ہے۔ تیسرا کام جو حضرت بنوری نے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر شروع کیا۔ وہ یہ کہ ملتان میں عالمی مرکز تبلیغ اسلام اور عظیم الشان جامع مسجد، مسلم کالونی ربوہ میں عظیم الشان مسجد دارالعلوم اور دارالمبلغین وغیرہ۔ اسلام آباد میں دفتر کی خرید۔

چنانچہ جب ان مقاصد پر اخراجات کا اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان مراحل پر تقریباً ایک کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ چنانچہ یہ تینوں کام شروع کر دیئے گئے۔ ملتان میں تعمیر ہونے والے مرکز اور مسجد کے اخراجات کا انتظام حضرت خود فرما گئے۔ اسلام آباد کا دفتر بھی ان کے زمانے میں خرید لیا گیا۔ مسلم کالونی ربوہ میں تعمیر ہونے والی مسجد و مدرسہ کے منصوبوں پر ان کی حسبِ خواہش کام شروع کر دیا گیا۔ انشاء اللہ یہ کام بھی ان کے حسب منشا تکمیل پذیر ہوگا۔

مولانا عبدالرحیم اشعر

رہبرِ کامل سید بنوریؒ

راقم الحروف کو حضرت مرحوم سے گہرا قرب و تعلق بھی رہا۔ زمانہ دراز تک آپ کی خدمت میں آنے جانے اور رہنے سہنے کا موقعہ بھی میسر آیا اور حضرتؒ کی بے پایاں شفقت و عطوفت بھی رہی۔ مگر اپنی بدقسمتی کہ محروم ہی رہا۔ ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

جنوری ۱۹۵۵ء سے راقم الحروف کا تقرر حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے کراچی کر دیا تھا۔ چار مہینے دفترِ ختمِ نبوت کراچی میں رہنے کے بعد رخصت پر ملتان آیا۔ تو حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری ہوئی۔ علیک سلیک اور خیر خیریت کے بعد سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ "مولانا سید محمد یوسف بنوری کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے؟"

مجھے چونکہ حضرت بنوریؒ سے اس سے پہلے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ اس لئے میں اپنی بے خبری کی بناء پر نہ تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ نہ اس کی کوئی اہمیت میرے ذہن میں تھی۔ شاہ جیؒ کے سوال نے مجھے چونکا دیا ظاہر ہے کہ جواب نفی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ عرض کیا۔ جی نہیں! شاہ جیؒ یہ سن کر سٹپٹا گئے۔ فرمانے لگے۔

"بیٹا بھی مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ردِّ قادیانیت کے کام پر لگایا تھا اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی نشانی اور ان کے علوم کے وارث ہیں۔ دیکھو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آئندہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور ان کی خدمت میں حاضری دیا کرو"

اس کے بعد نیوٹاؤن کی ہفتہ وار حاضری میرے معمولات میں شامل ہو گئی تھی۔ ہر اتوار کو حضرت بنوری کی خدمت میں حاضر ہوتا اور درسِ بخاری میں التزام کے ساتھ شریک ہوتا۔ میری حاضری پر حضرتؒ کی طبیعت بھی خوب کھلتی۔ بعض اوقات سارے کا سارا سبق ہی مسئلہ ختمِ نبوت، حیاتِ عیسیٰؑ اور ردِّ قادیانیت پر صرف ہو جاتا اور بعض دفعہ حضرتؒ کے درس سے فارغ ہونے کے بعد جب معانقہ کے لئے آگے بڑھتا۔ تو حضرت فرماتے "مولوی صاحب! آج تو آپ کی وجہ سے درسِ بخاری کا پورا وقت ہی ردِّ قادیانیت پر صرف ہو گیا"۔ اور راقم الحروف عرض کرتا کہ حضرت کی عنایت اور توجہ ہے۔

بندہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۱ء تک سات برس کراچی رہا۔ اس دوران جب بھی کوئی علمی اشکال پیش آتا۔ بلا تکلف حضرت سے عرض کر دیتا اور شافی جواب ملتا۔ ۱۹۶۱ء کے بعد ملتان آیا اور مرکزی دفتر کی خدمات انجام دینے لگا۔ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"انبیاءِ کرام کسی کے شاگرد نہیں ہوا کرتے، نہ وہ کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ منصبِ نبوت کی توہین ہے۔ آج جس نبی نے کسی استاد سے پڑھا ہو گا اور استاذ نے اسے ملک کوب کیا ہو گا، کان پکڑائے ہوں گے۔ وہ کل نبی بن کر کس منہ سے اس استاد کو اپنے پر ایمان لانے کی دعوت دے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے جھوٹا ہونے کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ وہ ابجد سے لے کر فارسی عربی تک پڑھنے کے لئے اساتذہ کے دروازے پر کشکولِ گدائی لئے جاتا رہا۔ اور تمام تر کوششوں کے باوجود منطق کے امتحان میں فیل ہوا۔ عجیب احمق لوگ ہیں۔ جو میٹرک اور منطق فیل کو بھی نبی مانتے ہیں"

شاہ جیؒ کا یہ ارشاد کہ "انبیاء کرام کسی کے شاگرد نہیں ہوتے"۔ اگرچہ عقلی طور بالکل صحیح ہے۔ مگر جی چاہتا تھا کہ قرآن و سنت سے بھی اس کی سند مل جائے۔ چنانچہ میں نے حضرت بنوری کی خدمت میں یہ سوال لکھ بھیجا۔ اس کا جواب حضرت نے مندرجہ ذیل تحریر فرمایا:

برادرِ محترم! زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط بہت دنوں سے آیا تھا۔ جواب میں تاخیر عادتِ ثانیہ بن گئی ہے۔ پھر اتفاق سے آپ کا خط کہیں

گم ہوگیا تھا۔ پھر لفافہ ملا اور مکتوب نہ مل سکا۔ بہرحال مضمون یاد تھا۔ جواب عرض ہے۔

نبی امی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ بطور لقب آپ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ معنیٔ وصفی کے اعتبار سے ہر نبی امی ہوتا ہے۔ قرآن میں صراحۃً اس کی دلیل نہیں۔ البتہ استنباطاً متعدد مقامات پر ہے اور صحاح ستہ میں بھی حدیث نہیں۔ البتہ حدیث صحیح بروایت صحیح ابن حبان حافظ منذری الترغیب والترہیب کے اندر موجود ہے۔ صحیح ابن حبان کی حدیث کا درجہ اجمالاً سنن اربعہ سے اونچا ہے اور بہرحال صحیحین کے بعد اس کا درجہ ہے۔ انس بن مالکؓ کی روایت سے حدیث مرفوعاً مروی ہے۔ طویل حدیث ہے۔ اس میں ہے :۔

· فیجیٔ مناد ینادی، این النبی الامی ؟ قال فتقول الانبیاء کلنا نبی امیٌّ۔ فالیٰ اینا ارسل ؟ فیرجع الثانیۃ، فیقول : این النبی الامی العربی۔ قال فینزل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ

یہ حدیث صحیح صریح دلیل ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام امی ہوتے ہیں فخذ ھا وکن من الشاکرین۔ والسلام

محمد یوسف بنوری عفی عنہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ

راقم الحروف نے حضرت کی نشاندہی کے بعد حافظ عبدالعظیم المنذری کی الترغیب والترہیب میں اصل حدیث خود دیکھنا چاہی۔ اس کا نسخہ میرے پاس نہیں تھا۔ فقیر والی مدرسہ قاسم العلوم کے جلسہ پر جانا ہوا۔ وہاں مولانا فضل احمد صاحب نے کتب خانہ کی زیارت کرائی۔ مجھے الترغیب کی حدیث یاد آئی۔ اس کا پوچھا تو انہوں نے کتاب عنایت فرمائی۔ تلاش کرنے پر وہ حدیث مل گئی۔ جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

عن انس بن مالکٍ رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان لکل نبی یوم القیامۃ منبراً من نور۔ وانی لعلیٰ اطولہا وانورھا۔ فیجیٔ منادٍ ینادی این النبی الامی ؟ قال فتقول الانبیاء کلنا نبیٌّ امیٌّ، فالیٰ اینا ارسل۔ فیرجع الثانیۃ، فیقول این النبی الامی العربی، قال فینزل محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ یاتی باب الجنۃ۔ فیقرعہ، فیقول من؟ فیقول محمد واحمد، فیقال، او قد ارسل الیک؟ فیقول، نعم! فیفتح لہ، فیدخل، فیتجلیٰ لہ الرب تبارک وتعالیٰ ولا یتجلیٰ لشیٍٔ قبلہ۔ فیخر للہ ساجداً ویحمد بمحامد لم یحمد بہا احدٌ ممن کان قبلہ ولن یحمد بہا احد ممن کان بعدہ۔ فیقال لہ، یا محمد! ارفع رأسک، تکلم تسمع واشفع، تشفع۔ فذکر الحدیث۔ (الترغیب والترہیب ص ۲۷۰ ج ۴ فصل فی الشفاعۃ وغیرھا)

ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہر نبی کو نور کا منبر دیا جائے گا۔ اور میرا منبر سب سے اونچا اور سب سے نورانی ہوگا۔ ایک منادی آکر پکارے گا کہ نبی امی کہاں ہیں؟ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے۔ ہم تو سبھی نبی امی ہیں۔ آپ کو کون مطلوب ہے۔ منادی دوبارہ آئیگا اور آکر کہے گا۔ عرب والے نبی امی کہاں ہیں؟ یہ سن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتر کر اس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے اور دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ دربان اندر سے کہے گا کون؟ آپ فرمائیں گے۔ محمد واحمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)، اندر سے پھر آواز آئے گی۔ کیا آپ کو پیغام بھیج کر بلایا گیا ہے؟ آپ فرمائیں گے۔ جی ہاں! چنانچہ دروازہ کھلے گا آپ اندر تشریف لے جائیں گے۔ پس آپ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی تجلی ہوگی کہ اس سے پہلے کسی پر نہ ہوئی ہوگی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر جائیں گے اور ایسی حمد کریں گے کہ نہ کسی نے پہلے کی اور نہ کوئی آئندہ کرے گا۔ پس فرمایا جائے گا کہ :۔

"اے محمد! سر اٹھایئے! بات کیجئے! شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی"!

مدرسہ رحیمیہ مظفرنگر یوپی

روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

حضرت اقدس مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے انتقال کی خبر سن کر دل ودماغ پر ایک بجلی سی گر گئی۔ ابھی پچھلے مہینے کی بات ہے جب میں نے حضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوکر بہت سی باتیں عرض کی تھیں اور وہاں سے سکون دل کا لازوال اثاثہ اور دینی حمیت کا انمٹ جذبہ لیکر لوٹا تھا۔ کسے خبر تھی کہ میرے سفر کے انجام پر حضرت کے سفر کا آغاز ہو جائیگا ورنہ یہ چند دن وہیں گزارنے اور فیض صحبت سے مالا مال ہونے میں صرف کرتا۔ اب تو حضرت کی وہ کتابیں جو آپ نے مرحمت فرمائی تھیں حضرت کی یاد دلاتی رہیں گی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے سانحہ ارتحال سے علمی دنیا کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے اور حدیث شریف کی بزم رحمت کا وہ چراغ گل ہوا ہے جس سے ہند و پاک ہی نہیں پورا عالم اسلام منور ہو رہا تھا۔ مدرسہ رحیمیہ مظفر نگر میں جب یہ خبر پہنچی تو غمناک دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ طلباء، اساتذہ اور کارکن اور تمام متعلقین نے ختم قرآن اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی کے مطابق جنت الفردوس میں بلند درجات نصیب فرما کر آپ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب لوگ آپ کے اس

محمد خالد مختار
متعلم زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

ایک طالبعلم کا نذرانۂ عقیدت

یوں تو تاریخ اسلام میں ایسی شخصیات کی کمی نہیں ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے وقف کر دیں۔ مگر دورِ حاضر میں جب کہ مادہ پرستی انتہا کو پہنچ چکی ہے، کسی ایسے شخص کا وجود معجزہ سے کم نہیں جس نے اپنی پوری کی پوری عمر اتباعِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، تعلیم و تدریس اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی ہو۔ علامہ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب ایک ایسے ہی باکمال بزرگ تھے جن کی رحلت سے علم و فضل کی محفلیں سنسان سنسان سی نظر آنے لگی ہیں۔ ان کی جدائی سے مسندِ رشد و ہدایت کچھ اس طرح خالی ہو گئی ہے جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ علم و فضل میں آپ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ مولانا کشمیری نے اپنے خاص طور پر آپ کو فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے خصوصی تربیت دی تھی۔ حضرت مولانا یوسف بنوری نے اس سلسلے میں علمی اور عملی میدان میں جو خدمات انجام دیں وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مولانا بنوری کا سنِ ولادت ۱۹۰۶ء ہے۔ وہ پشاور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے جدِ امجد سید آدم بنوری تھے، جو سرہند شریف کے قریب بنوڑ نامی ایک قصبہ کے رہنے والے تھے۔ اسی وجہ سے مولانا اور مولانا کے آباؤ اجداد کی نسبت بنوری رہی ہے۔ مولانا ایک انتہائی اشریف اور دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے گھر میں ہر وقت قرآن کی تلاوت کی آواز آتی تھی اور قرآن کی تعلیمات پر عملی تربیت کا درس دیا جاتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم اپنے والد محترم اور خالو سے حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ حافظ عبداللہ پشاوری کی خدمتِ اقدس میں رہے اور وہاں فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد فقہ، تصوف اور منطق وغیرہ پر مبنی کتب پڑھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے دینی مختلف علوم کی دارالعلوم دیوبند میں تکمیل کی۔ یہاں پر انہوں نے برصغیر کے نامور علماء شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا اور ان علماء کرام کے نامور شاگردوں میں جلد ہی ان کا شمار ہونے لگا۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے ساتھ انہوں نے بحیثیت خادم کئی سفر بھی کئے اور سفر و حضر کی قربت سے فائدہ اٹھایا۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانی نے دارالعلوم سے الگ ہو کر نئے ادارے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی بنیاد رکھی تو مولانا محمد یوسف بنوری کو صدر مدرس کے عہدے پر فائز کیا گیا اور آپ کو مجلس علمی کا رکن بھی نامزد کیا گیا۔ اس مجلس کی کئی شاخیں ہیں۔ ۱۹۴۷ء قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لائے۔ جب علامہ شبیر احمد عثمانی نے دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار قائم کیا تو انہیں شیخ التفسیر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ یہاں پر آپ تین سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور یہاں پر آپ نے دیگر علماء کرام کے مشورے سے دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ اسلامیہ عربیہ قائم کیا جو اب تک شمع رسالت کے پروانوں کے لئے تشنگی بجھانے کا چشمہ صافی بنا ہوا ہے اور اس سے فارغ التحصیل ہو کر لاکھوں علماء کرام پاکستان کے علاوہ انڈونیشیا، بنگلہ دیش، افغانستان، افریقہ اور امریکہ کے ممالک میں دینی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی مدرسے میں پاکستانی اور بیرونی ممالک کے سینکڑوں طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

علامہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نہ صرف دینی علوم کے ماہر تھے بلکہ عربی زبان کے ایک عظیم شاعر اور ادیب بھی تھے۔ عربی زبان پر انہیں عبور حاصل تھا۔ انہوں نے حدیث نبوی کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی عربی میں شرح مرتب کی۔ جس کی چھ جلدیں معارف السنن کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ مولانا بنوری صاحب کا ارادہ تھا کہ پوری کتاب کی شرح میں بارہ جلدیں مرتب کریں۔ مگر افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔ پھر بھی انہوں نے جو عظیم ذخیرہ مرتب کیا وہ تحقیق کا شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحہ کی زندگی کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی جو ۱۳۵۳ھ میں ڈابھیل سے شائع ہوئی تھی۔ آپ نے مولانا کشمیری کی کتاب مشکلات قرآن کا مقدمہ اور یتیمۃ البیان مرتب کیا۔ جو کہ آپ کا ایک عظیم علمی کارنامہ اور امت رسول اللہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔

مولانا یوسف بنوری نے تقریباً ۱۵ سال تک درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء ہند گجرات کے صدر منتخب ہوئے اور اس وفد کے رکن بھی تھے جو مفتی کفایت اللہ کی قیادت میں فلسطین کانفرنس میں شرکت کرنے گیا تھا۔

مولانا یوسف بنوریؒ کی زندگی کے حالات ان کے بہت سے احباب نے انتہائی اچھے انداز میں بیان کئے۔ میرے حقیقی ماموں چوہدری محمود احمد جو ایک کالج کی یونین کے صدر رہتے، فرماتے ہیں کہ ایک جلسہ جو کہ ان کی صدارت میں ہوا اس میں مولانا یوسف بنوری مہمان خصوصی تھے۔ ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا ایک فصیح و بلیغ مقرر، عظیم محدث، محقق اور عالم ہونے کے علاوہ عربی کے بھی انتہائی اچھے مقرر تھے۔ ان تمام خوبیوں سے بالاتر مولانا محمد یوسف بنوری کا عظیم کارنامہ پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت کی قیادت کر کے اسے کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔ جو ابھی وہ منزل دور ہے جو مولانا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر پھر بھی مولانا صاحب نے فتنۂ قادیانیت کے انسداد کے لئے اپنی ہمت سے بڑھ کر کام انجام دیا۔ مئی ۱۹۷۴ء میں جب ملتان کے طلباء پر ربوہ میں قادیانیوں نے

حملہ کیا تو انہوں نے تمام مسلمانوں کی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا، مجلس عمل بنائی گئی اور فوری طور پر مرزائیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت شروع کردی گئی۔ اس وقت کے آمر مطلق ذوالفقار علی بھٹو مرزائیوں کا تحفظ کر رہے تھے لیکن بعد میں انہیں عوامی دباؤ کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور آپ ہی کی قیادت میں مجلس عمل کی زبردست تحریک کے نتیجہ میں علمائے کرام کی متفقہ رائے کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا

پوری دنیائے اسلام نے اس کا پرجوش خیرمقدم کیا اور اس کامیابی کو مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ایک عظیم کوشش اور بہت بڑی فتح قرار دیا۔

مولانا یوسف بنوریؒ کو ان کے اعلیٰ علمی مرتبہ کی وجہ سے پاکستان کے علاوہ مصر و شام اور سعودی عرب میں بھی بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور مصر کی اسلامی کانفرنس میں ان کو ہر سال مدعو کیا جاتا تھا۔ مگر اس سال وہ شدید بیماری کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے

اب عبوری حکومت نے مولانا محمد یوسف بنوری کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا تھا جو ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے سفارشات مرتب کر رہی ہے۔ مولانا کی اس کونسل کو بالخصوص اور پورے ملک کو بالعموم اس وقت سخت ضرورت تھی۔ مگر موت کے سامنے کسی کا کوئی چارہ کار گر نہیں ہوتا۔

مولانا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا تھا جس کو "قصیدہ فائیہ" کہا جاتا ہے۔ اس قصیدے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی جو مولانا کی سعادت اور خدا کے ہاں مقبولیت کا نشان ہے۔ مولانا بنوری کی وفات حسرت آیات سے پوری قوم اور عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

تاریخہائے وفات

بامداد از ہاتفے آمد ندا
کز شنیدش آہ من بر آہ رفت

ہائے شیخ الاسلام بنوری ما
یادگار شیخ انور شاہ رفت

۱۳۹۷ھ

(مولوی محمد ولی۔ درجہ تخصص فی الفقہ)

"آہ زاہد اجل، خوش خصال مولانا یوسفؒ" ۱۹۷۷ء

بشیخ الاسلام سید محمد یوسفؒ ۱۳۹۷ھ

آہ علامہ یوسف ہوئے ہیں جدا
ہے ہر اک سمت وحشت زا یہ خبر

وہ فضیلت مآب، اہل علم و عمل
مصدر معرفت جنکی اک اک نظر!

اشک ریز ہے آنکھ کی ہر نظر ہے اُداس
زخم زخم آج ہیں اپنے قلب و جگر

مجھ کو ہاتف نے غازی صدا کل یہ دی

اُن کی تاریخ ہے "عابد مفتخر!"

۱۳۹۷ھ

(مسلم غازی)

مولانا محمد یوسف بنوری

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری اسلام آباد

مولانا سید محمد یوسف بنوری کے اسم گرامی سے آغاز شباب سے ہی واقف تھا لیکن ۱۹۷۰ء میں پہلی بار مغربی پاکستان اوقاف بورڈ کے ایک اجتماع میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا اجتماع میں شرکت کے لئے کراچی سے لاہور تشریف لائے تھے۔ میں نے ان سے علامہ انور شاہ کشمیری کے رسالہ "حدوث عالم" کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے واپس کراچی جاکر مجھے یہ رسالہ اور شاہ صاحب مرحوم پر اپنی کتاب "نفحۃ العنبر" بھجوادی۔ "حدوث العالم" وہی رسالہ ہے۔ جس پر ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا تھا کہ اس موضوع پر علامہ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس پر موجودہ وقت میں مغرب کا فلسفی اس سے زیادہ نہیں لکھ سکا۔

بعد میں مولانا بنوری سے میرا رابطہ قائم نہ رہا۔ گو میں "بینات" پابندی سے پڑھتا رہا۔ ستمبر ۱۹۷۷ء میں جب مولانا اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ تو ان سے تفصیلی نشست کا ایک موقعہ ملا۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ میں اپنے قیام دیوبند میں علامہ انور شاہ کے مکان پر رہتا تھا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ باتوں باتوں میں "احمدیت" پر کھل کر باتیں ہوئیں۔ انہیں میری یہ تجویز پسند آئی کہ لندن میں برٹش میوزیم یا انڈیا آفس میں مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق ریکارڈ سلیقہ قرینہ سے شائع کردیا جائے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ مولانا مرحوم نے حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے مجھے دو چار ماہ کے لئے لندن بھجوائیں گے۔ انہوں نے مجھے مرحوم مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب "ہدیۃ المہدیین" بھی بھجوائی۔

مولانا کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ لیکن میں ان کی عربی دانی کی بجائے ان کے اخلاص، ایثار اور اسلام سے گہرے شغف و تعلق سے متاثر ہوں۔ اس بارے میں وہ ان لوگوں سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ جن کی وہ خود بھی عزت کرتے تھے۔ مثلاً "مشکلات قرآن" میں جو ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں ہے۔ مولانا مرحوم نے مولانا ابو الکلام آزاد کا ذکر بڑے احترام سے کیا۔ لیکن ان کی خدمات کا اعتراف کرنے کے باوجود ان کی تفسیر "ترجمان القرآن" کے مقدمہ ـ جو سورۃ فاتحہ سے متعلق ہے، پر تنقید بھی کی ہے۔ "وحدت ادیان" پر مولانا آزاد نے ترجمان میں جس انداز سے لکھا ہے۔ اس سے مولانا بنوری کو اختلاف تھا۔ جس کا تذکرہ انہوں نے "مشکلاتِ قرآن" میں کیا۔ ایسے ہی دوسرے مسائل کا بھی یہ اختلافِ نظر اخلاص و محبت کی بنیادوں پر تھا۔ جس کا ذکر مصر کے ایک عالم عبدالمنعم نمر نے اپنی کتاب (ابوالکلام آزاد اور حضرت بنوری صاحب) جو قاہرہ سے شائع ہوئی ہیں بھی کیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عرب علماء دونوں دونوں (ابو الکلام آزاد اور بنوری صاحب) کس قدر مقبول تھے۔

عہدِ حاضر میں مسلمانوں کی ذہنی و فکری مشکلات کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی عظیم روایات اور جدید فکر میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ جدید گروہ روایات سے نابلد ہے اور روایات کا حامل طبقہ فکر حاضر سے تغافل برت رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال اور ابو الکلام آزاد صحیح معنی میں قدیم و جدید کا حسین امتزاج تھے اور علمائے دیوبند اور خاص طور پر مولانا محمود الحسن صاحب اس امتزاج کے حق میں تھے۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو علی گڑھ میں مولانا شیخ الہند کا ورود اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کا افتتاح اسی سلسلہ کی ایک کامیاب کڑی تھا۔ مولانا بنوری کا تعلق بھی اسی مقدس گروہ سے تھا۔ جو مسلمانوں کو عقل، عشق اور اخلاص کی راہوں سے خود اعتمادی، عزتِ نفس، طہارتِ قلب اور بلند نظری کا درس دے رہا ہے اور اسی چیز میں ان کی عظمت مضمر ہے۔

وہ دوبارہ اکتوبر میں اسلام آباد تشریف لائے۔ ۱۵ اکتوبر کو نظریاتی کونسل کے ارکان معہ صدر صاحبان ادارہ تحقیقات اسلامی میں تشریف لائے لیکن مولانا بنوری اپنی ناگہانی بیماری کی وجہ سے تشریف نہ لائے لیکن ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مولانا کی بیماری جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ جب دوسرے یا تیسرے دن ان سے ملنے کے لئے ان کی اقامت گاہ سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ مولانا ہسپتال میں ہیں اور تیسرے روز یہ افسوسناک خبر بھی سن لی کہ مولانا اس دنیا سے ہی سفر کرچکے ہیں۔ چنانچہ اب کی بار ان کے ملنے کی سعادت حاصل نہ ہوسکی۔ البتہ جنازہ میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ لوگوں نے جس انداز سے ان کا ماتم کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا سے لوگ کس قدر پیار کرتے تھے۔

مولانا تاج محمود

کاروانِ ختمِ نبوّت کے قافلہ سالار

زیرِ نظر شمارہ مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کے مرحوم امیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں بطورِ خاص نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔ مولانا بنوری مجلس کے پانچویں امیر اور سربراہ تھے۔

مناسب معلوم ہوتا اس شمارہ میں مولانا مرحوم سے پہلے جماعت کے چار سربراہوں کا مختصراً تذکرہ بھی آجائے۔ مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کا قیام ملک کی تقسیم کے بعد اس وقت عمل میں لایا گیا جب مذہبی اور سیاسی دونوں لحاظ سے ضروری ہوگیا تھا کہ عوام کو مرزائیت کے فتنہ اور اس کے خلاف ملک اور اسلام سرگرمیوں سے مؤثر طور پر آگاہ کیا جائے۔ مرزائیت کا محاسبہ اور تعاقب علمائے حق روزِ اوّل ہی سے کرتے چلے آرہے تھے۔ لیکن مجلسِ احرارِ اسلام وہ پہلی جماعت تھی جس نے منظم اور جماعتی طور پر اس کا محاسبہ کیا۔ انگریزوں کی سرپرستی میں جس طرح اس جماعت کو پروان چڑھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اگر مجلسِ احرارِ اسلام اس کے سامنے سدِ سکندری نہ بن گئی ہوتی تو انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا پورے غلامستان ہندوستان پر اپنا منحوس سایہ پھیلا چکا ہوتا۔ قیامِ پاکستان تک تو مجلسِ احرار نے اس کا ناطقہ بند کئے رکھا لیکن دوسری طرف بدقسمتی یہ ہوئی کہ مجلسِ احرار بوجوہ تحریکِ پاکستان کی حمایت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر نہ کر سکی تھی، تحریکِ پاکستان سے پہلے اسے شہید گنج کے سلسلہ میں عوامی غیظ و غضب کا شکار ہونا پڑا تھا، رہی سہی کسر تحریکِ پاکستان کے زمانے میں نکل گئی۔

مرزائی پاکستان کے سیاسی طور پر ہی نہیں الہامی طور پر بھی مخالف تھے۔ جب پاکستان مرزائیوں کی ہر طرح کی مخالفت کے علی الرغم بننے لگا تو مرزا محمود نے اعلان کر دیا کہ اگر ملک تقسیم ہوا تو وہ تقسیم عارضی ہوگی اور ہم کوشش کریں گے کہ ہندو مسلم پھر آپس میں شیر و شکر ہو جائیں اور ہم کسی نہ کسی طرح پھر اکھنڈ بھارت بنائیں گے۔ مرزا محمود کے اس اعلان کے بعد ہمارے لئے ضروری ہوگیا کہ مسلمانوں کو مرزائیوں کے عقائد کے علاوہ اس کے سیاسی عزائم سے بھی آگاہ کریں۔ ہم نے کلمۂ حق کہنا شروع کیا تو اس کا اثر ہوا لیکن بے شمار لوگ ایسے تھے جنہیں مجلسِ احرار کے نام سے خدا واسطے کا بیر ہو چکا تھا۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ بات نام کی نہیں کام کی ہے، نام کوئی ہو اصل کام ہونا چاہئے پھر جب کہ خود مجلسِ احرار نے بھی اپنی سیاسی حالات ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حالات کے تقاضے اور اکثر ساتھیوں کی خواہش کے مطابق ایک غیر سیاسی تنظیم مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے قائم کی گئی، اس کے بانی ممبران میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا شیخ احمد بوریوالہ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا محمد حیات فاتح قادیان راقم الحروف تاج محمود، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا محمد عبداللہ ساہی وال، مولانا غلام محمد بہاولپوری، مولانا نذیر حسین ہیبۃ عاقل اور چند دیگر ساتھی شامل تھے۔

اس پلیٹ فارم کا سب سے بڑا فائدہ ہوا کہ سرکاری ملازمین بھی جماعت میں شامل ہو سکتے تھے۔ یہ جماعت ملک کی کسی مسلمان سیاسی جماعت کی حریف بھی نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس کام کی راہ میں بے شمار مشکلات تھیں۔ وہی کام اللہ کے فضل و کرم سے دن دگنی رات چوگنی ترقی سے ہونے لگا۔ عوام کسی تعصب کے بغیر حق بات سننے لگے بلکہ سمجھنے لگے۔ ملک کے خلاف مرزائیوں کی سازشیں بے نقاب ہونے لگیں۔ تو عوام نے نہ صرف یہ کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا بلکہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارتِ خارجہ سے علیحدہ کرنے اور تمام مرزائی افسروں کو کلیدی اسامیوں سے نکال دینے کا بھی مطالبہ شروع کر دیا اور چند سالوں میں ہی مرزائیوں کے خلاف ایک عظیم تحریک منظم ہوگئی۔

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے پہلے امیر اور سربراہ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری منتخب ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ اس جماعت کے بانی بھی تھے اور سربراہ بھی شاہ جی کے آباؤ اجداد سرزمین بخارا سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بزرگوں میں سے کوئی صاحب کشمیر آکر آباد ہو گئے تھے۔ شاہ جی کے والد اور والدہ دونوں گھرانے حافظ اور عالم تھے، شاہ جی کے والد حافظ سید ضیاء الدین ناگڑیاں ضلع گجرات میں رہنے لگے تھے آپ کی والدہ بزرگوار پٹنہ کے ایک سید خاندان سے تھیں، شاہ جی کا بچپن اپنے ننھیال پٹنہ میں گزرا تھا۔ حق تعالیٰ نے زبان بیان کے جوہر بچپن ہی میں عطا کر دیئے تھے تعلیم کے سلسلہ میں امرتسر میں رہے پھر وہیں قیام اختیار کر لیا، ابتداء میں اصلاحی مضامین پر تقریریں کرتے تھے حق تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت بخشی تو مولانا سید

محمد داؤد غزنوی کی دعوت پر قومی تحریکوں اور جلسوں میں حصہ لینے لگے۔ پنجاب کے حریت فکر رکھنے والے مسلمان رہنماؤں نے کانگرس سے علیحدہ اپنی جماعت مجلس احرار اسلام بنائی تو اس کے بانی ممبر کی حیثیت سے اس میں شامل ہو گئے۔ جن ہندوستانی رہنماؤں نے برصغیر کی تحریک آزادی کے لئے کام کیا قربانیاں دیں اور لوگوں میں بیداری پیدا کی شاہ جی ان میں ہر لحاظ سے سرفہرست تھے۔ زندگی کا ایک چوتھائی جیلوں میں بسر ہوا خود ان کے بقول میری زندگی جیل ریل اور تمہارے اس کھیل میں گزر گئی۔ مسلمانوں میں سیاسی سماجی اور اقتصادی بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں شاہ جی نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ شاہ جی واحد رہنما تھے جو مسلمانوں کو اخبار پڑھنے اور ملکی حالات میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیتے تھے۔ دیہات اور قصبات میں مسلمانوں کو کہہ کر دوکانیں کھلوائے جب کہ مسلمان اس وقت دوکانداری کو معیوب سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی معاشرتی اور سماجی طور پر بڑی خدمت کی، آزادی وطن کے بعد کا جو نقشہ ان کے ذہن میں تھا۔ اس پر اب بحث عبث ہے لیکن انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا کہ انگریز نے ہندوستان مسلمانوں سے چھینا تھا پھر انگریزوں کو نکالنے کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں بھی مسلمانوں نے ہی دی تھیں۔ سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو سے لے کر ۱۴ ار اگست ۱۹۴۷ء تک لاکھوں مسلمان آزادی کے لئے قربان ہوئے جیلیں کاٹیں گولیاں کھائیں، پھانسی کے پھندوں کو چومتے رہے لیکن اب جب ملک آزاد ہو گا تو وہ مسلمانوں کا ملک کس کو ملے گا۔

درمیان میں ایک عظیم متحد خطہ اور بہت بڑی سلطنت بجز ماجیت کا تخت بچھا کر ہندو کے حوالے کی جائے گی۔ دائیں بائیں دو بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے سے ایک ہزار میل دو ٹکڑے مسلمانوں کے حوالے ہوں گے جو ایک دوسرے کے دکھ مصیبت میں شریک نہیں رہ سکیں گے۔ انہیں خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور ان کے نورانی گھرانے اور دوسرے ہزارہا صلحا کے مزاروں کا کفرستان میں رہ جانا بھی ڈراتا تھا۔ وہ اس کے لئے بھی تڑپ جایا کرتے تھے کہ دہلی کی جامع مسلمانوں کی عظمت کا نشان، لال قلعہ، آگرے کا تاج اور ایسی ہزاروں عظمتیں ہندو کے سپرد ہوں گی۔ دیوبندیوں کا دیوبند، بریلویوں کا بریلی علی گڑھیوں کا علی گڑھ، جامعیوں کا جامعہ، ندویوں کا ندوہ، فرنگی محلیوں، بدایونیوں کے علمی اور روحانی مراکز کفرستان میں چلے جائیں گے لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو ان کی عظمت دیکھئے تمام معتقدین ہمنشین ساتھیوں اور محبت رکھنے والوں کو کھل کر فرما دیا۔ جناب محمد علی جناح اور ہمارے درمیان سیاسی رائے کا اختلاف تھا۔ ایک ان کی رائے تھی ایک ہماری رائے۔ دونوں دیانت پر مبنی تھیں، ان کی بات کو قوم کی اکثریت نے قبول کر لیا، ہماری بات کو ماننے سے اکثریت نے انکار کر دیا۔ اب تحریک آزادی کی ابتداء سے لے کر آخر تک کی مسلمانوں کی تمام محنتوں، قربانیوں اور کاوشوں کا صلہ پاکستان ہے۔ اس ملک کا حکم ایک مسجد کا ہے جو اب بن گئی ہے۔ اب اس کا آباد کرنا باعث اجر و ثواب اور اس کا گرانا یا اسے نقصان پہنچانا حرام اور باعث عذاب ہے۔ شاہ جی انتہائی خوددار، غیرت مند، بہادر اور جری انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں پیغمبرانہ وجاہت عطا فرمائی تھی، ان کا وجود اور سراپا قدرت کا شاہکار تھا۔ زبان سے بولتے نہیں موتی رولتے تھے، آواز میں قدرت نے جادو بھر دیا تھا۔ حافظہ خدا کی عطا تھی، ان کے بیان کی اثر آفرینی مالک کی دین تھی، وہ تقریر کیا کرتے لوگوں کے ہوش و خرد کو شکار کر لیتے، ان کے حواس پر شاہ جی کا قبضہ ہو جاتا۔ چاہتے تو مجمع کو رلا دیتے اور چاہتے تو انہیں ہنسا دیتے۔ عموماً ان کی تقریر رات ۱۰، ۱۱ بجے شروع ہوتی، وہ خود اور ان کے تمام سامعین رات بھر خدا جانے کہاں چلے جاتے۔ صبح کی اذان ہوتی تو فرماتے اوہ صبح ہو گئی! مؤذن، تیری آواز مکے اور مدینے

اور پھر تقریر کے ختم کرنے کا اعلان کرتے تو ایک کہرام بپا ہو جایا کرتا، شاہ جی تھوڑی دیر اور بیان کر دیں۔ اور شاہ جی کہتے نہیں، زندہ رہا تو انشاءاللہ پھر کبھی آؤں گا اور تقریر سناؤں گا۔ شاہ جی کی دیانت، امانت مثالی تھی وہ حضور کے ارشاد الفقر فخری کی تصویر تھے۔ عظیم شخصیت ہوتے ہوئے بھی غریب کارکنوں، ساتھیوں اور رضاکاروں سے گھل مل کر رہتے۔ حضور اکرمؐ کا عشق ان کے رونگٹے رونگٹے میں رچا بسا ہوا تھا حضورؐ کا نام اتنے ادب سے لیتے کہ سامع کے دل میں حضورؐ کے لئے مقام و احترام پیدا ہوتا۔

انگریز کے دشمن تھے اور انگریزوں کے دشمنوں کو سر آنکھوں پر بٹھانے والے، جھوٹ اور چوری ان کے ہاں ناقابل معافی گناہ تھا، جھوٹے اور چور کو قریب پھٹکنے نہ دیتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصے میں ان کے بڑھاپے، بیماری اور معذوری کا زمانہ آیا لیکن انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے جذبہ کے تحت جماعت کے لئے دن رات کام کیا۔ ملک کے کونے کونے میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ دفاتر کھولے گئے، رضاکار بھرتی کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت انہی کی قیادت میں لڑی گئی، اس میں شک نہیں کہ وہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی لیکن ۱۹۷۴ء کی کامیابی کی بنیاد اسی تحریک میں پیش کی جانے والی قربانیاں ہی ثابت ہوئیں

مجلس احرار اسلام کے چمن کی آبیاری بھی زندگی بھر انہوں نے ہی کی تھی اور آخری عمر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا گلستان سدا بہار بھی وہ ہی اپنے ہاتھوں سے آباد کر گئے۔ ویسے تو شاہ جی مجلس کی روح رواں تھے۔ سنہ ۱۲۳۱ھ سے جو قافلہ حبیبہ ہال لاہور میں مرتب اور منظم ہوا تھا۔ اس گلدستہ کے گل سرسبز ہمیشہ وہی

وہی رہے تھے تاہم سنہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قید و بند کی ابتلاء سے رہائی کے بعد جب ہم دوبارہ اکٹھے ہوئے اور بے پناہ قربانی کرنے کے باوجود جب ہم نے مکرر عہد کیا کہ جب تک مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۳ ار دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان میں ایک اجلاس ہوا مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل اور ترتیب درست کی گئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت کا باقاعدہ امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو شاہ جی کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ اس لحاظ سے شاہ جی ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء سے ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ ہجری مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء تک مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ۶ سال ۸ ماہ ۹ دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی

مجلس کے دوسرے امیر مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھے۔ شجاع آباد ضلع ملتان کا ایک قصبہ ہے۔ قاضی احسان احمد اسی قصبہ میں قاضی محمد امین کے ہاں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے ہی بزرگوں سے حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اردو زبان کے جید عالم تھے۔ قاضی صاحب اپنی خطابت، ایثار اور قربانی کی بدولت ملک گیر شہرت کے مالک بن گئے تو ان کی بدولت شجاع آباد کے بھی بھاگ جاگ گئے اور شجاع آباد کا گمنام قصبہ بھی ملک گیر شہرت کا حامل ہو گیا۔

شجاع آباد بادشاہوں کے وقتوں کے کسی نواب کے نام پر ہے۔ قلعہ نما شہر اور درمیان میں شاہی مسجد ہے۔ قاضی صاحب مرحوم کے کوئی جدِ امجد قاضی، جسٹس یا جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی اولاد قاضی کہلائی، منصب مکان جائیداد جدی چلی آرہی ہے۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔ ان کا وجیہ چہرہ مہرہ خطیبانہ تھا۔ بلا کے ذہین انسان تھے۔ عالم باعمل قسام ازل سے غضب کا حافظہ پایا تھا۔ شاہ جی کا ظل اور عکس شمار ہوتے تھے۔ پہلے احرار میں اور تقسیم ملک کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ممبران میں شامل تھے۔ شعلہ نوا خطیب لاکھوں کے مجمع پر چھا جانے والے مشکل سے مشکل مسائل کو اپنے آسان طرز بیان سے عوام کے ذہن نشین کرنے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ضرورت کی کتابوں، اخباروں، رسالوں اور دستاویزات کا حوالہ ان کے پاس موجود ہوتا جسٹس منیر کے بقول ان کے ساتھ ایک بہت بڑا صندوق لازماً ہوا کرتا تھا جسے ایک مضبوط زنجیر اور تالا کے ذریعے محفوظ رکھا جاتا۔ وہ صندوق دراصل قاضی صاحب کا اسلحہ خانہ تھا جس میں وہ تمام دستاویزی ثبوت اور حوالہ جات محفوظ رکھے تھے۔ قاضی صاحب نے اونچے حلقوں میں اور اسی طرح تعلیم یافتہ طبقہ میں جماعت کی سفارت اور ترجمانی کا حق ادا کیا۔ قاضی صاحب مرحوم بظاہر امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے تھے لیکن درحقیقت وہ صحیح معنوں میں درویش منش انسان تھے۔

قاضی صاحب نے جب مرزائیت کے متعلق حوالہ جات پہلی دفعہ نارووال کے ریلوے اسٹیشن پر سیلون میں ٹھہرے ہوئے خان لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کو دکھلائے تو خاں صاحب کی حیرت گم ہو گئی۔

قاضی صاحب نے خان لیاقت علی خاں کو جب عربوں کا مرزا بشیر الدین محمود ہیڈ آف دی جماعت ربوہ کے نام خط دکھلایا جس میں عربوں نے مرزا صاحب کا اس بات پر شکریہ ادا کیا تھا کہ آپ کی ہدایت پر چوہدری ظفر اللہ خان نے ہماری یو این او میں حمایت کی ہے تو خاں صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا، خان صاحب سر ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان کا ہو۔ تنخواہ پاکستان کے خزانہ سے لیتا ہو۔ آپ کی کابینہ کا ممبر ہو نمائندہ آپ کا ہو۔ اور عرب شکریہ مرزا محمود کا ادا کریں حالانکہ عربوں کی یو این او میں حمایت مرزا محمود کی نہیں بلکہ پاکستان کی پالیسی ہے۔ عربوں کو شکریہ مرزا محمود کا نہیں بلکہ حکومت پاکستان اور آپ کا ادا کرنا چاہیے تھا۔

قاضی صاحب ایک دفعہ مرزائیوں کی ان سرگرمیوں کا احتساب کرنے کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے جو مرزائیوں نے بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کے لئے بپا کر رکھی تھیں اور جن کے پیچھے ایک گہری سازش کارفرما تھی۔

میاں امین الدین وہاں حکومت کے انچارج اعلیٰ تھے۔ ان کا مزاج افسرانہ اور متکبرانہ تھا۔ قاضی صاحب نے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو اس نے معذرت کر دی۔ قاضی صاحب نے دوبارہ کہلوایا کہ ملکی نوعیت کے مسائل پر گفتگو مقصود ہے۔ اس نے پندرہ منٹ عنایت فرما دیئے۔ قاضی صاحب اندر گئے ملاقات شروع ہوئی۔ مرزائیت کے متعلق بات شروع کی تو اس نے بڑے غرور سے کہا کہ اس کے متعلق ہم نے سرکلر کر دیا ہے۔ چھوڑیئے اس بات کو کوئی اور بات ہے تو کہیئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ وہ سرکلر آپ نے ہینڈکلی میں مرکزی حکومت سے جاری کروا کر آیا ہوں۔ میاں صاحب کی اکڑی ہوئی گردن کچھ ڈھیلی ہوئی، دریافت کیا آپ مرکز میں کس سے ملے تھے۔ قاضی صاحب نے مرکزی وزراء اور وزیر اعظم کا نام لیا اور سرکاری محکموں میں مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق سرکلر کے جاری کئے جانے کی تفصیل بتائی۔ میاں صاحب کی گردن میں مزید خم پیدا ہو گیا۔ اب قاضی صاحب نے اپنا صندوق اندر منگوایا اور مرزائیوں کے متعلق وہ تمام حوالے نکال نکال کر دکھانے شروع کئے جن میں مرزائیوں کے سیاسی عزائم اور بلوچستان پر قبضہ کرنے کی باتیں درج تھیں۔ مرزائی لٹریچر سے جب میاں صاحب نے وہ حوالے دیکھے تو قاضی صاحب نے فرمایا میاں صاحب بلوچستان کے متعلق یہ خطرات آپ کے علم میں ہیں۔ میاں صاحب نے جواب دیا مجھے تو ان باتوں کا علم نہیں تو آپ نے مرکز کو بھی قادیانی سرگرمیوں کی کوئی اطلاع نہیں بھجوائی ہو گی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے زیر انتظام علاقہ میں ملکی سالمیت کے خلاف یہ سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ یہ سن کر میاں صاحب بالکل جھک کر بیٹھ گئے۔ اب وہ سب اکڑفوں ختم ہو گئی۔ گفتگو شروع ہوئی جو اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی، قاضی صاحب نے معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ وہ حیران سے حیران تر اور پریشان سے پریشان ہوتا چلا گیا۔ اب قاضی صاحب نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور محبت سے کبھی اپنی طرف کھینچتے اور پھر کبھی ڈھیلا کر کے اسے پیچھے لے جاتے اور وہ اپنی خاص ادا میں فرمایا میاں صاحب ابھی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جا کر اپنے فرائض کے متعلق جواب

نے اسلامی الکومت کے ایک بہت بڑے صوبہ کی ذمہ داریوں کو کیوں نہیں ادا کیا تھا۔

وہ بتاتے کہ آپ قاضی صاحب ایک دفعہ قلات گئے تو نواب احمد یار نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ قاضی صاحب نے انہیں بھی ان تمام خطرات سے آگاہ کیا جو ملک اور اسلام کو مرزائیوں سے لاحق ہیں۔ نواب صاحب قاضی صاحب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک موقعہ پر قاضی صاحب کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے سیدھے کر کے رکھ دیئے اور اس طرح اپنی نیاز مندی کا اظہار کیا۔ قاضی صاحب مرحوم یہ واقعہ سناتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب کہ میں نے اپنی والدہ بزرگوار کی خدمت کرتے ہوئے ان کے سامنے عجز اور محبت سے جوتے سیدھے کر کے رکھے تھے تو میری والدہ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ بیٹا ایک وقت آئے گا کوئی بادشاہ تیرے سامنے جوتا نیاز مندی سے سیدھا کر کے رکھے گا۔ بزرگ قاضی صاحب مرحوم ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے بھرپور زندگی بسر کی۔ جیلیں کاٹیں قربانیاں دیں۔ ایک تحریک کے دوران پولیس کی لاٹھی چارج میں ان کے بازو کی ہڈیاں توڑ دی گئی تھیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دیں اور مطمئن ضمیر لے کر اللہ کے پاس چلے گئے۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ۱۲ شوال ۱۳۸۲ھ ہجری مطابق ۹ مارچ ۱۹۶۳ء سے ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ ہجری مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء عیسوی تک ۳ سال ۸ ماہ ۲۷ دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مولانا محمد علی جالندھری

مجلس کے تیسرے امیر اور سربراہ مولانا محمد علی جالندھری تھے۔ وہ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے بعد امیر منتخب ہوئے اور اس سے قبل شاہ صاحب اور قاضی صاحب کے ساتھ بطور ناظم اعلیٰ کام کرتے رہے۔

درحقیقت مولانا محمد علی جالندھری جماعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولانا محمد علی جالندھری ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنا اچھا خاصا زمیندارہ تھا۔ تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے ایک گاؤں کھو کے رہنے والے تھے۔ علامہ عصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شامل اور مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے۔ مولانا جید عالم منطقی اور زبردست مناظر تھے۔ وہ شکل صورت، رہن سہن اور وضع قطع میں ٹھیٹھ پنجابی اور دیہاتی معلوم ہوتے تھے۔ ان جیسی مدلل تقریر احرار کے سارے گروہ میں کوئی مقرر نہیں کر سکتا تھا وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوتے چند جملے اردو زبان میں بولتے تو مجمع سے آوازیں آنا شروع ہو جاتیں۔ مولانا تقریر پنجابی زبان میں کریں اور مولانا ٹھیٹھ پنجابی زبان میں تقریر کرنا شروع کر دیتے۔ پنجابی کے محاورے بولتے۔ دیہات کی روزمرہ استعمال کرتے۔ لوگ عش عش کر کے رہ جاتے۔ وہ کھیتوں کی روشوں، ہل چلانے والے کسانوں، ان کی ہل پنجالی اور دوپہر کو بھتہ لانے والی کسان کی بیوی، کھیتوں کے سبزے فصلوں کی لہلہاہٹ سے اپنا مضمون پیدا کرتے، دیہاتی زندگی کے سادہ اور فطری مناظر سے اپنی روانی کا ساتھ بناتے سنوارتے چلے جاتے۔

احرار کے زمانے میں انہیں پرولتاری مقرر سمجھا جاتا تھا۔ کسانوں، مزدوروں، غریبوں اور پسماندہ طبقوں کی زندگی کے مسائل کے متعلق بولتے، سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام پر سخت تنقید کرتے تو ان کی تقریر دور دور تک پہنچتی، اُس زمانہ میں معلوم ہوا تھا کہ روسی سفارتخانے میں مولانا کی تقریروں کے متعلق خاص طور پر دلچسپی لی جاتی ہے۔ مولانا بعض باتیں عجیب و غریب کہا کرتے تھے مثلاً وہ فرمایا کرتے کہ جس طرح جسم میں جو ئیں باہر سے نہیں آتیں بلکہ انسان کی اپنی میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح کمیونزم بھی باہر سے نہیں آیا کرتا بلکہ ملکوں اور قوموں کے اندر ہی سے غربت، معاشی ناہمواری، ظلم اور جہالت کی بدولت پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا نے برصغیر کے چپے چپے پر بیشمار تقریریں کیں۔ آخری عمر میں ان کی تقریریں اصلاحی اور تبلیغی ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی معرکۃ الآرا تقریریں کی ہوں گی لیکن ان کی ایک تقریر فروری ۱۹۵۳ء میں نسبت روڈ لاہور پر ہوئی تھی جس ایک تقریر نے لاہور میں آگ لگا دی تھی اور دوسرے دن لاہور سراپا تحریک ختم نبوت بن چکا تھا۔ ایک مثالی اور یادگار تقریر تھی۔ ایک دفعہ اسلامیان سرگودھا نے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے جلسے کے لئے وقت لیا۔ سرگودھا والوں نے جلسے کا اہتمام کر لیا۔ اشتہار چھپ گئے۔ تاریخ آ گئی سرگودھا اور شمال مغربی پنجاب کے دور دراز کے دیہات سے دنیا پہنچ گئی لیکن شاہ جی بیماری کے باعث جلسہ میں نہ پہنچ سکے۔ مولانا محمد علی جالندھری کا بھی وعدہ تھا وہ پہنچ گئے۔ لوگوں کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ شاہ جی نہیں آ رہے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ لاکھوں کا اجتماع تحریک ختم نبوت کی بحرانی کیفیت، مولانا محمد علی جالندھری کا بیان شروع ہوا۔ خدا کی قدرت مولانا کی تقریر میں ایسا جوش و خروش اور نظم و تسلسل پیدا ہوا کہ پوری کانفرنس سراپا گوش بن گئی۔ مولانا نے ختم نبوت کی اہمیت، اتحاد امت، شان رسالت، ردِ مرزائیت، ملک کے استحکام و بقا کی ضرورت اور مرزائیوں کی سازشی سرگرمیوں پر اتنی معرکۃ الآرا تقریر کی کہ ایک سماں بندھ گیا۔ ساری رات تقریر جاری رہی۔ صبح کی اذان سنتے تقریر کا سلسلہ منقطع کیا۔ لوگ ششدر اور مولانا خود حیران کہ آج یہ کیسی رات اور یہ کس زور کی تقریر ہو گئی۔ اگلے روز مولانا جالندھری ملتان پہنچے۔ شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا۔ شاہ جی نے فرمایا۔ محمد علی مجھے سرگودھا کے جلسہ کی بڑی فکر اور پریشانی تھی، میں بھی رات عشاء کی نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھا ہوں تو صبح تک مصلے پر ہی دعا کی حالت میں رہا کہ اے اللہ آج وہاں محمد علی اکیلا ہے تو ہماری سب کی لاج رکھیو۔

مولانا محمد علی کی سب سے بڑی خوبی ان کا جماعت اور تحریکوں کے لئے فنڈز کا انتظام کرنا۔ دیانت امانت سے ان کا حساب رکھنا۔ کفایت شعاری سے

ج کرنا اور تحریک کو یا جماعت کے کام کو باقاعدہ اور ہمیشگی سے جاری رکھنے کا اہتمام کرنا تھا۔ مولانا جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے قیام کے بعد کے مالیاتی نظام کی مضبوطی کی طرف خصوصی توجہ دی اور جماعت کے لئے مضبوط فنڈ کا اہتمام کیا۔ مجلس نے فیصلہ کیا کہ چونکہ جماعت نے حفاظت و اشاعت اسلام م کرنا ہے، تردید مرزائیت جیسا کٹھن کام اس کے ذمہ ہے، مرزائی سازشوں کو بے نقاب کرنے اور قوم و ملک کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے ایک منظم جماعت کی رورت ہے۔ اس لئے جماعت میں مستقل ہمہ وقتی کام کرنے والے کارکن باتنخواہ رکھے جائیں جو ہر طرف سے بے فکر اور آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ جماعتی مقاصد لئے کام کریں۔

جب اس فیصلے کے مطابق جماعت کے علماء کرام سے باتنخواہ کام کرنے اور ہمہ وقتی ڈیوٹی دینے کے لئے کہا گیا تو وہ لوگ جو ساری عمر ملک کی آزادی اور اسلام کی ربلندی کے لئے لوجہ اللہ تعالیٰ ماریں کھاتے رہے تھے، ان کی خودداری نے تنخواہ لیکر جماعت کا کام کرنا مناسب نہ سمجھا اور سب اس بات سے ہچکچانے لگے۔

مولانا مرحوم نے یہ محسوس کر کے کہ یہ لوگ اس چیز کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو پیش کیا کہ میں خود بھی تنخواہ لوں گا اور ہمہ وقتی ملازم کی حیثیت سے جماعت کام کروں گا۔ اس کے بعد مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا محمد شریف بہاولپوری، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا غلام محمد دیوری غرضیکہ تمام مبلغین نے وظیفہ لینا اور ہمہ وقتی کام سرانجام دینا قبول کر لیا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے مستثنیٰ رہے۔

تمام مبلغین جب جلسوں اور دوروں پر جاتے۔ لوگ ان کو خادم اسلام سمجھ کر جو خدمت کرتے تھے تو وہ اس کی بھی رسید کاٹ دیتے تھے۔ وہ ہدیہ، نذرانہ، خدمت ب جماعت کے بیت المال میں جمع ہو جاتا تھا۔ مولانا کے اخلاص، ایثار، دیانت اور امانت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مولانا کی وفات ہو گئی، اور م لوگ ان کی تجہیز تکفین سے فارغ ہوئے۔

اگلے روز جب جماعت کے بیت المال جو لوہے کی بہت بڑے سیف کی صورت میں ہے اسے کھولا گیا تو تمام رقوم حساب کے مطابق موجود تھیں، البتہ ایک لی الگ رکھی ہوئی ملی جس میں بائیس ہزار روپیہ تھا اور ساتھ یہ چٹ مولانا نے لکھ کر رکھی ہوئی تھی کہ جب جماعت کے دوسرے مبلغین اور علمائے کرام تنخواہ نا عار سمجھتے تھے تو میں نے ان کی دلجوئی اور جھجک دور کرنے کے لئے تین صد روپیہ مشاہرہ قبول کر لیا تھا۔ الحمد للہ میں صاحب جائیداد اور گھر سے کھاتا پیتا ہوں اللہ نے مجھ کو مال، اولاد، زمین رزق سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ تین صد روپیہ میں الگ رکھتا رہا ہوں اور یہ بائیس ہزار روپیہ وہ ہے، میرے مرنے کے بعد اس رقم کو جماعت کے خزانے میں جمع کر دیا جائے۔

یہ مولانا کی محنت، دیانت اور امانت کا ثمرہ ہے کہ جماعت کا لاکھوں روپیہ مالیت کا اپنا مرکزی دفتر ملتان میں ہے۔ انگلستان میں مجلس کا اپنا ملکیتی عظیم دفتر موجود ہے۔ اسلام آباد کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی ہے۔ گوجرانوالہ کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی مکان ہے۔

اس کے علاوہ کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ، بہاولپور، سیالکوٹ، گجرات، فیصل آباد اور ملک کے تقریباً ہر ضلع اور بڑے شہروں میں جماعت کے کرایہ پر لئے ہوئے فاتر موجود ہیں۔ اکثر دفاتر میں ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں۔ ان میں مستقل ملازمین کارکن ہیں۔ پھر لاکھوں روپیہ کی زرعی اور سکنی وقف جائیداد جماعت کے نام موجود ہے۔ ور اب الحمد للہ جماعت دینی مقاصد تحفظ ختم رسالت، حفاظت و اشاعت اسلام پر تقریباً تیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کر رہی ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء سے ۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۷ء ۴ سال ۴ ماہ ۲ دن تک جماعت کے باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

مولانا محمد علی جالندھری کی وفات کے بعد مجلس کے تمام ساتھیوں نے متفقہ طور پر حضرت مولانا لال حسین اختر کو جماعت کا امیر منتخب کیا اور ان کے ساتھ مولانا محمد شریف جالندھری جماعت کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے، مولانا جماعت کے چوتھے امیر تھے۔ مولانا لال حسین اختر جید عالم، مناظر اور انتہائی درویش منش عالم دین تھے۔ اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے۔ پوری زندگی دین کی خدمت میں بسر کر دی۔

ان کی قومی اور ملی زندگی کا آغاز شدھی اور سنگٹھن کے خلاف تحریکوں میں حصہ لینے سے ہوا۔ وہ ابھی کالج میں زیر تعلیم تھے کہ ہندوؤں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ ہندوؤں کی اس تحریک کو شدھی کی تحریک کہا جاتا ہے۔

مولانا کا دل اس اسلام دشمن تحریک سے تڑپ گیا۔ آپ نے تعلیم کو خیرباد کہا اور جو وفود دیہات میں تبلیغ اسلام کے لئے جاتے تھے۔ ان کے ہمراہ ہو لئے، اسی طرح مولانا لال حسین اختر مولانا ظفر علی خان کے ہمراہ بھی ایک عرصہ تک تبلیغی دوروں میں شامل رہے اور بالآخر حکومت نے مولانا ظفر علیخاں اور مولانا لال حسین اختر دونوں کو قابل اعتراض تقریروں کے سلسلے میں گرفتار کر لیا اور مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کر دیا۔

یہ قید ان دونوں حضرات نے لاہور سنٹرل جیل میں گزاری۔ اسی قید کے دوران جبکہ دونوں صاحبان کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے، مولانا نے

یہ اشعار مولانا لال حسین اختر کی فرمائش پر لکھے تھے

یہ کہہ کر حق جتا دوں گا محمدؐ کی شفاعت پر ۔۔۔ کہ میں نے تیری خاطر آفا جگی جیل میں پیسی

اور میں نظم کے دو پلے جیسی اور سائیسی وغیرہ ہیں۔ رہائی کے بعد مولانا مستقل قومی تحریکوں اور سماجی کاموں میں حصہ لینے لگے لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ کہیں مرزائی کے ہتھے چڑھ گئے اور مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور جو بہر حال مرزائیوں میں ایک پڑھے لکھے اور قابل شخص تھے۔ علم اور قابلیت ایک الگ بات ہے اور ایمان کی توفیق ہونا نہ ہونا ایک دوسری بات ہے۔ مولانا لال حسین اختر ان سے متاثر اور مرزائیت قبول کرلی۔ ہر کام میں میرے اللہ کی حکمت ہوتی ہے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی پرورش میں دیکر فرعون کی حقیقت سے آشنا کرکے پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہی اس کا بیڑہ بھی غرق کیا کرتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر پڑھے لکھے، ذہین لطیف نوجوان مرزائیوں نے ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور مولانا ہی کی روایت کے مطابق جس گروپ میں مجھے رکھا گیا۔ اس گروپ کی تعلیم و تربیت پر مرزائی جماعت کا اس زمانہ میں پچاس ہزار روپے خرچ ہوا تھا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا مرزائی مبلغ بنا دیے گئے۔ برصغیر میں مرزائیت کی تبلیغ کے علاوہ مولانا کو جماعت احمدیہ کی طرف سے افریقی ممالک میں مرزائیت کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ مولانا کے سپرد ہوا کہ وہ اپنے مدلل طرز کلام اور بیان سے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان خراب کرنے کی سعی میں حصہ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مولانا لال حسین اختر کو مرزائیت کی حمایت کے لیے نہیں بلکہ اس شجرۂ خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ وہ کچھ عرصہ افریقی ممالک کے دورے کے بعد ہندوستان واپس آئے۔

مولانا کے اپنے بیان کے مطابق احمدیہ بلڈنگ لاہور جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیضہ سے موت ہوئی تھی، مولانا نے رات کو سوتے ہوئے ۔۔۔ خواب دیکھا لوگ جمع ہیں اور گویا کوئی خوفناک منظر دیکھ کر پریشان ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ، ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اتنے میں ایک شخص نے چند انسانوں کو ایک رسی جو چمڑے کی تھی اور جسے تانت کہتے ہیں کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور انہیں ایک وسیع میدان کے ایک طرف سے لا کر دوسری طرف لے جا رہا ہے جہاں زبردست آگ کے الاؤ جل رہے تھے۔ شعلے دور دور تک نظر آرہے تھے، وہ شخص ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک کر پھر واپس دوسری طرف جاتا ہے۔ پھر اور لوگوں کو باندھ کر لاتا اور آگ میں ڈالنے کا سلسلہ شروع کیے ہوئے ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ انہوں نے بتایا یہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ سادہ لوح لوگوں کو مذہب کے نام پر شکار کرتا ہے، خوشنما پھندوں میں پھانس کر نا معلوم طرف لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ شخص ہزاروں آدمیوں کو دوزخ کی آگ کے سپرد کر چکا ہے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو میں سخت پریشان ہو گیا مرزائیت کے متعلق میرے دل میں وساوس شکوک اور خطرات پیدا ہو گئے۔ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو پھر دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں میں کتابیں پڑھتا گیا میرے شکوک اور بڑھتے گئے۔ انہی ایام میں جبکہ میں مرزا صاحب کے متعلق سخت تذبذب اور پریشانی میں مبتلا تھا مجھے ایک اور دوسرا خواب دکھائی دیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں ایک شخص منہ پر چادر اوڑھ کر سو رہا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب سو رہے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی سو رہے ہیں۔ میں نے ان کے چہرے سے چادر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ انسان نہیں خنزیر ہے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے جان لیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے مرزائیت کے جھوٹ اور باطل ہونے پر آگاہ فرما دیا ہے میرا تذبذب اور پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے توبہ کی استغفار کیا اور از سر نو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھا مرزائیت ترک کردی مولوی محمد علی کو استعفیٰ لکھ کر دیا اور اللہ سے عہد کیا کہ اس گناہ عظیم کی تلافی کے لئے ساری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کا خادم رہوں گا۔ واقعی مولانا نے یہ عہد نبھایا۔

قیام پاکستان سے پہلے مولانا مجلس احرار اسلام کے علماء اور مجاہدین کے ساتھ رہے۔ کچھ عرصہ آگرہ میں قیام رہا۔ مجلس احرار اسلام سیاسی جماعت تھی تو اس کے ساتھ ایک غیر سیاسی شعبہ شعبۂ ختم نبوت بھی بنایا گیا تھا۔ اس شعبہ کے سربراہ میاں قمر الدین اچھروی اور انچارج تبلیغ پہلے مولانا عنایت اللہ صاحب تھے جو غالباً کالاباغ کے رہنے والے تھے اور بعد میں مولانا محمد حیات مدظلہ کو بھیجا گیا جنہوں نے کئی سال وہاں رہ کر مرزائیوں کو ناک چنے چبوائے اور ان کی جعلی نبوت کا سارا پول ان کے مثیل مسیح کے سامنے کھول کر رکھ دیا جس پر انہیں فاتح قادیان کا خطاب برصغیر کے اہل حق کی طرف سے دیا گیا تھا۔

مولانا لال حسین اختر اگرچہ احرار کی ہر جدوجہد میں اور قید و بند کے ابتلاء میں شریک رہے تاہم ان کی خدمات کا زیادہ تر تعلق مرزائیوں کے تعاقب اور احتساب سے تھا۔ اور وہ بھی گویا ایک طرح کے شعبۂ ختم نبوت سے متعلق ہے البتہ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام واضح طور پر دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی اس سیاست سے بالکل بیزار ہو گئے جس کا رواج پاکستان میں فروغ پانے لگ گیا تھا۔ اور ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین ابھی سیاسیات میں مزید تجربے اور ملک و ملت کی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن مسلم لیگ اور عوامی لیگ دونوں میں شامل ہو کر انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کا فیصلہ محل نظر تھا ــــــــــــــ

اور شاہ جی کی کہی ہوئی بات بالکل صحیح تھی یہی وجہ کہ ان بزرگوں نے مسلم لیگ کی بربادی سیاست سے علیحدگی اختیار کرلی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کو باقاعدہ الگ حیثیت سے جماعت کی شکل دی اور یکسوئی سے اشاعت و حفاظت اسلام کا کام کیا، اور اس طرح مرزائیت کے حصار میں زبردست شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے

نا لال حسین کے بعد کرنے والے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوری کے دور میں اور ان ہی زیر قیادت ہماری آنکھوں کے سامنے انگریزوں کے بنائے ہوئے مرزائیت کے گھروندے کو ڈ کر دیا۔ ہر چند کہ یہاں یہ ذکر بے ربط اور غیر ضروری ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس سارے سلسلہ میں احرار کے ان مخلص بہادر اور جری کارکنوں اور رضا کاروں کو بے حد سانیوں کا سامنا کرنا پڑا وہ شمع حریت کے پروانے تھے۔ برصغیر کی پچھلے پچاس سال کی سیاسی اور دینی تاریخ میں انہوں نے بڑا اہم اور شاندار کردار ادا کیا تھا۔ ان کی محبت در جذبۂ خدمت ناقابل تقسیم تھا لیکن ہر تقسیم کے صدمے کی طرح انہیں اس تقسیم کا صدمہ بھی سہنا پڑا۔

بہر حال الحمد للہ ان کارکنوں نے بھی ہمت نہیں ہاری ان کے ملک بھر میں دفاتر موجود ہیں تنظیم موجود ہے۔ رضا کار موجود ہیں۔ اور پاکستان میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے اجراء کا مشن ان کے سامنے موجود ہے۔ وہ اپنے اکابر کی اس روح کو سمجھتے ہیں کہ اسلام میں امراء کی نہیں غرباء کی زیادہ دلجوئی موجود ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دین نام ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎ بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ، کہ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

انہوں نے سینہ سپر ہو کر فرنگی کو یہاں سے نکالا تھا اور بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ وہ انگریز کے خود کاشتہ پودے کی پوری تاریخ سے آگاہ ہیں اس کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں دے رہے ہیں اور جب تک یہ شجرۂ خبیثہ دنیا میں موجود رہے گا۔ وہ حضور ختمی مرتبت کی محبت اور وفا کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ اور مرزا محمود کے متعلق پیش گوئی انشاءاللہ کبھی پوری نہیں ہوگی۔ ان کی یکجہتی کو کیوں نقصان پہنچا وہ زیادہ سیاسی طاقت ہونے کے باوجود قوتِ فیصلہ کی کمزوری کے باعث ملکی سیاستیا کے ستارہ کیوں نہ بن سکے میں اس تلخ لڑائی میں پڑنا چاہتا ہوں نہ ہی غالباً یہ میرے قلم کی ذمہ داری ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل لایا گیا تو مولانا لال حسین اختر نے اپنے آپ کو اس جماعت کے لئے ہمہ تن اور ہمہ وقت وقف کر دیا۔ اور بالآخر جماعت کی خدمت اور حضور کی رسالت کی پاسبانی کی ڈیوٹی کرتے ہوتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا لال حسین اختر کا وجود مرزائیت کے لئے برق بے اماں تھا۔ کسی مرزائی مبلغ اور مناظر کو مولانا کے مقابلہ میں گفتگو کرنے کی جرات نہ ہوا کرتی تھی بعض دفعہ مرزائیوں نے مناظرے کے چیلنج دیئے لیکن پھر مختلف حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر جاتے تھے۔ اگر کہیں سامنے آ گئے تو مولانا نے انہیں عبرت آموز شکست دی۔ مرزائی ان کے نام سے کانپ جایا کرتے تھے۔

وہ مرزائیت کی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا تھے مرزائیوں کی تمام کتابیں اور ان کے حوالے انہیں ازبر تھے۔

مولانا کی زندگی ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں خدمت دین کے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے آخر عمر میں مجلس نے انہیں یورپ، فجی، آئی لینڈ کے دورے پر بھیجا وہ کئی سال تک ان ملکوں میں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے قیام انگلستان کے دوران ووکنگ مسجد جو بیگم نواب بھوپال نے مسلمانوں کے لئے بنوائی تھی اور جس پر انگریزوں نے اپنے مرزائی جاسوسوں کو بٹھایا ہوا تھا تاکہ انگلستان میں آنے والے مسلمان ملکوں کے طلبہ، سفراء، تاجر اور دوسرے باشندگان مذہبی رسوم کی ادائیگی اس مسجد میں کریں اور یہاں ان کو اس اسلام سے آشنا کیا جائے جو برطانوی سامراج نے خود کاشتہ پودے کے طور پر دنیا میں بنا رکھا تھا۔ جو برطانوی سامراج کی مصلحتوں کے تحت قال اللہ اور قال الرسول کی تشریح بتاتا تھا۔

مولانا لال حسین اختر نے انگلستان کے مسلمانوں کو بیدار کیا منظم کیا اور مسجد کو مرزائیوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کی تحریک شروع کی وہ تحریک خدا کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئی اور مسجد پر مرزائیوں کا نوے سالہ پرانا قبضہ ختم ہوا اور اب وہ مسجد مسلمانوں کی رشد و ہدایت کا مرکز بن گئی ہے۔ اس مسجد کا اہتمام اور انتظام اب پاکستان کے سفیر اور اس کی بنائی ہوئی ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے ہڈرسفیلڈ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک عظیم بلڈنگ خرید کر اسے مجلس کا مرکز بنایا جو الحمد للہ اب قائم ہے۔ اور مجلس کی لاکھوں روپیہ کی جائداد ہے اور جہاں سے یورپ اور دوسرے تمام ملکوں کے مشنوں اور کام کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اسی دورے میں آپ فجی آئی لینڈ تشریف لے گئے وہاں چھ ماہ قیام کیا وہاں کے مسلمانوں کو منظم کیا قرآن مجید اور عربی علوم کی درسگاہوں کا اہتمام کیا۔ اور وہاں سے طلبہ کو باہر بھجوا کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ الحمد للہ فجی آئی لینڈ کے فاضل طالب علم حافظ بخش صاحب جو فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں کے توسط اور کوشش سے اب درجنوں طلبہ پاکستان میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا لال حسین اختر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ۱۸ اپریل ۱۹۷۱ء سے ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء تک امیر رہے۔

حسرتا رفت آں ماہر قرآن و آں شیخ حدیث ۔۔۔ آں علم و عمل تقویٰ و ورع آں مرد عظیم

اے مایہ و سرمایہ ما از رحمت حق یک آیہ نما ۔۔۔ رفتی اے پدریں سایۂ ما کردی ہمہ را یتیم

اے دہر چیاں کردی، خانۂ دل ویراں کردی ۔۔۔ کائے بود گراں کردی از غم تو بس گشتیم کلیم

صید ہزاراں کردی ، اندوہ فراواں کردی ۔۔۔ عالم را شعلۂ نیراں کردی بے رحم مشو نما چہ کنیم

بر گوش دلم آواز آمد کہ چہ شد کن ہوش و ادب ۔۔۔ گر گلدستہ بالا وصل شود با جنات نعیم

۱۳۹۷ھ

شہنشاہِ کربلا

شہنشاہِ کربلا، شہزادہ گولڑوی کی تازہ ترین نظم ہے جو
شہیدِ کربلا، سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی
منقبت پر مشتمل ہے۔ یہ اشعار صاحبزادہ غلام نصیر الدین
گولڑوی کے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب موصوف خاندانِ
گولڑہ کے چشم و چراغ ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہماری عقیدتوں کا مرجع و مرکز
رہے ہیں۔ انہوں نے توفیقِ ایزدی سے
جذبۂ عشقِ رسالت اور شیخ المشائخ حضرت
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی
اور ان کے ارشاد کے مطابق تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت
کے سلسلہ میں جو عظیم الشان خدمات سرانجام
دیں، وہ ہماری ملی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔
اسی عقیدت کے پیشِ نظر ہم نے حضرت موصوف
کی یاد میں شائع ہونے والے اس خصوصی شمارہ میں
یہ تبرکات شامل کیے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب
کے ان اشعار میں عشقِ رسولِ مقبول اور حبِ
آلِ بیتِ اطہار کے جو جذبات پائے جاتے ہیں
وہ ان کے عظیم خاندان کا عظیم ورثہ ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے کلام میں یہ بات بھی
بے غنیمت کہنا ہے کہ شکوہِ نظیری نیشاپوری
کا سوز اور خاقانی کی روانی جب پائی جاتی
ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں ہر لحاظ سے اپنے
اکابر کا نمونہ بنائے۔

کیا بات کہی ہے مرشد نے اللہ کی ان پر رحمت ہو

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

تاج محمود عفی عنہ
۳۰-۱۲-۱۹۷۷

◎

اے ہم نشیں بیا کہ بتو از صمیمِ دل — رانم سخن بہ مدحِ شہنشاہِ کربلا
آں سبطِ مجتبیٰؐ و جگر پارۂ علیؓ — پورِ بتولؓ و وارثِ اندازِ انبیاؑ
آں تشنۂ کہ آبِ رخِ دیں ز خونِ اوست — آں میرِ کاروانِ شہیدانِ پارسا
آں منتخب بہ فتحِ مبیں شاہِ نازنیں — آں منتخب بہ منصبِ ابلاغ و ارتقا
آں از پئے تحفظِ الّا حصارِ حق — آں سر بریدۂ صفِ باطل بہ تیغِ لا
آں نقطۂ عروجِ تہور بہ رزمِ کفر — آں بہرِ مومناں ہمہ تن پیکرِ وفا
آں ماہِ ضو فشاں و ضیا پاش و جلوہ ریز — آں صبحِ نور و مہرِ درخشانِ کبریا
آں قدوۃ الامم بہ مہماتِ منصبی — آں غایۃ الہمم بہ ہجومِ غم و بلا
نورِ احد، فروغِ صمد، مشعلِ ابد — مصباحِ لطف، شمعِ کرم، نیرِ سخا
برہانِ صدق، حجتِ اکمل، دلیلِ حق — منشورِ آدمیت و دستورِ ارتقا
فخرِ وجود، نقطۂ جود، آبِ ہست و بود — خاقانِ فضل، قیصرِ دیں، خسروِ بقا
حق ناز و حق طراز و حق آغاز و حق مآل — حق باز و حق نواز و حق انداز و حق ادا
حق اصل و حق جبلت و حقدار و حق مدار — حق مست و حق پرست و حق آرا و حق نوا
بنیادِ صبر، رکنِ تحمل، اساسِ ضبط — مفتاحِ امن، بابِ ظفر، ضیغمِ وغا
میزانِ فکر، تاجِ خرد، کیمیائے عقل — فہرستِ آفرینش و دیباچۂ عطا
اکسیرِ فیض، نسخۂ رحمت، بقائے فرد — عنوانِ عشق، عنصرِ دانش، ادب قبا
مقیاسِ علم، جوہرِ بینش، معادِ محض — فخرِ سلف، مدارِ شرف، محورِ ثنا
قطبِ نجات، غوثِ ملل، ناظرِ عمل — نقشِ بقا، امامِ ہدیٰ، خواجۂ گدا
توقیعِ مجد، گوہرِ عصمت، سپہرِ ناز — میقاتِ عزم، طورِ یقیں، مشعرِ قوا
استادِ فقر، قامعِ جبر، آسمانِ صبر — طغرائے حسن، رونقِ ہوش، ارفع اللوا
فردوسِ چشم، قرۃ عینی و سیدی — یعنی حسینؓ جانِ نبیؐ شانِ مرتضیٰؓ
سر داد و طرحِ دیں بہ اساسِ یقیں نہاد — ہستیم زیرِ منتِ ایں مردِ با خدا
اے نورِ چشمِ حیدرؓ کرار یک نظر — افتادہ ام بخاکِ تو، روحی لک الفدا
پس خوردۂ سگانِ درت رزقِ من — خاکم بسرا اگر خورم از خوانِ اغنیاء

حبِ نبیؐ و آلِ نبیؐ بے گماں نصیر
فضلِ خداست ذالک یوتیہ لمن یشاء

○ (از غلام نصیر الدین نصیر گولڑہ شریف)

علم و عمل کے نامور سپوت

تحریر: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان

★

اسلام ایک سچا اور نہایت پاکیزہ مذہب ہے۔ اس کے اصول و فروع عقائد و اعمال اخلاق و معاملات کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حرف گیری کی جا سکے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو صحیح المزاج آدمی کے سامنے پیش کیا جائے جو فطرت صحیحہ کو نہ کھو چکا ہو اور غلط ماحول نے اس کے دل و دماغ پر برے بنیادی اثرات نہ قائم کر رکھے ہوں اور اس صحیح طریقہ کو قیامت تک مستمر رکھنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اور وہ اسکی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے یہی وجہ ہے کہ اس حق مذہب کو صفحۂ ہستی سے ناپید کرنے والے بدبخت کئی دنیا میں ابھرے لیکن انکی بدنیت بجز بے ثمرات نہ لاسکی۔ وہ خود تو مٹ گئے لیکن اسلام کے ایک ادنیٰ حکم کو بھی کوئی گزند نہ پہنچا سکے اہل علم جانتے ہیں کہ باطل پرستوں نے اسلام کے کس مسئلہ پر حملہ نہیں کیا! کیا توحید و رسالت ان کے ناکام حملہ سے محفوظ رہی؟

کیا قرآن کریم اور حدیث شریف پر حملہ نہیں ہوا! کیا ختم نبوت اور اجماع کے منکر اس گیتی پر پیدا نہیں ہوئے! کیا فقہ اسلامی اور تاریخ کو مضحکہ نہیں بنایا گیا! اور کیا حضرات صحابہ کرام رض اور سلف صالحین رح کا تمسخر نہیں اڑایا گیا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس جہان میں یہ سب کچھ ہوا ہو رہا ہے اور بظاہر ہوتا رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جہاں باطل کو ہوا دینے والے کھڑے ہوتے ہیں وہاں ان کی سرکوبی کے لئے اہل حق بھی میدان عمل میں نکل آتے ہیں۔ اور باطل پرستوں کی تمام دھکیاں اور دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دیتے ہیں۔ اور ان کی تلبیسات اور مغالطات کے بخیئے ایسے ادھیڑتے ہیں کہ دنیا بھر کے رفوگر مل کر بھی انکو رفو نہ کر سکیں اور ان کے شکوک و شبہات کو اس طرح دلائل و براہین کے سیلاب میں بہا دیتے ہیں کہ ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور اہل حق یہ کہکر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ؎

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا　　ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اللہ تعالیٰ نے ایسے اہل حق ہر ملک ہر قوم اور ہر زمانہ میں پیدا کئے ہیں ہمارے دور کے اہل حق کی جماعت کے ایک اعلیٰ فرد ایک بیباک سپاہی، ایک مخلص مسلمان محقق و مدقق عالم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رح تھے جو ضلع مردان کے ایک چھوٹے سے گاؤں مہابت آباد میں ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۶ء بروز جمعرات کے دن نماز فجر کے وقت پیدا ہوئے اور علم دین کی پیاس بجھانے کے لئے پشاور، کابل وغیرہ سے ہوتے ہوتے بالآخر ایشیا میں علوم اسلامیہ کے مرکز دیوبند کے اساتذہ کرام علی الخصوص حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح (المتوفی ۱۳۶۹ھ) وغیرہ جید شیوخ اور اساتذہ کرام کے پاس پہنچے اور ان سے علم دین کی تکمیل کی اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رح کے طویل و عریض و عمیق علم سے بہت زیادہ استفادہ کیا اور ان کے علمی کمالات کے جوہر خوب خوب بکھیرے اور اپنے استاد محترم کے ناپید کنار علمی سمندر میں غوطے لگا لگا لعل و جواہر نکال کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو غضب کا حافظہ اور گہری بصیرت مرحمت فرمائی تھی اور اس کے ساتھ وسیع مطالعہ کا ذوق دیا تھا اور یہ سب کچھ استاد محترم حضرت شاہ صاحب رح کے روحانی فیض کی برکت تھی۔ مولانا بنوری رح کی کتاب نفحۃ العنبر اس کا بیّن ثبوت ہے اور علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس دور میں اسکی نظیر ملنا مشکل ہے مولانا بنوری رح کی معارف السنن اس حقیقت کی منہ بولتی تصدیق ہے جس میں حضرت مرحوم نے اہل علم کو اور خصوصاً علم حدیث سے لگاؤ رکھنے والوں کو بہت سی کتابوں اور شروح حدیث کے مطالعہ سے مستغنی کر دیا ہے کاش کہ یہ کتاب مکمل ہو جاتی یہ ایک تاریخی کارنامہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو عربی زبان کا بہت ذوق مرحمت فرمایا تھا وہ عربی اس انداز اور ایسے لہجہ سے بولتے تھے جیسے یہ ان کی مادری زبان ہے۔ اور قوت دلائل سے وہ اپنے مخالف کو ایسا مرعوب کر دیتے تھے کہ اس کے لئے خاموشی کے بغیر کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا تھا ان کے علم کا چرچا پاک و ہند اور افغانستان ہی میں نہیں تھا بلکہ افریقی اور عربی ممالک میں بھی ان کا علمی اور تحقیقی سکہ چلتا تھا اور ان ممالک کے علماء کرام بھی انکو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے خوشہ چینی کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے حضرت مرحوم کے شاگرد اور شاگرد در شاگرد اطراف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جو اپنی اپنی جگہ علم و دین کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں حضرت نے کراچی میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ اور اس سے ملحقہ بڑی وسیع مسجد اور بڑا عمدہ کتب خانہ قائم کر کے اپنے لئے صدقۂ جاریہ چھوڑا ہے۔ اور ماہانہ رسالہ بینات جاری فرما کر بڑی دینی خدمت کی ہے جو ایک خالص علمی اور تحقیقی رسالہ ہے اور اس میں بصائر و عبر کا عنوان قائم کر کے جس طرح اہل باطل کی سرکوبی کی ہے اور غلط کار حکمران طبقہ کی اصلاح کی سعی فرمائی ہے وہ اس دور میں حق گوئی کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اور حق گو حضرات کے لئے ایک بہترین سبق ہے جس سے اہل حق کی ہمت بڑھتی ہے۔ وفاق المدارس العربیہ کے سلسلہ میں جو کاوش آپ نے کی اور جس طرح مختلف اور متعدد مدارس کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی اور پھر اسکی سرپرستی فرماتے رہے یہ ایک الگ باب ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مسئلہ ختم نبوت کے لئے جو اسلام کے بنیادی عقیدوں میں سے ہے۔ پیرانہ سالی میں باوجود علیل ہونے کے جس طرح سعی فرمائی اور بحمد اللہ تعالیٰ آپ ہی کی سرپرستی میں یہ دیرینہ اور نوے سالہ مسئلہ حل ہوا اور مسلمانوں کی قلبی آرزو پوری ہوئی کہ حکومت کی سطح پر بھی ختم نبوت کے منکروں کو کافر قرار دیا گیا اور خدا خدا کر کے منحوس برطانیہ

کے اسلام میں رخنہ اندازی کا یہ نامبارک خیال باطل ہوا۔ پاکستان کے ہر مکتب فکر کے علماء نے حضرت مرحوم کی قیادت پر اتفاق کیا اور یہ مشکل مرحلہ بھی سر ہو چکی ہیں طے ہوا اور مسلمانوں کے ہر طبقہ نے خوشی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کی اور بعض مقامات پر شکرانہ کے نوافل ادا کئے گئے۔ پاکستان جو صرف اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا اور اس میں کسی دوسرے ازم کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں مگر بدقسمتی سے جو بھی یہاں کا حکمران بن کر مسند اقتدار پر براجمان ہوا اس نے اسلام کو پیچھے ہٹایا اور اپنی من مانی کارروائی کو آناً فاناً نافذ کیا بجائے ہم اسلامی مشاورتی کونسل عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے قائم ہوئی تھی لیکن اس میں اصیل علماء کی جو بھرتی ہوتی رہی وہ نااہل کچھ بھی نہ کر سکے اور یہ کرنا ہی تھا اب جمہوری حکومت کے زیر اثر اسلامی کونسل قائم ہوئی جس میں حضرت مولانا بنوریؒ بھی ایک رکن تھے اور انکی سعی سے بہت سے بنیادی اصول طے ہو گئے تھے اور اسی سلسلہ میں حضرت راولپنڈی تشریف لے گئے تھے جن کا ۳ ذی قعدہ ۱۰ اکتوبر ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء بروز پیر انتقال ہوا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

از قاضی عبد الحلیم کلاچوی
استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
رکن موتمر المصنفین

محمد یوسف بنوری

(شیخ الاسلام)

م- مخزن علم الٰہی مصدر رشد و ہدیٰ — شیخ انور نے جلایا جو دیا تھا وہ بجھا
ح- حامل دین و شریعت معدن جود و کرم — حسرت و افسوس وہ رخصت ہوا سوئے عدم
م- معنوی فرزند انور شاہ کا کس کو کہیں — منبر و محراب کی عظمت بتا کس کو کہیں
د- دیوبندی قافلہ کا شیخ تھا استاد تھا — ہر بڑے چھوٹے کے دل میں آپ کا اعزاز تھا
ی- یہ کہوں علم و عمل کا یا کہوں ابرِ کرم — مدح تیری میں ہمیشہ ٹوٹ جاتا ہے قلم
و- وائے صد حرماں چمن میں پھول وہ مرجھا گیا — ہر کلی کے سر پہ جس سے غم کا سایہ چھا گیا
س- سر سے تا پا جسم تیرا علم کی تصویر تھی — بات تیری پُر حکم پُر لطف پُر توقیر تھی
ف- فتنوں کے پیر بیکار تم نے کر دئیے — ڈاکہ زن جو تھے نبوت کے وہ ننگے کر دئیے
ب- برملا کہتا ہوں میں اس میں کوئی بھی شک نہیں — رعب تیرے سے کوئی باطل نہیں جو کہ نہیں
ن- نور پیشانی تیرا آسمانی نور تھا — تو گلستانِ محمد کا عجب سا پھول تھا
و- والسماء تو علم کے اُس آسماں کا نجم ہے — حافظ ابن حجر جیسا جس سماں کا شمس ہے
ر- رہ گیا سارا چمن اجڑا سا تیری موت سے — لٹ گیا گویا بڑا مکتب تمہاری موت سے
ی- یا الٰہی کیا کریں دل پر اداسی چھا گئی — شیخ بنوری کی رحلت کی خبر جب آ گئی

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب فاضل دیوبند جہانگیروی

میرا دوست میرا ساتھی مولانا محمد یوسف بنوری

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے ساتھ میری رفاقت ۱۹۲۷ء سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علمی کے زمانہ سے تھی ۔ پھر پشاور میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۱ء تک ۔ اور پھر مدرسہ عربیہ کراچی کے اجراء سے سات برس تک یہ رفاقت خلوت اور جلوت میں ہر طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص اور یگانگت پر مبنی تھی ۔ میں ان کے مختصر حالات لکھنے کی کوشش کروں گا کیوں کہ ان کی زندگی اپنے وسیع ابواب پر مشتمل ہے ۔ اگر ان تمام حالات کو لکھوں تو اس کے لئے ضخیم جلد کی ضرورت ہوگی ۔

مولانا مرحوم نسب کے تعلق سے حضرت سید آدم بنوری کی اولاد سے تھے ۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے اکبر خلفاء میں سے تھے ۔ بنور ریاست پٹیالہ میں سرہند کے پاس ایک قصبے کا نام ہے ۔ آپ کے اجداد سلطنت مغلیہ کے زوال کے زمانہ میں سرہند کے علاقہ سے سرحد میں آئے اور صوبہ سرحد کے افغانوں نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ان کی پذیرائی کی ۔ ریاست دیر کے نوابوں کے خاندان کے مورث اعلیٰ بھی اسی خاندان کے مریدان با صفا میں سے تھے ۔

بنوری خاندان کے کچھ لوگ پشاور گڑھی امیر احمد شاہ اور سجانہ ماڑی میں اور کچھ شہر کوہاٹ میں آباد ہیں ۔ گڑھی امیر احمد شاہ کے بانی سید امیر احمد شاہ پشاور شہر کے مشاہیر میں سے اور اہل صفا میں سے تھے اور یہ پورا محلہ ان کا بسایا ہوا تھا ۔

مرحوم مولانا بنوری کے والد مولانا سید زکریا بادشاہ صاحب صاحب حال بزرگوں میں سے تھے آپ نے تصوف کی منازل جب طے کرنے شروع کئے تو آپ پر ایک دور ایسا آیا کہ ترک دنیا کر کے تمام جائداد فروخت کر دی اور حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی درگاہ پر بغداد چلے گئے ۔ اسی حالت میں آپ نے پشاور کے مکانات فروخت کر دیئے ۔ نواب طور و محبت خان آپ کے خاندان کا ارادت مند تھا ۔ اس نے رشکئی کے پاس کچھ زرعی زمین بطور بیرونی دی تھی ۔ وہ بھی آپ نے واپس کر دی ۔ مولانا زکریا کی ایک ہمشیرہ محترمہ مریم نام کی تھی ۔ وہ صاحب کرامات ولیہ تھی ۔ مولانا بنوری کی والدہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئی تھیں ۔ یہ مریم صاحبہ صاحب کرامات تھیں ۔ حضرت مریم علیہا السلام کی طرح بے وقت کے میوے ان کی خلوت میں آتے تھے ۔ اس نے مولانا یوسف بنوری کو بڑی دعائیں دیں ۔ انہوں نے ایک کھدر کا تھان خود چرخہ چلا کر وضو کی حالت میں سورۂ یٰسین پڑھ کر بنا تھا ۔ ارادہ تھا کہ اسے اپنے کفن کے لئے رکھے ۔ لیکن جب مولانا زکریا درویشی کے عالم میں چلے گئے تھے ۔ تو موصوفہ مریم نے عید کے کپڑوں کا جوڑا اسی کھدر سے مولانا یوسف بنوری کے لئے بنایا ۔

مولانا بنوری کے والد سید زکریا کی والدہ محمد زئی درانی شاہی خاندان سے تھیں اور ان کے خاندان کو جلال آباد کے پاس خوگیانی مقام میں ایک باغ بھی امیر حبیب اللہ نے عطا کیا تھا ۔ جس میں انہوں نے انار کا باغ لگایا ۔ بعد میں مولانا یوسف بنوری اسی تعلق سے کابل چھوٹی عمر میں تشریف لے گئے اور وہاں سے مولانا فاضل عبدالغنی ۔ اپنے ماموں کے ساتھ پشاور واپس آئے لیکن کابل کے تعلق سے آپ کی فارسی تقریباً مادری زبان والوں کی طرح ہو گئی ۔

آپ کے والد بغداد سے آئے اور کچھ عرصہ جنگلوں میں چلہ کشی کرنے لگے ۔ پھر زندگی نے پلٹا کھایا اور آپ نے ریاست بہاول پور میں شکیدادی شروع کر دی ۔ اسی اثناء میں مولانا بنوری نے پشاور کے بعض علماء سے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم کسی باقاعدہ طریقہ پر نہیں ہوئی ۔ صرف اپنی ذہانت سے درس نظامی کی مختلف کتابیں مطالعہ کیں ۔ حافظہ اس قدر بلا کا پایا تھا کہ جو چیز بھی کسی عمر میں کسی کتاب میں پڑھی وہ آخر تک یاد رہی ۔

آپ کو ہمیشہ یہ شکایت رہی کہ ان کے والد نے ان کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ۔ اس باغ کی خیابندی قدرت نے خود کی ۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد نے ایک دفعہ مجھ کو ایک درزی کے پاس شاگرد بنا دیا تھا لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا ۔ آپ کے صرف کے پہلے استاد مولانا حافظ عبداللہ ساکن لنڈی ارباب تھے جو بعد میں شہید کر دیئے گئے ۔

بعد میں ایک دفعہ پھر کابل تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس آ کر آپ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لا کر بطور طالب علم ۔ داخل ہو گئے ۔ کابل میں آپ اپنے ایک استاد مولانا عبدالقادر کا ذکر کرتے تھے ۔ جو امیر امان اللہ والی کابل کے بھی استاد تھے ۔ آپ نے میر زاہد ۔ ملا جلال اور کچھ منطق کی کتابیں ان سے پڑھی تھیں ۔ کابل میں اس زمانہ میں امیر امان اللہ خان کا ایک وزیر جس کا نام میں بھول گیا ہوں ۔ عربی ادب کے ساتھ خاص شغف رکھتے تھے

یہ وزیر کوئی ہوائی کا ایسا روشن خیال ادیب تھا۔ جس نے مصر کے نئے ادیبوں کے طرزِ نگارش کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے مولانا یوسف بنوری کی ذہانت کو دیکھ کر کچھ جدید مصری ادب کی کتابیں مولانا کو عطیہ دیں۔

بندہ دیوبند میں بھی طالب علمی کے زمانے میں ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سے فنِ جدید ادب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کر چکا تھا اور یہی اشتراک ذہنی ہم دونوں کی دوستی پر منتج ہوا۔ دیوبند مسجد کے چھتہ میں ہم دونوں ایک حجرہ میں رہتے تھے۔ مولانا مرحوم میں تواضع اور نفاست آپ کو اپنے ہم عمر طالب علموں سے ممتاز کرتی تھی۔ باوجود عنفوانِ شباب کے آپ میں متانت اور وقار اور اس کے ساتھ جوانی میں عفت مجھ کو متاثر کرتی تھی۔ جوانی کا زمانہ بڑا عجیب ہوتا ہے۔ اچھے بزرگ جو بعد میں قدس سرہ بن جاتے ہیں اور تصوف کے اعلیٰ درجات طے کر لیتے ہیں وہ بھی جوانی میں کسی نہ کسی طرح تسویلِ شیطان کے دام میں آجاتے ہیں۔ لیکن میں نے کبھی ان کی جوانی میں بھی ان کو کسی شہوانی خیال سے متاثر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ غالباً فطرت کی پاکی اس زمانہ میں ایسی موہبتِ الٰہی ہے۔ جو کم لوگوں کو اس زمانہ میں نصیب ہے۔ آپ نے ایک مصری عورت کا بھی ذکر کیا تھا جس نے آپ کو ورغلانے کی کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔

ایک خاص چیز جو ان کو نصیب تھی۔ وہ یہ کہ اس دور میں سرحد میں عموماً علماء کا علمِ حدیث کے ساتھ تعلق کم ہوتا تھا۔ عموماً معارف و عقائد کی کتابیں یا زیادہ سے زیادہ روح البیان وغیرہ کتابوں تک ان کی رسائی ہوتی تھی۔ لیکن مولانا کے والد سید زکریا بنوری کا عجیب ذوق تھا۔ انہوں نے امام غزالی کی کتابوں کا مطالعہ غور سے کیا تھا اور اسی تعلق سے میں نے مولانا یوسف کے ہاں دیکھا کہ بدایۃ المجتہد اور ابن جوزی کی کتابیں ردِّ موضوعات میں پہلے سے موجود تھیں۔ مولانا طالب علمی کے زمانہ سے صاحبِ تحریر تھے۔ آپ کے والد مرحوم نے بھی بیت سے رسالے عربی میں تصنیف کئے تھے۔ جب آپ کا ادبی کتابوں کے ساتھ تعلق ہوا اور مقاماتِ حریری دیوبند میں پڑھ لی تو آپ نے مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ کو ایک خط عربی زبان میں لکھا جس میں مولانا مذکور سے استدعا کی کہ وہ ان کو تلمیذِ خاص بنا لیں۔ مولانا انور شاہ صاحب نے پوچھا کہ آپ نے عربی ادب کہاں تک پڑھا ہے۔ جب آپ نے جواب دیا کہ مقاماتِ حریری تک، تو حضرت مرحوم نے فرمایا۔ بس تمہارے لئے اتنا ادب کافی ہے۔

اس زمانہ میں دیوبند میں مضمون نویسی کا بڑا چرچا تھا۔ ایک مدراسی طالب علم غوث محمد ایک عربی قلمی اخبار لکھا کرتا تھا جس میں طلباء کے عربی مضامین ہوتے تھے۔ میں بھی عربی میں اس اخبار میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ لیکن مولانا بنوری ان مشاغل سے علیحدہ رہتے تھے۔

ان حالات میں میرا دورہ حدیث کا سال آگیا اور مولانا بنوری کا مشکوٰۃ و جلالین کا سال آگیا۔ میں دورۂ حدیث کے بعد گھر آگیا لیکن میرے آنے کے بعد دیوبند میں گڑبڑ اور بے چینی پھیل گئی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا انور شاہ مہتممین کے خاندان سے طلباء کی ہمدردی میں ناراض ہو گئے۔ دیوبند میں سٹرائیک ہو گئی اور مولانا انور شاہ صاحب نے ایک بات کہی کہ یہ مدرسہ وقف ہے۔ املاک نہیں۔ اس پر مولانا حبیب الرحمٰن ان سے ناراض ہو گئے۔ اس پر مولانا شیخ الاسلام مولانا انور شاہ، مولانا شبیر احمد، مولانا سراج احمد، مولانا بدر عالم میرٹھی وغیرہ تمام قابل مدرسین دیوبند سے ناراض ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اس اثناء میں مولانا بنوری کو مولانا انور شاہ کے منظورِ نظر ہونے کا درجۂ عالیہ نصیب ہو چکا تھا۔ جو ان کی ترقیات کا اصلی زینہ بنا۔ ڈابھیل میں آپ نے دورۂ حدیث پڑھا اور نہ صرف حضرت مولانا شیخ الاسلام بلکہ مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ پر آپ کے جوہر کھل گئے کہ آپ علمِ حدیث اور علمِ ادب کے ساتھ تحریر وغیرہ میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ذہین، طباع، نفاست پسند اور اخلاقِ کریمہ کے ساتھ موصوف تھے۔ علمی کمالات کے ساتھ آپ نے شخصیت ایسی پائی تھی کہ اس میں سادات کا جلال، افغانوں کی شہامت اور شجاعت، اہلِ ہند کی نفاست پسندی اور اہلِ گجرات کا وقار پایا جاتا تھا۔ سید سلیمان ندوی کے ساتھ ان کی خاص دوستی تھی۔ ان کے خطوط میں جو مولانا مرحوم کے پاس تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ سید سلیمان ندوی عربی تحریر کے علاوہ ان کی اردو تحریر کے بڑے قدردان تھے۔

صوبہ سرحد کی سیاسیات اور مولانا بنوری

ان کی سوانح عمری کے ابواب نامکمل رہ جائیں گے اگر ان کی سیاسی زندگی پر روشنی نہ ڈالی جاتی۔ اگرچہ ان کو مجھ سے یہ شکایت تھی کہ میں ان کو سیاست میں گھسیٹ کر لایا تھا۔ کراچی میں مدرسہ عربیہ کے اجراء کے بعد مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم مجھ کو سیاست میں گھسیٹ کر لے گئے تھے اور میں نے تم کو علمی زندگی کی طرف واپس کر دیا تھا۔ خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ جب مولانا ڈابھیل سے اپنے وطن پشاور واپس تشریف لائے تو شیخ الاسلام مولانا انور شاہ مرحوم سے خاص وراثتِ علمی ہم کو قادیانی فتنہ کی مخالفت ملی تھی۔ مولانا انور شاہ اپنے ہر شاگرد سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ قادیانی خوث کے مکائد سے اہلِ اسلام کو آگاہ کریں۔

مولانا عبد القیوم قریشی

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جس عظیم المرتبت شخصیت کا تذکرہ کرنا مقصود ہے، وہ محتاج تعارف نہیں۔ اگرچہ وہ شہرت کے وبال و جنجال سے بالکلیہ مستغنی تھے اور ان کو اس سے جبلًا نفرت اور گھِن تھی، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وہ عالمی شہرت کے مالک نہیں تھے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے جس کا ادنیٰ بھی تعلق ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اس عظیم شخصیت کی صدارت و قیادت، سیادت و فراست اور جرأت سے پاکستان میں ضیائے مرزائیت قانونی موت مر گئی اور جس مسئلے کو ایک طویل عرصہ سے حکمران طبقہ کے لوگ در خور اعتناء سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے، ان کو اس جبلِ استقامت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور پاکستان کے قانون میں یہ چیز شامل کرنا پڑی کہ مرزائی مطلقًا کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے مطلقًا خارج ہیں۔ فن تفسیر سے جن لوگوں کا سابقہ و واسطہ ہے۔ وہ اپنے تفسیری نکات و معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ضرور ان کی مشکلات القرآن کا مطالعہ کریں گے۔ حدیث کا ذوق و شغف رکھنے والا ان کی معارف السنن" سے استفادہ کرے گا اور تفقہ فی الدین کا مشغلہ رکھنے والا بھی اسی کتاب سے اپنی پیاس بجھائیگا معاشیات و سیاسیات کے رسیا ان کے "بصائر و عبر" سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں گے۔ ادبیت کے پروانے ان کی ادب پرور کتاب "نفحۃ العنبر" کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین دیں گے۔ حنفی المسلک اپنے مسلک کی آبیاری کے لئے ان کی فقہی و استنباطی تحریروں کا محتاج ہوگا۔ کیا ایسا شخص بھی گمنام رہ سکتا ہے یا گمنامی کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یا آپ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ جس نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بین الاقوامی سطح پر کام کیا ہو لیکن اس کے اندر گمنامی ہی گمنامی ہو۔ شہرت و ناموری کا شائبہ تک نہ ہو۔ کیا آپ ایسے شخص کی نشاندہی کر سکتے ہیں کہ جس کے علم و فضل کا سکہ اکناف عالم میں بیٹھ چکا ہو اور فحول عالم اس کے سامنے طفل مکتب نظر آئیں لیکن وہ "ہیچ ما دیگرے نیست" کی ابجد ہی سے ناواقف ہو۔ کیا آپ یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ ایک شخص جس نے بین الاقوامی سطح پر تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی کام کیا ہو لیکن اس نے اپنی شہرت و ناموری کا اتنا بھی سامان نہ کیا ہو، جتنا کہ ایک محلہ کی مسجد و مدرسہ کا امام و مہتمم اپنی مسجد و مدرسہ کو متعارف کرانے کے لئے اور اپنی شخصیت کو چمکانے اور چار چاند لگانے کے لئے کرتا ہے۔ کیا آپ ایسا شاعر و ادیب بھی دکھا سکتے ہیں جس کے ادب کو فصیح و بلیغ شاعر و ادیب حوالے کے طور پر پیش کریں لیکن اس نے خود اپنا حوالہ کبھی نہ دیا ہو۔ کیا آپ کے علم میں ایسی شخصیت بھی ہے کہ ممالک اسلامی کے سربراہ بشمول شاہ فیصل شہیدؒ اس کی علمی سطوت، فقہی بصیرت، مفسرانہ تمکنت اور محدثانہ عظمت و رفعت کے قائل ہوں، اور اپنے ملک میں اس کے قدوم میمنت لزوم کو باعثِ صد افتخار و ابتہاج سمجھیں لیکن اس نے اپنی اس ہردلعزیزی کو اپنی ناموری و شہرت کا ذریعہ نہ بنایا ہو۔ عقل حیران ہے۔ دماغ محوِ حیرت ہے۔ قویٰ و اعضاء اس حقیقت کو سمجھنے اور اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں لیکن اگر ہم تکلف برخواست کریں اور ہر قسم کی حاشیہ برداریوں اور خوشامدوں سے دستبردار ہو کر حقیقت پسندی اور بے تکلفی سے اپنے قلم کو جنبش دیں تو اس سوال کا جواب ایک حقیقت بجا و دانہ بن کر آپ کی آنکھوں کے سامنے رقص کرنا شروع کر دے گا اور وہ یہ کہ اس نادرۂ روزگار اور دُرِّ یگانہ شخصیت کا نام حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اگر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کا دائرہ محض دعا تک محدود ہوتا تو ہماری طبیعتوں کے اندر اضمحلال کی بجائے مسرت و بہجت کے آثار نمایاں ہوتے لیکن اب یہ الفاظ علامت بن چکے ہیں اس چیز کی کہ جس نام کا یہ تتمہ ہوں۔ وہ نامور ہستی اس دنیا سے آنکھیں پھیر کر، اپنے تمام عقیدت مندوں کو اشکبار چھوڑ کر، اپنے تمام تلامذہ کے دل میں درد و کرب کی ٹیس چھوڑ کر، اپنے تمام احباء و رفقاء سے روٹھ کر، اپنے تمام عملہ کو معہ ادارہ کے یتیم چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی ہے۔ اس لئے اب یہ الفاظ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دل و دماغ کی صلاحیتیں بجھتی بلکہ دم توڑتی نظر آتی ہیں۔ سارے جسم میں اضطراب و ارتعاش کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے، سینہ میں دکھ و غم کا ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ نظامِ تنفس میں تعطل کی شکایت نظر آتی ہے۔ دماغ میں غم و وہم کی آندھیوں نے جھکڑ مچا دیا ہے۔ دل بے چین ہے۔ دماغ بے حس ہے۔ آنکھیں رو رہی ہیں، سارے جسم پر رعشہ کی کیفیت کا سماں ہے۔ زبان نسیان کا شکار ہو کر بے اختیار ہو کر حضرت بنوری مدظلہ العالی، دامت برکاتہم، کے القابات الاپتی ہے۔ بس سوائے صبرِ جمیل کے کوئی چارہ کار نہیں اور اس کی تعریف خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے یہ ہے کہ "عند الصدمۃ الاولیٰ" کہ صبرِ جمیل وہ ہے جو صدمہ کے ابتدائی مراحل میں ہو۔

جلوۂ اولین بندہ بیچمدان کی حضرت بنوری سے پہلی ملاقات و زیارت پاکستان کے دارالسلطنت راولپنڈی کی مشہور دینی درسگاہ دار العلوم تعلیم القرآن میں ہوئی۔ بندہ اس وقت ضیغم اسلام حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان دامت برکاتہم کے دورۂ تفسیر میں شریک

تھا۔ دن کے کوئی ۹ بجے تھے کہ ایک اڑتی خوشخبری سنی کہ مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی کے مہتمم اور ادارۂ تحقیق و ریسرچ کی عظیم شخصیت دارالعلوم تعلیم القرآن کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازنے والے ہیں۔ کافی عرصہ سے حضرت کی ملاقات و زیارت کے اشتیاق کا سینے کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ یہ خوشخبری سنی تو خوشی و شادمانی کی ایک لہر سارے جسم میں دوڑ گئی اور زبان سے بے ساختہ یہ شعر جاری ہوا ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی　　مرا با جان جان ہمراز کردی

دل سے حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی کے لئے بھی دعا نکلی کہ اس عظیم شخصیت کی وساطت و توسل سے کئی عظیم ہستیوں کی زیارت سے ہم اپنی آنکھوں کے لئے تبرید کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ وقت مقررہ پر حضرت بنوری علماء و فضلاء کے جلو میں تعلیم القرآن میں تشریف لے آئے۔ ان کے استقبال کے لئے حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی، حضرت حسین احمد سجاد بخاری ایڈیٹر ماہنامہ تعلیم القرآن، حضرت شیخ القرآن مدظلہ کے صاحبزادے اور مدرسہ کے دوسرے حضرات ارکان پیش پیش تھے۔ حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی حضرت بنوری کو دفتر میں لے گئے۔ علماء و فضلاء سے دفتر کا کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔ بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت بنوری درمیان میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن مدظلہ اور حضرت سجاد مدظلہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہے تھے اور حضرت بنوری اپنی انداز پر مسکراہٹ سے ان کی عزت افزائی کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ میرا تو یہ حال تھا کہ خوشی کے مارے ایک جگہ قدم نہیں ٹکتا تھا اور میں نے اپنی نظر و فکر کی تمام دستوں کو حضرت بنوری کے چہرہ انور پر مرکوز کر لیا۔ کیونکہ دل میں یہ آیا کہ ایسی ہستیاں اور زیارتیں بار بار نصیب نہیں ہوا کرتیں۔ اس کو غنیمت و فرصت خیال کرو ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ کم عمری کے باوجود زندگی کا بھروسہ نہیں۔ پتہ نہیں موت کا خونخوار پنجہ آپ کو پہلے دبوچ لے اور پھر آپ یہ حسرت لے کر اگلے جہان کو سدھار جائیں ؎

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ کف دست ساقی چھلک پڑا　　رہی دل کی دل میں ہی حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

اور پھر یہ کوئی وہم نہیں، گمان نہیں، اٹکل نہیں، تخمین نہیں بلکہ ایسی یقینی نفس الامری، تجرباتی اور مشاہداتی حقیقت ہے۔ جس کا بڑے سے بڑا کافر بھی انکار نہیں کر سکتا ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

کچھ دیر کے بعد چائے آئی۔ قہوہ بنانے کی ڈیوٹی حضرت سجاد مدظلہ کے حصے میں آئی۔ حضرت سجاد مدظلہ نے قہوہ میں دودھ ذرا کم ڈالا۔ حضرت شیخ القرآن مدظلہ نے فرمایا کہ خالص دودھ ہے۔ ذرا زیادہ ڈالیں اور ذرا طبیعت کی نزاکت و لطافت کا بھی خیال رہے۔ ان کا نام حضرت بنوری ہے۔ حضرت الشیخ مدظلہ کے ان کلمات سے ساری مجلس کشت زعفران بن گئی اور سب چہروں پر مسرت و شادمانی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ حضرت بنوری نے جزاکم اللہ احسن الجزاء کے الفاظ سے حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی کے جذبۂ نیازمندی اور منکسر المزاجی کا جواب دیا۔ چائے کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور حضرت بنوری دارالعلوم سے تشریف لے گئے۔

اس مجلس سے دو چیزیں خاص طور پر اخذ کیں کہ اہل اللہ کے اندر کس قدر فروتنی، عاجزی اور انکساری ہوتی ہے۔ حضرت شیخ القرآن مدظلہ العالی باوجود عظیم المرتبت ہونے کے کس قدر نیازمندی کے جذبہ سے سرشار ہو کر حضرت بنوری کی خدمت کر رہے ہیں اور دوسری یہ کہ حضرت بنوری کا کس قدر رفیع و عالی مقام ہے کہ عظیم المرتبت اور رفیع القدر علماء و فضلاء بھی ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور ان کی علمی و عملی عظمت و رفعت کے عقیدت مندی کی حد تک قائل ہیں۔

افادہ و استفادہ

بندہ نے قاسم العلوم فقیر والی سے جب موقوف علیہ دورہ سے فراغت حاصل کی تو حضرت الاستاد شیخ الحدیث مولانا [illegible] مدظلہ العالی سے دورۂ حدیث میں داخلہ کا مشورہ لیا۔ فرمانے لگے۔ کراچی جائیں اور حضرت بنوری مدظلہ العالی سے استفادہ کو غنیمت سمجھیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے جونہی یہ الفاظ فرمائے۔ میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ یہ میرے دل کی بات تھی جو ان کی زبان پر بھی اللہ تعالیٰ نے تائید کے طور پر جاری کرا دی اور مجھے اتنی تائید ہی کافی تھی۔ برادر محترم حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب کی معیت میں کراچی پہنچ گیا۔ مولانا غلام یٰسین نے فرمایا کہ ہوش و حواس قائم رکھنا۔ داخلہ کا امتحان بہت سخت ہوتا ہے اور دعا کریں کہ حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ العالی مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی میں ابھی گھر سے تشریف نہ لائے ہوں۔ ورنہ داخلہ کی امید نہ رکھیں۔ میرے دل میں [illegible] ۔ مولانا کی ہدایت کے مطابق بارگاہ خدا میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف پذیرائی بخشا۔ کیونکہ حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ ہمارے داخلہ کے کوئی ایک ماہ بعد نیو ٹاؤن تشریف لائے۔ مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی کی باغ و بہار طبیعت رکھنے والی شخصیت حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن

توجہ بھی دامت برکاتہم نے امتحان لیا اور ناکارۂ خلائق کو بھی دورۂ حدیث میں شامل ہونے کا مستحق قرار دے دیا۔ حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ سے طلباء بہت ہراساں تھے کیونکہ وہ سخت تھے اور امتحان میں بال کی کھال اتارتے تھے۔ طلباء ان کے اس طرزِ عمل سے نہایت خائف بلکہ لرزاں و ترساں تھے۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی اپنی جگہ مجبور تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ طلباء کے ساتھ امتحان میں کسی قسم کی نرمی کا برتاؤ کرنا دیانت و امانت کے خلاف ہے کہ ہم گے رازنگ ولوٹے دیگر امت۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت بنوریؒ غالباً عمرہ کی سعادت یا کسی بیرونی ملک کے دورہ کے بعد واپس تشریف لے آئے جونہی نیو ٹاؤن میں حضرت بنوریؒ پر نگاہ پڑی دل باغ باغ ہوگیا بلکہ بلیوں اچھلنے لگا۔ حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب کو ساتھ لیا اور جونہی ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت بنوری مسجد کے صحن میں جلوہ گر ہوئے ہم نے چابکدستی سے کام لے کر حضرت الشیخ سے مصافحہ کا شرف حاصل کر لیا مولانا غلام یٰسین صاحب نے بندہ کا تعارف کرایا۔ فرمانے لگے۔ داخلہ مل گیا ہے۔ عرض کیا گیا جی ہاں! فرمایا۔ ماشاءاللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو استفادہ کی اور پھر افادہ کی توفیق ارزاں بخشے۔ افادہ اور استفادہ کے نکتے سے سرشار ہوکر میرے دل نے بھی چٹکی لی اور مولانا غلام یٰسین صاحب کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہتے ہوئے حضرت الشیخ سے علیٰحدہ ہوگئے؎

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہوگئے
ہم تمہارے تم ہمارے ہوگئے

مزاح حضرت بنوریؒ کو اللہ تعالیٰ نے باغ و بہار طبیعت نصیب فرمائی تھی۔ وہ اگر انتہائی جلال و غصہ میں بھی ہوتے تھے تو چہرہ پر تبسم و مسکراہٹ کے آثار موجود ہوتے تھے۔ ایسا معلوم و محسوس ہوتا تھا کہ حضرت بنوریؒ حالت غضبیہ میں بھی مسکرا رہے ہیں گویا کہ اجتماع ضدین کا ایک حسین و جمیل مرقع ہیں۔ بندہ کو ایک دو دفعہ ان کی حالتِ غضبیہ سے بھی سابقہ پڑا لیکن میں ان کی اس متضاد حالت کو دیکھ کر حیران بھی ہوتا تھا اور ساتھ ساتھ قلبی خوشی کی بناء پر مسکراتا بھی رہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرۃ الشیخ سے جب اس کے بعد اچانک مڈبھیڑ ہوجاتی تو اس شفقت سے بلاتے کہ تمام روگ ختم ہوجاتے۔ دورۂ حدیث کے متعلق جب کوئی متعلم اشکال و اعتراض پیش کرتا تو ازراہ مزاح اس کو "احمق الذی" کے لقب سے نوازتے چنانچہ مجھے بھی یہ سعادت متعدد بار نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ دورانِ درس میں اس حدیث کے مضمون کی تشریح و توضیح فرمائی کہ جو شخص نمازی کے سامنے گزرے۔ نمازی اس کے ساتھ لڑائی کرے۔ پھر تبسم بھرے انداز میں فرمانے لگے کہ میں نے ہندوستان میں ایک سٹیشن پر اس حدیث پر عمل کی سعادت حاصل کی۔ فرمانے لگے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سامنے سے ایک ہندو گزرا۔ میں نے اس کو ایک معتدل سی چپت لگائی۔ فرمانے لگے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک کہ حدیث پر عمل بھی ہوگیا اور میرے ہاتھ سے کسی مسلمان کو ایذا بھی نہ پہنچی۔ میں نے موقعہ کو غنیمت جانا کہ حضرت اچھے موڈ میں ہیں۔ ازراہ شوخی عرض کیا کہ حضرت جی آپ نے تو عمل فرمایا۔ ہم کیسے عمل کریں گے۔ کیونکہ اس سے کئی فتن و مفاسد کا اندیشہ ہے اولاً یہ کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے۔ ہمارے آگے سے جو بھی گزرے گا تو وہ غالباً مسلمان ہی ہوگا تو اس سے ایذا مسلم ہوگی تو یہ اس صریح نص کے خلاف ہے۔ "المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ" کہ کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ ثانیاً ہوسکتا ہے۔ گزرنے والا اس مسئلہ سے ہی ناواقف ہو اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھے کہ مجھ پر کسی ذاتی عناد کی وجہ سے غصہ نکالا جا رہا ہے اور وہ مرنے مارنے پر تُل جائے۔ ثالثاً۔ گزرنے والا چھ سات گز کے فاصلے سے گزر رہا ہے۔ اب حدیث شریف پر کیسے عمل ہو اگر آگے چل کر یا اچھل کر اسے برسرپیکار ہو تو یہ عمل کثیر ہوگا جو مفسدِ صلوٰۃ ہے اور اگر یہ صورت اختیار نہ کر سکے تو حدیث شریف پر عمل کرنے سے محروم ہوگیا۔

حضرت بنوریؒ نے میرے پہلے دو اشکالات کو قابلِ اعتناء ہی نہ سمجھا تیسرے اشکال کے جواب میں نہایت برجستگی اور شگفتگی سے لب کشائی یوں فرمائی کہ احمق الذی آپ کا یہ اشکال وقیع ہے۔ اس اشکال کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام محمدؒ نے اس حدیث کا محل یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث تب قابلِ عمل ہے کہ گزرنے والا مصلیٰ اور موضع سجود کے درمیانی فاصلہ سے گزرے۔ واللہ! مجھے حضرت کے اس شفقت بھرے جواب سے جو خوشی حاصل ہوئی۔ اس کو میں احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتا۔!

ختمِ نبوت قرآن مجید کی نص قطعی، احادیث متواترہ اور اجماعِ امت سے اسلام کا یہ مسئلہ مدلل اور مبرہن ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں اور ان کی ذاتِ مقدس کے بعد نبوت کا دروازہ مطلقاً بند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت ظلی ہو یا بروزی، تشریعی ہو یا غیر تشریعی کی گنجائش نہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق کئی دجال و کذاب آئے جنہوں نے نبوت کا ڈھونگ رچا کر امت محمدیہ علی صاحبہا والسلام کے اندر تفرقہ پیدا کیا اور کتنے سیدھے سادے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے نکال کر کفر کی دلدل میں دھکیل دیا۔ اس شجر ملعونہ کی ایک کڑی مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود نامسعود تھا جس نے برٹش گورنمنٹ کی شہ پر نبوت کا دعویٰ کیا اور ہندوستان میں فتنہ و فساد کا ایک طوفان بپا کر دیا اور اس ظالم و ملحد نے اپنے دعاوی میں اس قدر سخاوت دکھائی کہ الحفیظ والاماں!

علمائے حقانی نے بروقت اس کا نوٹس لیا اور انگریز کے اس خودکاشتہ پودے کو جڑوں سے اکھاڑ باہر پھینکنے کے لیے اپنی قیمتی جانوں کی قربانیاں

دیں خطیب اسلام حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس کاروانِ اسلام کے سالار اعظم تھے۔

حضرت الاستاذ و مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی دامت برکاتہم نے شمائل ترمذی شروع کرانے وقت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاں ایک ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا تھا، وہاں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضا کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا کہ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر میں نے سنی۔ فرمانے لگے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے سلسلے کیا طرز عمل اختیار کریں۔ میں کہتا ہوں، کہ یہ استفسار جذبہ عشق کے منافی ہے، تم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرو طرز اپنا خود بخود سے اپنائی

اور پھر پورے ترنم سے یہ شعر پڑھا ۔ے

گفتم بہ بلبل چہ کنم بعشق یار — از شاخ گل بافتاد و تپید و بمرد

میں نے بلبل سے کہا کہ یار کے فراق میں کیا کروں؟ تو بلبل نے زبان سے کوئی جواب نہیں دیا، بلبل شاخ گل سے گری، تڑپی اور مرگئی۔

پاکستان بننے کے بعد بدقسمتی سے سر ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا، مسلمانوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ لیکن یہ دبی چنگاری سلگتی رہی اور ۱۹۵۳ء میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی کہ ملک پاکستان جو اسلامی ہے۔ اس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کو بھی پاکستان میں رہنے کا اتنا ہی حق دیا جائے، جس قدر ایک ہندو، یہودی، پارسی اور عیسائی کو اس ملک میں رہنے کا حق ہے لیکن پاکستان کے نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے ختم نبوت کے پروانوں کے سینوں کو خونخواری اور سفاکی کی گولیوں سے چھلنی کر کے اس آواز کو مدھم کر دیا ۔ے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لیکن بقفتائی

ہر آگ شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں — دبا ہے آگ جگر کی مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی — کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

یہی دبی چنگاری پھر شعلۂ جوالا بن کر بھٹو کے دورِ آمریت میں ابھری اور خرمنِ مرزائیت کو خاکستر بنا کر چلی گئی۔ حکومتِ پاکستان کو مجبور ہو کر پاکستان کے قانون میں یہ الفاظ لکھنے پڑے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار بلا امتیاز قادیانی و لاہوری کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس طرح مرزائیوں کے ماتھے پر ہمیشہ کے لئے کفر و ارتداد کا داغ ثبت کر دیا گیا۔ جب مسئلہ طے ہوگیا تو میاں بھٹو نے اس کو بھی اپنا سیاسی سٹنٹ بنایا اور اپنے کارناموں میں ایک کارنامہ یہ بھی شامل کر لیا کہ میں نے مرزائیوں کا نوے سالہ مسئلہ حل کیا ہے لیکن اس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر میاں بھٹو صاحب اس مسئلہ کو حل کرتے تو پہلے کرتے یا قومی اسمبلی تک کیوں معرض التواء میں رکھتے یا ۱۹۷۰ء کے دھاندلی کے الیکشن میں مرزائیوں کو اقلیت کا ٹکٹ کیوں نہ دیتے۔ یہ سارا کریڈٹ علماء کرام کو ہے، مسلمان قوم کو ہے کہ جس نے جانوں کا نذرانہ پیش کر کے بھٹو کے گھٹنے ٹکوائے اور بادلِ نخواستہ بھٹو صاحب کو اس قانونی شق کی منظوری کے لئے دستخط کرنے پڑے۔

سب کو معلوم ہے کہ اس کامیاب تحریک کی کامیابی و کامرانی کا سہرا کس کے سر ہے اور کس محترم ہستی کی صدارت و قیادت اور سیادت میں یہ تحریک عروج کمال سے ہم آغوش ہوئی اور کس کی پرخلوص دعاؤں، آہوں اور بکاؤں نے اس تحریک کی کامیابی میں محوری کردار ادا کیا۔ سادے الفاظ میں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری ؒ ہے ۔ے

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حاضر جوابی

ختم نبوت تحریک کے شروع میں بنوری ؒ و بھٹو میٹنگ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ میٹنگ میں بھٹو صاحب کہنے لگے کہ بنوری صاحب آپ نے یہ تحریک مجھ کو دبانے کے لئے چلائی ہے۔ اصل میں بھٹو صاحب کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی بہانے تحریک کو ایسی راہ پر ڈال دیا جائے جس سے تشدد کا جواز پیدا ہو سکے لیکن، اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کی رہنمائی سے معاملہ کو پوری طرح بھانپ لیتا ہے) کے مطابق حضرت بنوری نے فوراً جواب دیا کہ بھٹو صاحب ایسا نہیں۔ اس میں ہمارے پیش نظر آپ کی خیرخواہی ہے، ہم یہ تحریک چلا کر آپ کے ہاتھ میں ایک قوی برہان دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر بیرونی ممالک کے لوگ اس مسئلہ میں آپ پر کوئی دباؤ ڈالیں تو آپ پورے وثوق سے ان کو یہ جواب دے سکیں کہ میں کیا کروں۔ میں اس معاملہ میں مجبور ہوں، کیونکہ تمام پاکستان کے مسلمانوں کا یہ اجتماعی مطالبہ ہے۔ اب میں اس سے کیسے صرف نظر کر سکتا ہوں۔ یہ جواب سن کر بھٹو صاحب ساکت و صامت ہو کر رہ گئے۔

مرزائیت کا تعاقب

حضرت بنوری ؒ نے صرف پاکستان میں ہی مرزائیوں کا جینا دوبھر نہیں کیا بلکہ نہایت خاموشی سے اسلامی ممالک کا دورہ کیا اور ان کے سربراہوں سے مل کر مرزائیت کے شجر خبیثہ کی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں سے ان کو آگاہ کیا۔ یہ حضرت بنوری ؒ کی مساعی جمیلہ کا فیض ہے کہ اب عرب ممالک میں سے کسی ملک کے اندر بھی مرزائیوں کا داخلہ مکمل طور پر بند ہے۔ اور پاکستان کی حکومت کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ جو شخص بھی عرب ممالک میں جائے پہلے کسی مستند عالم سے اپنا مذہبی سرٹیفکیٹ لے۔ جس کے اندر یہ تصریح ہو کہ میرا مرزائیت سے کوئی تعلق نہیں اور میں مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں، چنانچہ پاکستان کے علماء کرام اس قسم کے الفاظ لکھ کر ان کو مع اپنے دستخط اور مہر کے مذہبی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔

... رجل مسلم ويعتقد ان مرزا غلام احمد قادیانی واتباعه هم الکفرون حقاً

حضرت بنوری بحیثیت حنفی

یوں تو حضرت بنوریؒ کی شخصیت ہمہ گیر صفات کی حامل تھی۔ وہ بیک وقت عظیم مفسر، عظیم محدث، عظیم مدرس، عظیم مبلغ اور تصوف وتقویٰ اور تفقہہ کا عظیم مجسمہ اور پیکر تھے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کی فقہی ترجیحات کو اپناتے ہوئے جو انہوں نے مسلک حنفیت کی وکالت کی ہے۔ اس میں ان کی ایک مستقل اور انفرادی حیثیت ہے۔ درس حدیث میں جہاں تلامذہ کے سامنے وہ کتاب وسنت کے بے شمار موتی رولتے تھے۔ وہاں جہاں ابو حنیفہؒ کا نام آجاتا تو حضرت امام کے مناقب وفضائل کا ایک باب کھل جاتا اور ان کے محامد ومحاسن کا ایک انبار اپنے تلامذہ کے سامنے لگا دیتے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ آجکل لوگ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی علمیت اور فقہی بصیرت پر بحث کرتے ہیں اور ان کی شخصیت میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جلال سے فرمانے لگے کہ میں پورے شرح صدر اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو کتاب وسنت کی جو بصیرت نصیب فرمائی تھی۔ وہ ان کے معصروں میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فرماتے تھے کہ اس کا ایک پس منظر ہے اور وہ حقیقت ہے جس کا کوئی فرد وبشر انکار نہیں کر سکتا اور وہ پس منظر یہ ہے کہ حضرت سیدنا علیؓ نے جب اسلام کا دار الخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا تو کچھ عرصہ پہلے عبد اللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں بھیجا تاکہ وہاں جاکر وہ کتاب وسنت کے انوار کو پھیلائیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت سیدنا علیؓ کی ہدایت کے مطابق کوفہ تشریف لے آئے اور ایک ... ب وسنت کا مدرسہ قائم کیا اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اکتساب علم کیا۔ جب سیدنا علیؓ نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہزاروں شاگردوں نے کوفہ کے قریب ان کا والہانہ استقبال کیا۔ حضرت علیؓ نے علم وفضل کا منظر دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے۔ "اللہ تعالیٰ رحم کرے عبد اللہ بن مسعودؓ پر۔ کہ جس نے کوفہ کو کتاب وسنت کے انوار سے بھر دیا ہے۔" اس کے بعد حضرت سیدنا علیؓ خود بھی کوفہ میں رہائش پذیر ہو گئے اور اپنی مفسرانہ، محدثانہ اور فقیہانہ بصیرت سے مسلمانوں کے دلوں میں دیا جلا بخشتے رہے۔ حضرت سیدنا حضرت علیؓ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کا مشترکہ علمی تبحر سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوتے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے سینہ میں منتقل ہو گیا۔ گویا کہ حضرت امام صاحبؒ کا سینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو جلیل القدر صحابہ کے علوم کا امین ہے۔ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی علمی قدر ومنزلت استخفاف اور استحقار کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کے علوم کو محلِ نظر سمجھتا ہے اور انتہائی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی علمی وفقہی بصیرت پر نظر ڈالتے ہوئے عموماً حضرت بنوریؒ ایک دلچسپ واقعہ سناتے تھے۔ وہ یہ ہے کہ بچپن میں جب حضرت امام ابو یوسف حضرت امام ابو حنیفہؒ سے اکتساب علم فرما رہے تھے تو دورانِ تعلیم بیمار ہو گئے بلکہ صاحب فراش کی حد تک پہنچ گئے۔ کئی دنوں کی غیر حاضری کے بعد حضرت امام صاحب نے تلامذہ سے پوچھا کہ یعقوب (ابو یوسف) کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو صاحب فراش ہیں۔ درس سے فراغت کے بعد اپنے شاگرد یعقوب کی عیادت کے لئے بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو کچھ اور ہی منظر دیکھا۔ حضرت ابو یوسف پر غشی کا دورہ طاری تھا اور ان کے والد ماجد ان کے سرہانے مغموم صورت بنا کر بیٹھے تھے۔ حضرت امام صاحب اس منظر کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور نہایت ملال و انفعال سے فرمایا کہ میری تو اس شاگرد کے ساتھ بے شمار امیدیں وابستہ تھیں اور مجھے امید کامل تھی کہ یہ میرا تلمیذ میرے علوم کا امین بن کر کتاب وسنت کی خدمت کرے گا۔ اور مخلوق خدا کی اصلاح اور اُخروی فلاح ونجات کے لئے عظیم کردار کی حیثیت سے ابھرے گا۔ یہ فرما کر حضرت امام صاحب سراپا غم کی تصویر بن کر واپس تشریف لے گئے۔

ادھر خدا تعالیٰ کی قدرت نے اپنا ایک انوکھا کرشمہ دکھایا۔ حضرت امام ابو یوسف حضرت امام ابو حنیفہؒ کی واپسی کے بعد دن بدن صحتیاب ہونے لگے۔ جب صحت کاملہ پائی تو حضرت کے والد ماجد نے حضرت الاستاد کی تشریف آوری اور ان کے بارے میں ان کے تاثرات کا ذکر کیا۔ حضرت امام ابو یوسف کے دل میں خیال آیا کہ جب وقت کے اتنے بڑے امام اور شیخ میرے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں تو مجھے مزید اکتساب علم کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اپنا علیحدہ مدرسہ کھول کر بیٹھ گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت امام ابو حنیفہ نے پھر اپنے شاگرد کو یاد کیا کہ بھائی وہ یعقوب کا کیا بنا۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو صحتیاب ہو گئے ہیں۔ اور آپ کے ان کے بارے میں الفاظ نے کچھ اور ہی ان کے دماغ میں ڈال دیا ہے اور وہ علیحدہ مدرسہ کھول کر بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ اچھا عالم بن بیٹھے ہیں۔ فوراً ایک شاگرد کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ یعقوب سے یہ مسئلہ جاکر پوچھیں۔ اگر وہ اثبات میں جواب دیں۔ تو آپ کہیں کہ "اخطأت" (تو نے غلطی کی ہے) اور اگر نفی میں جواب دیں تو پھر بھی یہی جواب دہرا دینا۔ چنانچہ شاگرد حضرت ابو یوسف کے حلقۂ درس میں جاکر بیٹھ گئے اور یہ مسئلہ جاکر پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا تھا بظاہر ایک دھوبی کا مسئلہ تھا اور بادی النظر میں اس کی کوئی وقعت واہمیت نہیں تھی۔ صورت مسئلہ کی یہ تھی کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنے کپڑے دیئے۔ کپڑوں کو دیکھ کر دھوبی کی نیت خراب ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد دھوبی کو احساس گناہ ہوا اور اپنے گاہک کو کہلا بھیجا کہ اپنے دھلے ہوئے کپڑے لے جائیں۔ گاہک بھی حیران تھا پہلے لینے گیا تو جواب ملا کہ آپ نے مجھے کپڑے دیئے ہی نہیں۔ بہر حال "دنیا بامید قائم است" گاہک کپڑے لینے کے

نے گیا۔ اب قابلِ استفسار بات یہ ہے کہ آیا دھوبی کو ان کپڑوں کی دھلائی کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اس سوال کو سنتے ہی یہ صورت امام ابویوسف کے سامنے بیان کی تو ان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ لیکن فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور غور و فکر کی۔ تھوڑا گہرائیوں میں ڈوب کے کچھ دیر کے بعد جواب مرحمت فرمایا کہ تجوز لہ الاجرۃ۔ سائل نے برجستہ جواب دیا کہ اخطأت کہ آپ نے مسئلہ بتانے میں غلطی کی ہے

حضرت امام ابویوسف پھر حالتِ استغراق میں ڈوب گئے کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور فرمایا کہ لا تجوز لہ الاجرۃ۔ سائل نے حسبِ سابق جواب دیا کہ اخطأت کہ آپ نے مسئلہ بتانے میں غلطی کی ہے۔ حضرت امام ابویوسف کے ہوش کے طوطے اڑ گئے۔ ندامت و خجالت سے سر جھکا لیا اور تھوڑے دیر کے بعد وہاں سے بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے اور سیدھے آکر حضرت ابوحنیفہؒ کے قدموں میں سر ڈال دیا۔ حضرت ابوحنیفہؒ نے ازرہِ مزاح فرمایا۔ اچھا عالم بن بیٹھے اور ایک دھوبی کا مسئلہ بھی نہیں آیا۔ حضرت امام ابویوسف اپنے شیخ کرم کے قدموں میں پڑ کر روتے جاتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ندامت و خجالت کا اظہار کرتے جاتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے شفقت فرمائی۔ اپنے تلمیذِ رشید کی غلطی اور شوخ چشمی کو معاف فرمایا اور دھوبی کے مسئلہ کا جواب اپنی بصیرتِ فقہی سے یہ دیا کہ جناب صاحب اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے۔ دیکھنا ہے کہ دھوبی کی نیت بد کپڑے دھونے سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ اگر کپڑے دھونے کے بعد وہ بدنیتی کا شکار ہوا ہے تو اجرت لینا جائز ہے۔ کیونکہ اس نے جب کپڑے دھوئے تھے تو اپنے گاہک کے کپڑے سمجھ کر دھوئے تھے اور اگر کپڑے دھونے سے پہلے بدنیت ہوگیا تھا تو اسے اجرت لینی جائز نہیں۔ کیونکہ اس نے جب کپڑے دھوئے تھے تو اس وقت اپنے کپڑے سمجھ کر دھوئے تھے۔ لہٰذا اس کے لئے اجرت لینا جائز نہیں۔

حضرت بنوری کے بارے میں جب لکھنے کے لئے قلم تھاما تو ارادہ تھا کہ کوئی مختصر سی تحریر رسالے کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ لیکن حضرت بنوریؒ کی شخصیت میں اتنا تبحر ہے کہ وہ کوشش کے باوجود بندہ اس کو اجمال و اختصار کے قالب میں نہیں ڈھال سکا اور ابھی حضرت کی زندگی کے کئی گوشے ایسے ہیں جن پر کافی مختلف صفحے کے صفحے سپردِ قلم کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً علامۃ العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے ساتھ ان کا رشتہ تلمذ اور پھر ان کے ساتھ ان کی بے تکلفی اور حضرت حکیم الامت کی ان پر شفقت پروری اور پھر ان کے ساتھ اس قسم کی صحبت و ملازمت کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ ان کی نسبت ایسے اور ایسے حالات و واقعات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے کہ زندگی کے دامن صفحات کی شکایت ان کی تحریر سے ملتی ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ سرور و راحت میں رکھے اور اپنے فضل و کرم سے ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

حضرت بنوری کے بارہ میں لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا۔ مجھ جیسا سیاہ کار و نابکار اس کا اہل بھی نہ تھا کہ ان کے بارے میں کچھ لکھے کیونکہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک کہیں اور ان کے بارے میں اظہارِ خیال .

لیکن مشتے نمونہ از خروارے۔ چند سطور بارگاہ بنوری میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر سپردِ قلم کر دی ہیں۔ کیونکہ ہم میں تحریر و تقریر کی صلاحیتیں بھی انہیں بزرگانِ دین کی نگاہ کرم کی رہین منت ہیں ؎

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس سلسلہ میں موجودہ اسلامی مشاورتی کونسل بھی قابلِ صد تحسین ہے کہ جس کی تشکیل مجاہدِ اسلام جنرل ضیاء الحق صاحب نے پاکستان میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے کی ہے۔ کونسل کے ایک سینئر ممبر کی حیثیت سے حضرت نے اسلامی سفارشات میں جو حصہ بخشا ہے وہ قابلِ صد تحسین و تبریک ہیں۔ افسوس کہ صد افسوس ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کو مہلت نہ دی اور وہ پاکستان میں اسلامی قانون کی مکمل تدوین اور اس کے نفاذ کی عملی صورت میں دیکھنے سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون .

جناب وقار انبالوی نے یہی حقیقت سامنے رکھ کر اپنے قلبی رنج و غم کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے ؎

آہ! مولانا بنوریؒ

عاشقِ ختم الرسل، رہنما ملت کا تھا　　اک جنوں سر میں ترے اسلام کی خدمت کا تھا

اب کہ تیرے خواب کی تعبیر کا امکان تھا　　تو ہی کہہ دے کیا یہی موقعہ تری رخصت کا تھا .

دار الکفر ربوہ میں اسلام کا داخلہ

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کے سانحہ ربوہ کے بعد حکومت نے ربوہ کو سب تحصیل کا درجہ دے دیا جس میں آر ایم مقرر ہوئے۔ پولیس، ڈاک / فون، بجلی، ریلوے، بلدیہ اور دوسرے محکموں کے قادیانی افسران کو تبدیل کر کے ان کی جگہ مسلمان افسر مقرر کئے گئے۔

یہ سب کچھ اس دور میں ہوا جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے۔ آپ کی دور رس فکر نے سوچا کہ یہی وہ موقع ہے جس کے لئے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر اور دوسرے اکابر ترستے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان تمام حضرات نے اپنے اپنے دور میں بے پناہ کوشش کی کہ ربوہ میں کام کرنے کی کوئی سبیل نکل آئے تو ان اکابر کی سالہا سال کی امنگوں اور آرزوؤں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ مگر قدرت کو منظور نہ تھا۔ یہ سعادت رب العزت نے مولانا محمد یوسف بنوری کے لئے مقدر کر رکھی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مکتوب کے ذریعے مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد شریف جالندھری کو ہدایت کی کہ جس مناسب وقت کا مدت سے انتظار تھا، وہ آپہنچا ہے۔ آپ ربوہ جا کر کام کرنے کی راہیں تلاش کریں اور ربوہ کی اس مہم کا نگران مولانا تاج محمود کو مقرر کریں۔ مولانا محمد شریف جالندھری کا پیغام لے کر مولانا خدا بخش، مولانا قاری عبدالسلام حاصلپوری اور راقم الحروف ۵ دسمبر ۱۹۷۴ء کو جناب آر ایم سے ان کی عدالت میں ملے اور ان سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے احاطہ عدالت کے ایک کونہ میں مسجد نما تھڑا پر نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے کسی آدمی کو متعین کر دیں جو یہاں آپ کی عدالت میں مقدموں کے سلسلہ میں آنے والے مسلمانوں کو بلا معاوضہ نماز باجماعت پڑھا دیا کرے۔ موصوف نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں، مگر چند دنوں بعد آپ دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء کو مولانا محمد شریف جالندھری اور مولانا عزیز الرحمٰن خورشید جو ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مبلغ تھے۔ دوبارہ ربوہ میں آر ایم سے ملے۔ موصوف نے ظہر اور عصر کی نماز باجماعت پڑھانے کی اجازت دے دی۔ کیونکہ عدالت کے اوقات میں یہی دو نمازیں آتی تھیں۔

چنانچہ اسی دن مجلس تحفظ ختم نبوت کھڑیانوالہ ضلع فیصل آباد کے مبلغ حافظ سید ممتاز الحسن نے ظہر کی نماز ربوہ میں جا کر پڑھائی۔ خود اذان کہی، جماعت کرائی۔ پہلے دن امام صاحب کے علاوہ دو نمازی تھے۔ ربوہ میں مسلمانوں کی یہ پہلی نماز باجماعت تھی۔ بعد میں مولانا عزیز الرحمٰن خورشید روزانہ سرگودھا سے ربوہ تشریف لاتے اور یہ دونوں نمازیں پڑھاتے اور یہ سلسلہ چار ماہ تک جاری رہا۔ اس کے بعد کراچی سے مولانا محمد شریف احرار کا چنیوٹ تبادلہ کر دیا گیا۔ ربوہ میں نمازیں اور جمعہ پڑھانے کا فرض انہیں تفویض کیا گیا۔

قبرستان شہداء کی حد براری

اس دوران رانا فضل الرحمٰن صاحب چنیوٹ کے تحصیلدار تھے۔ مولانا محمد شریف نے انہیں درخواست دی کہ ربوہ میں لاری اڈہ کے قریب مرزائیوں کا خود ساختہ بہشتی مقبرہ کے مشرقی جانب کا قبرستان جو کاغذات میں قبرستان شہداء مقبوضہ اہل اسلام ہے اس کی حد براری ہونی چاہئے۔ یہ سولہ ایکڑ رقبہ پر محیط ہے اور مسلمانوں کا ہے۔ قادیانی آئین پاکستان کی رو سے غیر مسلم ہیں۔ لہٰذا اس کی حد براری کر کے قبضہ مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ انہوں نے آرڈر کر دیئے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو شیخ منظور احمد، مولانا خدا بخش اور راقم الحروف کی موجودگی میں پٹواری اور گرداور نے حد براری کر کے نشان لگا دیئے تاکہ مرزائی اس میں اپنے مردے نہ دفنا سکیں۔ یہ ربوہ میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی تھی۔

یہ تمام کام انتہائی آہستہ روی سے کیا گیا اس کا کہیں پروپیگنڈا تو درکنار ذکر تک نہ کیا گیا۔ پانچ ماہ بعد ہفت روزہ لولاک کی اشاعت ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء میں بعنوان "کفرستان ربوہ میں اسلام کی پہلی آواز" مسلمانوں نے ربوہ میں جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا، یہ خبر شائع کی۔ ملک بھر کے جماعتی احباب نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ اب ہمارے قدم مضبوط تھے۔ دشمن کو کسی قسم کی کارروائی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مسلم ٹی سٹال

آر ایم صاحب کی عدالت "مسلم ٹی سٹال" کے نام سے ایک چھوٹا سا کھوکھا بنوایا جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے محمد اسلم کشمیری نگران مقرر ہوئے۔ عدالت میں آنے والے مسلمان یہاں سے چائے پیتے تھے۔ اس سلسلہ میں مسلمان وکلاء نے بڑا تعاون کیا۔ سب سے زیادہ لالیاں ضلع جھنگ کے نوجوان سال کارکن جناب محمد اشرف نے بہت محنت کی۔

مولانا خدا بخش ربوہ میں

مولانا محمد شریف کے پیہم چلے جانے کے بعد مولانا خدا بخش شجاع آبادی کو مجلس نے ربوہ کے لئے مامور کیا موصوف نے گرمی، سردی، بارش، آندھی کی پرواہ کئے بغیر اپنا سفر جاری رکھا۔ اسی عرصہ کے ابتدائی دنوں میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ مولانا محمد خان مبلغ سیالکوٹ، مولانا قاضی محمد اللہ یار، مولانا منظور احمد شاہ، مولانا محمد یوسف لودھیانوی اور مولانا محمد اسمٰعیل نے کبھی کبھار مولانا خدا بخش کی عدم موجودگی میں جمعہ پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

ریلوے مسجد محمدیہ کی تعمیر

ریلوے کا ایک وفد غالباً ۵ جنوری ۱۹۷۵ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن کے لئے آیا اس کے افسر لیک اوئی تھے۔ نماز پڑھنا چاہی مسلمانوں کی وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ انہوں نے تحریک کی۔ اللہ رب العزت نے فضل فرمایا۔ ریلوے سٹیشن ربوہ کا مسلمان عملہ آمادہ ہوگیا۔ مولانا تاج محمود نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ آپ نے فیصل آباد کے دوستوں کو توجہ دلائی ملک بھر کے مجاہدین ختم نبوت اور اہل اسلام نے معاونت کی مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی کبھی کبھار رقم کی دقت پیش آتی تو مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز ملتان سے تعاون حاصل ہو جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد بن گئی۔ مولانا تاج محمود صاحب دامت برکاتہم نے اس کا نام مسجد محمدیہ اہل سنت والجماعت تجویز کیا۔ اس کے سائن بورڈ پر جاء الحق وزھق الباطل آیت تحریر کی گئی۔ یہ مسجد مختلف مراحل سے گزر کر آج أصلها ثابت وفرعها في السماء کی مصداق ہے۔ اس کی چھت پڑنے کے بعد علات کی بجائے جمعہ کی نماز اس مسجد میں شروع کردی گئی۔ حضرت مولانا خدا بخش مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اس کے خطیب مقرر ہوئے جبکہ پنجگانہ نمازوں، اذان اور مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے قاری شبیر احمد عثمانی کو مقرر کیا۔ موصوف شجاع آباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام اور خطیب دونوں مولانا مفتی احسان احمد شجاع آبادی کے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ جو حضرت مرحوم کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں آج کل اس مسجد کی انتظامیہ کے سربراہ مولانا خدا بخش صاحب ہیں پچھلے دنوں رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع تھا حضرت مولانا تاج محمود صاحب کے توجہ دلانے پر تبلیغی جماعت کے ارباب بست وکشاد نے اپنی جماعتوں کو اس علاقہ میں بھیجنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان حضرات کے خلوص کا صدقہ اس جگہ کو مزید آباد فرمائے

ربوہ میں قبول اسلام

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء کو بروز جمعۃ الوداع مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ خطیب ربوہ مولانا خدا بخش صاحب کے دستِ حق پرست پر ایک مرزائی نے قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ ۴ شوال ۱۳۹۶ء کے جمعہ پر مولانا موصوف کے دستِ مبارک پر قصبہ احمد نگر کے حکیم غلام حسین نے اسلام قبول کیا۔ ۱۳ شوال کے جمعہ پر مسماۃ سیدہ بشریٰ اور اس کی والدہ ساکنان ربوہ نے مولانا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت ہفت روزہ لولاک کی اشاعت کے مطابق ریلوے مسجد کے امام حافظ قاری شبیر احمد کے ہاتھ پر مزید ۸ افراد نے اسلام قبول کیا۔

ہمارا یقین ہے کہ ان خبروں سے کل مسلمانوں کو عظیم خوشی ہوگی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے خادموں اور مبلغوں کی پرامن، خاموش اور مؤثر خدمات ربوہ میں رنگ لارہی ہیں اور ربوہ کے بھولے بھٹکے مرزائی حقیقت حال سے آگاہ ہونے پر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا كَمَا أَمَرَ

ایک زمانہ تھا کہ ربوہ میں کوئی مسلمان داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر کسی کو وہاں جانا ہوتا تو وہ ربوہ سرکار کی اجازت حاصل کیا کرتا تھا۔ کئی بے گناہ لوگ ربوہ کو ملک کا ایک حصہ سمجھ کر داخل ہوتے تو ان کی ٹانگیں اور بازو توڑ دیئے گئے اور جان بحق کردیا گیا لیکن اب ایک زمانہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کی مساجد بن رہی ہیں۔ اذان، جماعت، جمعہ اور عیدین ہو رہی ہیں، ربوہ اور احمد نگر کے لوگ مرزائیت سے علی الاعلان تائب ہو رہے ہیں لیکن کسی مرزائی کو جرأت نہیں کہ وہ ان کو ہاتھ لگا سکے۔

ربوہ میں مسلمانوں کی پہلی باجماعت نمازِ تراویح

رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ ربوہ میں دو جگہ پر پہلی دفعہ مسلمانوں کی باجماعت نماز تراویح ہوئی جس میں ربوہ کے رہنے والے مسلمان شریک ہوتے تھے، نماز تراویح پڑھنے اور قرآن سننے کی سعادت حاصل کرتے رہے، نمازِ تراویح مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر تعمیر جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی میں مولانا عبدالرزاق رحیمی نے پڑھائی اور دوسری نماز تراویح ریلوے مسجد ربوہ میں ہوتی رہی، جہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے قاری شبیر احمد نے قرآن مجید سنایا۔ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے حکمِ خاص پر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کے آخری عشرہ میں قاری شبیر احمد نے ریلوے مسجد میں اعتکاف کی سنت ادا کی۔ نماز عید الفطر پڑھائی اور اسی طرح عید الاضحیٰ بھی باجماعت قاری صاحب موصوف نے پڑھائی

اس سال ۱۳۹۷ء میں بھی دونوں جگہوں پر باجماعت تراویح ہوئی۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۷ء کو قاری شبیر احمد صاحب نے اکیلے ہی

سو عشاء کی نماز سے لے کر نماز فجر تک سارا قرآن مجید سنایا۔ پوری رات مسجد اللہ رب العزت کے کلام پاک سے گونجتی رہی۔ اس سال بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ مسلمانوں نے ربوے مسجد میں قاری صاحب کی امامت میں ادا کی۔

ربوہ میں مجلس کیلئے قطعہ اراضی کا حصول

اوائل ۱۹۷۶ء میں حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے درخواست گزاری مولانا محمد شریف جالندھری نے جنرل سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے وہ درخواست محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ فیصل آباد کو ارسال کی کہ آپ ربوہ کی زیر تجویز رہائشی کالونی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو جامع مسجد اور مدرسہ کے لئے پلاٹ عنایت کریں۔ ہفتہ بعد ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ہاؤسنگ جھنگ کی طرف سے جواب ملا کہ آپ کی درخواست موصول ہوگئی ہے۔ مئی ۱۹۷۶ء کے اواخر میں جناب بلال زبیری مرحوم، مولانا خدا بخش اور راقم الحروف ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ہاؤسنگ جھنگ سے ملے۔ اپنی درخواست کی یاد دہانی کرائی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ربوہ میں ایک ٹرسٹ قائم کریں۔ اسے رجسٹر کرائیں۔ تاکہ قانونی تقاضے پورے ہوں اور آپ کو زمین دی جاسکے۔ ۱۵ر جون ۱۹۷۶ء کو مولانا محمد شریف جالندھری، بلال زبیری مرحوم اور مولانا خدا بخش ڈپٹی ڈائریکٹر سے ملے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کی طرف سے بھی ایسی درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ لیکن ہم زمین ان کو دیں گے۔ جن کی پارٹی رجسٹرڈ ہو۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے ان کو بتایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ ہم تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے اندرون اور بیرون ملک کام کرتے ہیں۔ ہمارا حساب باقاعدہ گورنمنٹ کی منظور شدہ اتھارٹی آڈٹ کرتی ہے ہماری درخواست بھی پہلے آئی ہے۔ ہمارا ترجیحی حق بنتا ہے کہ زمین ہمیں ملنی چاہیئے۔ اس وضاحت کے بعد موصوف مطمئن ہو گئے اور وعدہ کیا کہ عنقریب ہماری ضلعی میٹنگ ہوگی۔ آپ کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا۔

مولانا محمد علی جالندھری کی فراست ایمانی

تاریخ سے زیادتی ہوگی۔ اگر اس جگہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری نور اللہ مرقدہ کی روح پرفتوح کو دل کھول کر خراج عقیدت نہ پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اس دن سے ربع صدی قبل مجلس کو رجسٹرڈ کرادیا تھا۔ گو اس وقت بعض احباب جیں بجبیں تھے، معترض تھے۔ طعنے دیتے تھے کہ مولانا نے جماعت کو رجسٹرڈ کرواکر حکومت کی مداخلت کی راہ ہموار کردی ہے۔ حکومت جب چاہے گی۔ حساب چیک کرنے کے بہانے روڑے اٹکائے گی۔ مگر آج کے حالات نے ثابت کردیا ہے کہ مولانا مرحوم کی دور رس نگاہوں، مومنانہ بصیرت اور مجاہدانہ فراست نے جو کام کیا تھا۔ سو فی صد درست تھا۔ چنانچہ ربوہ میں زمین ملنے کا ایک سبب جماعت کا رجسٹرڈ ہونا بھی ہے

زمین کا قبضہ

درخواست مختلف مراحل سے گزرتی رہی۔ حتیٰ کہ ۲۶ر جون ۱۹۷۶ء کو ملتان دفتر میں محکمہ ہاؤسنگ کا ایک حکم نامہ موصول ہوا، کہ محکمہ نے آپ کی درخواست منظور کرلی ہے۔ آپ جلدی حاضر ہوکر قبضہ لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ۲۸ر جون ۱۹۷۶ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ بروز پیر مولانا محمد شریف جالندھری دامت برکاتہم نے ربوہ پہنچ کر جناب ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ہاؤسنگ سے ۹ کنال زمین برائے جامع مسجد و مدرسہ کے پلاٹ کا قبضہ لے لیا و الحمد للہ حمداً کثیرا

حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ ربوہ میں

۷ر جولائی ۱۹۷۶ء مطابق ۸ر رجب ۱۳۹۶ھ بروز بدھ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر مرکزیہ (ان دنوں نائب امیر تھے) شیخ طریقت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم متعنا اللہ المسلمین بطول حیاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف لائے۔ اس پلاٹ پر عصر کی باجماعت نماز پڑھائی اور دعا کی کہ اللہ رب العزت اس مسجد کو رشد و ہدایت اور تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنائے اور ہم سب کو اس کی تعمیر اور آباد کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ اس تقریب سعید کا گو پہلے سے اعلان نہ کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود ربوہ میں رہنے والے مسلمان نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت الامیر کے علاوہ مولانا محمد شریف جالندھری مرکز کی نمائندگی کررہے تھے۔ فیصل آباد سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود، مولانا فقیر محمد، حاجی بشیر احمد، رانا نصر اللہ خاں، جناب برکت داری نمائندہ نوائے وقت شریک ہوئے۔ چوہدری ظہور احمد، شیخ مقبول احمد، شیخ منظور احمد، سالار فیروز اور ریبوہ کارکن چنیوٹ سے تشریف لائے۔ چک جھمرہ سے سید ظفر علی شاہ کی قیادت میں ایک دستہ رضاکاروں اور کارکنوں کا پہنچ گیا تھا۔ گوجرہ کے احباب بھی شریک ہوئے۔ یہ سادہ اور پرخلوص تقریب ۲ گھنٹے جاری رہی۔ حضرت امیر شریعت کے پرانے رفیق کار مولانا عبد الرحمٰن میانوی اجتماعی دعا میں شریک نہ ہوسکے لیکن بعد میں انہوں نے بھی اس پلاٹ میں نماز پڑھی اور دعا کی۔ یہ ایمان پرور تقریب دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت مولانا تاج محمود صاحب پاؤں پر چوٹ کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے۔ کار سے نماز کی جگہ تک چوہدری ... احمد آپ کو کندھوں پر اٹھا کر لائے۔ اس حالت کو دیکھ کر ساتھیوں کو اسی دن یقین ہوگیا تھا کہ ان حضرات کے اس خلوص کے صدقے اللہ رب العزت اس جگہ کو ضرور آباد کریں گے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان حضرت قاضی صاحب، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر اور دوسرے ہزاروں

بزرگوں کی تمنا تھی کہ اللہ رب العزت اسی دار الکفر ربوہ میں مسلمانوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جشن ... کی سعادت سے بہرہ ور فرمائیں ۔ وہ حضرات گو آج اس تقریب میں موجود نہ تھے لیکن ان کی روحیں یقیناً شاداں ہوں گی کہ ان کے جانشین حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ان کے حدی خوان حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ ان کے ساتھی حضرت مولانا تاج محمود صاحب ، مولانا محمد شریف جالندھری ، مولانا محمد حیات ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی کے ہاتھوں ان کی دیرینہ خواہش و تمنا کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے ۔ اسی دن ہی عارضی مسجد اور حجرہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور نیت یہ تھی کہ اس عارضی مسجد کی شرعی حیثیت کیا اصلی کی ہوگی جتنی نقشہ کے مطابق رد و بدل کیا جائے گا ۔ اب اس جگہ کو آباد کرنے کا مسئلہ تھا چنانچہ گوجرانوالہ سے مولانا حافظ عبدالرزاق کا ربوہ تبادلہ کر دیا گیا ۔ جنہوں نے ... آپ نے یہاں کام کیا ۔ اس کے بعد مولانا عبدالحمید آزاد تشریف لائے ۔

مولانا عبدالحمید آزاد

موصوف ڈیرہ غازی خان کے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ حضرت امیر شریعت کے تربیت یافتہ ہیں ۔ ان کو فنافی الاحرار کا مقام حاصل ہے ۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مولانا تاج محمود ، حافظ حکیم عبدالمجید مرحوم نا بینا کے ہمراہ مہینوں کیمل پور جیل میں رہے ۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں آپ کے جاری کردہ ہفت روزہ خدام الدین کے سیل مینیجر رہے ہیں ۔ چنیوٹ میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو چوبیسویں ختم نبوت سالانہ کانفرنس تھی ۔ اس میں شرکت سے نہ نئے آئے ہوتے مولانا محمد شریف جالندھری نے ربوہ میں ڈیرہ لگانے کا حکم دے دیا ۔ آپ تیار ہو گئے ۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء سے ۲۰ جون ۱۹۷۷ء تک چھ ماہ قیام کیا ۔ دیانت داری کی بات ہے کہ اس قسم کے بے لوث جاں نثار کارکن بہت کم ملتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے ۔ ان کے بعد قاری اللہ وسایا انوری علی پور سے تشریف لائے جو تا حال اس مسجد کے انچارج ہیں ۔

مبارک باد کے خطوط

... جولائی کو حضرت مولانا خان محمد صاحب نے افتتاح کیا تھا ۔ ... جولائی کو اخبار میں خبر چھپی ۔ اہل اسلام کو جب اس کامیابی کا علم ہوا تو خطوط ، تاریں ، فون ، پیغامات کے ذریعہ مجلس کے نمائندوں سے بے پناہ محبت و شفقت کا منظر ہو گیا ۔ مسلمانوں کو کس قدر خوشی ہوئی اس کا بیان کرنا کم از کم میرے جیسے کم علم آدمی کے لئے مشکل ہے ۔

شکر گزار ہوں

اس عنوان سے مولانا محمد شریف جالندھری نے ۲۸ اگست ۱۹۷۷ء کو حسب ذیل بیان جاری کیا ۔ پچھلے ماہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ربوہ میں ۲ کنال زمین برائے مسجد و مدرسہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو الاٹ کر دی گئی ۔ مجلس کے نائب امیر حضرت پیر طریقت مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف نے عصر کی نماز اس پلاٹ پر پڑھائی جس میں سیکڑوں کارکنوں اور رہنماؤں نے شرکت کی ۔ وہاں پر عارضی مسجد کا بنا دیا گیا ہے تاکہ ابتدائی کام شروع ہو ۔ مستقل تعمیر حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ) امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد شروع کرنا ہے ۔ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کو قیامت تک یہ افسوس رہے گا کہ حضرت مرحوم کے ہاتھوں ربوہ میں مسجد کا سنگ بنیاد نہ رکھا جا سکا ۔ حضرت دامت برکاتہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ناساز ہو گئی اور ہم فوری طور پر سنگ بنیاد کی تقریب منعقد نہ کر سکے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت الامیر دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ) کو صحت کاملہ اور عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے (اے بسا آرزو کہ خاک شدہ) حقیقت یہ ہے کہ جو تحریک ختم نبوت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی الف سے شروع ہوئی تھی ۔ وہ حضرت بنوری کی یا پر تکمیل پذیر ہوئی ۔ حضرت کا وجود پوری امت مسلمہ کے لئے بالعموم اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے بالخصوص غنیمت ہے ۔ حضرت کے صحت یاب ہونے پر ہم وہاں سنگ بنیاد کی تقریب منعقد کریں گے جس میں ملک بھر کے جماعتی احباب کو مدعو کیا جائے گا ۔ اس کے بعد مستقل تعمیر شروع ہو جائے گی ۔ اس کامیابی پر ملک بھر کے جماعتی احباب اور بزرگوں نے بے پناہ جوش و خروش ، محبت و عقیدت خوشی و انبساط کا مظاہرہ کیا دعاؤں سے نوازا ۔ خطوط لکھے ، تاریں دیں ، فون کئے ، پیغامات ارسال کئے ۔ ایسا لا متناہی سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے ۔ ان میں سے بعض احباب کے خطوط مجلس کے ارگن ہفتہ وار لولاک میں بھی شائع ہوئے ۔ سینکڑوں خطوط کا جواب دینا میرے لئے مشکل امر ہے ۔ میں ملک بھر کے جماعتی احباب اور بزرگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی دعاؤں سے ہماری سرپرستی فرمائی ۔ لولاک کے ذریعہ تمام احباب سے فرداً فرداً جواب نہ دینے کی معذرت چاہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ، آقائے نامدار کی ختم نبوت کے صدقے ، شہدائے ختم نبوت کے خون کے طفیل ، حضرت انور شاہ کشمیری ، حضرت امیر شریعت ، حضرت قاضی صاحب ، حضرت مولانا جالندھری مرحوم ، مولانا لال حسین اختر ، اور دوسرے بزرگوں کی قربانیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کامیابی عنایت فرمائی ہے ۔ ہر وہ شخص مبارک باد کا مستحق ہے جس نے ختم نبوت کے لئے تھوڑا بہت کام کیا ہے ۔ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری ۔ حضرت اقدس مولانا خان محمد سجادہ نشین کی قیادت باسعادت ۔ مولانا تاج محمود ۔ مولانا محمد حیات ۔ مولانا عبدالرحمٰن میانوی ۔ مولانا عبدالرحیم اشعر ۔ مولانا غلام محمد ۔ سردار میر عالم خان لغاری کی رفاقت پا کر امت کے صدقے یہ مشن پایہ تکمیل کو پہنچا ہے ۔ ملک بھر کے مبلغین ختم نبوت اور کارکنان و بہی خواہان کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی جد و جہد کو تیز کریں تاکہ جلد از جلد منزل مقصود کو حاصل کریں ۔ والسلام ۔ دعاؤں کا محتاج ۔ محمد شریف جالندھری ۔

ربوہ میں پلاٹ میں حاصل کریں

فیصل آباد کے معروف سماجی رہنما مولانا فقیر محمد صاحب نے اس پلاٹ کے حصول کے لئے مولانا تاج محمود مولانا محمد شریف

جالندھری سے بھرپور تعاون کیا۔ ۹ جولائی ۱۹۷۶ء کے لولاک میں آپ کا ایک تفصیلی بیان شائع ہوا جس میں پنجاب بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ ربوہ میں پلاٹ حاصل کریں۔ چنانچہ جو احباب محکمہ ہاؤسنگ کی شرائط کے مطابق درخواست دینے کے مستحق تھے۔ انہوں نے پلاٹ حاصل کرنے کے لئے درخواستیں دیں۔ تاحال ان کی قرعہ اندازی نہیں ہوئی۔

ملکی وغیر ملکی معروف رہنماؤں کی ربوہ میں تشریف آوری

۱۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو کراچی مجلس ختم نبوت کے سربراہ سردار میر عالم خان لغاری، مولانا تاج محمود، حاجی محمد صدیق، چوہدری محمد صدیق فیصل آبادی تشریف لائے۔ ربوہ میں مجلس مشاورت ہوئی جس میں طے ہوا۔ کہ جامع مسجد کے اردگرد دارالعلوم ختم نبوت کی عمارت، مدرسین وعملہ کی رہائش گاہیں، لائبریری، دارالحدیث، دارالقرآن تعمیر کی جائیں گی۔ نقشہ میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ مسجد کا ایمان پرور نظارہ دریائے چناب کے پل پر سرگودھا، فیصل آباد سڑک پر سفر کرنے والے اہل اسلام کو دکھائی دے۔ اس جگہ کا معائنہ کرنے کے بعد وفد نے ریلوے مسجد محمدیہ کا معائنہ کیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو حضرت فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب ربوہ میں جامعہ مسجد ختم نبوت میں مستقلاً رہائش کے لئے تشریف لائے۔ آج سے نصف صدی قبل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے حکم پر آپ نے شعبہ تبلیغ کے انچارج کی حیثیت سے قادیان تشریف لے گئے تھے۔ جہاں احرار رہنما ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا عنایت اللہ اور دوسرے احباب کے ہمراہ امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا تھا۔ اب خود مولانا کے اصرار اور احباب کی تجویز پر مجلس نے فیصلہ کیا کہ آپ قادیان کی طرح ربوہ کے کام کی سرپرستی فرمائیں۔ جماعتی ضرورت کے مطابق آپ کو ملتان، کراچی، گوجرانوالہ، لاہور کے سفر بھی کرنے پڑے۔ مگر آپ کا صدر مقام ربوہ میں ہے۔ وعظ وتبلیغ، رشد وہدایت کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ اور علاقہ کے لوگ مولانا کے علم اور تجربہ سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

۲۴ اکتوبر کو مجلس تحفظ ختم نبوت، ابوظہبی عرب امارات کے جنرل سیکرٹری جناب محمد رفیق صابری ربوہ میں تشریف لائے۔ مولانا محمد شریف جالندھری اور راقم الحروف آپ کے ہمراہ تھے۔ ربوہ میں مولانا محمد حیات، مولانا خدا بخش، شیخ منظور احمد، قاری شبیر احمد، مولانا عبد الرزاق رحیمی اور دوسرے احباب نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ مولانا محمد حیات نے مسجد کے حجرہ میں جناب صابری کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ سادہ مگر پرخلوص تقریب قابل دید تھی۔ مولانا محمد حیات نے ربوہ میں کام کی تفصیل سے صابری صاحب کو باخبر کیا۔ صابری صاحب نے ابوظہبی کی طرف سے کامل تعاون کا یقین دلایا۔ ظہر کی اذان صابری صاحب نے کہی۔ مولانا عبد الرزاق نے امامت کرائی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے ایمان پرور دعا کرائی۔ صابری صاحب ریلوے مسجد کے معائنہ کے بعد فیصل آباد اور ملتان کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو حسن عامر آرکی ٹیکٹس اینڈ کمپنی کراچی کے سربراہ کرنل حسین صاحب کراچی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ فیصل آباد تشریف لائے۔ مولانا محمد شریف جالندھری، سردار میر عالم خان لغاری، مولانا تاج محمود، حاجی نذر حسن کے ہمراہ ربوہ تشریف لے گئے۔ موصوف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ہے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے خاص معتقدین میں سے ہیں۔ ملتان کے عالمی تبلیغی مرکز کا نقشہ انہوں نے بنایا ہے۔

ربوہ میں سنگ بنیاد کی تقریب کا التواء

ربوہ میں جامع مسجد ختم نبوت کے سنگ بنیاد کے لئے پروگرام بنتا رہا۔ بھٹو گورنمنٹ کی مہربانی سے اجازت نہ ملنے کے باعث ملتوی ہوتا رہا۔ بالآخر طے پایا کہ ۹ جنوری ۱۹۷۷ء کو سنگ بنیاد رکھنے کے انتظامات کئے جائیں۔ ابتدائی انتظامات کر لئے گئے۔ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۷۶ء کی چنیوٹ کانفرنس میں اس کا اعلان کر دیا گیا۔ اب بھی بھٹو گورنمنٹ مانع آئی اور یہ پروگرام بھی بالآخر طوعاً وکرہاً ملتوی کر دیا گیا۔

اس کے بعد فروری ۱۹۷۷ء میں طے پایا کہ پلاٹ کی چار دیواری کر لی جائے۔ تاکہ چار دیواری کے اندر شاید اجلاس منعقد کرنے کی منظوری مل جائے۔ فیصل آباد کے معروف سماجی رہنما ٹھیکیدار الحاج نذر حسن نے جا کر چار دیواری کے نشانات دیئے۔ ہدایات دیں۔ کام شروع ہوا۔ چار دیواری مکمل ہوئی۔ پلاٹ کے جنوب مشرق کونہ میں ٹیوب ویل لگایا گیا۔ جنوب مغرب کے کونہ میں دو عالی شان کمرے تعمیر کر دیئے گئے۔ بجلی مل گئی۔ ٹیلیفون مل گیا جس کا نمبر ۴۶۶ ہے۔ مگر بھٹو گورنمنٹ نے پھر بھی اجازت نہ دی۔ اس طرح شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کے ہاتھوں اس پلاٹ میں جامع مسجد کا سنگ بنیاد نہ رکھا جا سکا۔ مرحوم اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے۔ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے ساتھیوں کو قیامت تک اس بات کا دکھ رہے گا کہ حضرت موصوف اپنے پودے کو ربوہ میں پھلتے پھولتے نہ دیکھ سکے۔ اب حضرت مولانا تاج محمود صاحب اس کا نقشہ بنوا رہے ہیں۔ انتظامات مکمل ہونے پر مجلس کے امیر مرکزیہ حضرت پیر طریقت مولانا خان محمد صاحب نقشبندی، مجددی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ اس کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت بنوری کے ہاتھوں لگائے اس پودے کو دن دگنی رات چوگنی برکت نصیب فرمائے اور پوری امت کو آپ کے نقش قدم پر چل کر تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا ربوہ کے متعلق مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت ملت اسلامیہ پر واضح ہو چکی ہے۔ کہ یہ دین اسلام کا بنیادی ستون ہے اور اس کی حفاظت دین کی

اہم ترین خدمت ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں مجلس تحفظ ختم نبوۃ مرکزی کی قیادت میں جس انداز سے تحریک چلائی گئی تھی اسے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مثمر فرمایا۔ وہ ظاہر ہے لیکن اب ضرورت ہے کہ یہ بنیادیں پختہ کی جائیں اور مزید بقیہ امور کی تکمیل کی جائے۔

ربوہ جو قادیانیت کا عظیم مرکز تھا۔ وہاں مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ۹ کنال زمین برائے تعمیر مسجد و مدرسہ دی گئی ہے اس لئے مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ جلد سے جلد اس کی تکمیل میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

ابتدائی مراحل طے کرنے کے لئے کچھ رقم بھی آگئی ہے اور کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ جب کہ نماز جمعہ اور وعظ و تبلیغ کا کام تقریباً دو سال سے شروع ہو چکا ہے۔ مجھے حق تعالیٰ سے امید ہے کہ احباب توجہ فرمائیں گے اور ان کے ہاتھوں اس بنیادی کار خیر کی تکمیل ہو جائے گی۔ یعنی تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے اور صالحین کے ہاتھوں سے اور مخلصین کی کوشش سے اس کی تکمیل ہو جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

(مولانا سید) محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ)

بحوالہ لولاک فیصل آباد ۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء مطابق ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

سید امین گیلانی

دستِ قضا نے اسے ہم سے جُدا کر دیا

خضرِ رہِ دینِ حق، قافلہ سالارِ ما! شب کے اندھیروں میں جو، نور کا مینار تھا
دستِ قضا نے اُسے ہم سے جُدا کر دیا

آہ وہ مردِ فقیر آہ وہ روشن ضمیر آہ وہ حق کا سفیر، پیکرِ صدق و صفا
دستِ قضا نے اُسے ہم سے جُدا کر دیا

علم و عمل کا نشاں، عزم و وفا کی چٹاں خلق و مروت کی شاں، پاک دل و پارسا
دستِ قضا نے اُسے ہم سے جُدا کر دیا

آہ وہ یوسف جمال آپ تھا اپنی مثال صاحبِ صدقِ مقال، صاحبِ فکرِ رسا
دستِ قضا نے اُسے ہم سے جُدا کر دیا

اک دُرِ نایاب اپنے ہاتھ سے جاتا رہا کس سے شکایت کریں، یہ تھی خدا کی رضا
دستِ قضا نے اُسے ہم سے جُدا کر دیا

حریمِ نبوّت کا پاسبان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

آج کا دن پاکستان کی ملی و دینی تاریخ میں ایک المناک سانحہ اور جانگداز المیہ کی حیثیت سے یادگار رہے گا۔ آج اقلیمِ علم کا تاجدار، مسندِ ولایت کا صدر نشین، گلشنِ دین کا باغبان، حریمِ نبوت کا پاسبان، ولی اللّٰہی سلسلہ کا امین، قاسمی حکمت کا رازدان، انوری علوم و معارف کا وارث، علم و معرفت کا بحرِ مواج، اسرار کا نکتہ رس، شجرۂ سیادت کا گلِ سرسبد، سیدِ ذکریا کا لختِ جگر، شیخ آدم بنوری کی آنکھ کا تارا، حسینی خانوادہ کا چشم و چراغ، دو دمانِ نبوت کا چاند اور سیادت و قیادت کا آفتاب دُنیا کے افق سے غائب ہوگیا۔ ہمارے شیخ السید الامام محمد یوسف البنوری الحسینی رحلت فرماگئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

موت کوئی اچنبھا چیز نہیں کہ اس پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا جائے۔ یہ سنّتِ بنی آدم ہے، یہاں کا آنا ہی جانے کی تمہید ہے یہاں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا۔ سرائے عالم کا ہر مسافر منزلِ عدم کا راہ نورد ہے۔

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی، نہ عالم نہ جاہل، نہ نیک نہ بد، نہ مومن نہ کافر، نہ شاہ، نہ گدا، اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سبھی کو جانا ہے۔ لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقش ہائے راہ سے ڈھونڈتی ہے، قومیں اُن کے نور سے روشنی پاتی ہیں، انسانیت ان سے غازۂ حسن مستعار لیتی ہے۔ شرافت ان پر ناز کرتی ہے۔ محبوبیت انہیں دیکھ دیکھ کر اپنے کاکل و گیسو سنوارتی ہے۔ ایوانِ علم ان کے بہار آفریں وجود سے گل دلالہ بن جاتا ہے۔ مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں مگر مخلوقِ خدا پر ضو فشانی کرتے ہیں، بے کس و درماندہ افراد ان کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں، وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوقِ خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں، خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں۔ خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت و سکون عطا کرتے ہیں۔ ان کے آئینۂ رُخِ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے ان کی دید، دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے ان کی محفل سکینتِ جنت کا نمونہ پیش کرتی ہے وہ خاموش ہوں تو ہیبت و وقار پرا باندھے پہرہ دیتے ہیں، بات کریں تو موتی رولتے ہیں، مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں۔ ناز کریں تو آسمان سے صدائے لبیک آتی ہے، گڑگڑائیں تو عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔ دنیا سے بھی جاتے ہیں، مگر اس شان سے جاتے ہیں کہ ہر چہار سُو صفِ ماتم بچھ جاتی ہے۔ آسمان و زمین نوحہ کرتے ہیں۔ انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے، زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا ہے اور قصرِ ملت میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ ہمارے شیخ رہ چلے گئے لیکن آہ! ملت کا صبر و سکون بھی ساتھ لے گئے۔ آج کون اشکبار نہیں۔؟ کون دل فگار نہیں۔؟ مدرسہ میں کہرام کہ اس کے محبوب بانی چپکے سے چلے گئے۔ دارالحدیث کے در و دیوار پکار رہے ہیں کہ شیخ بنوری کے لحن میں قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی جو سحر آفریں آواز آتی تھی، بند ہو گئی۔ "مجلس تحفظِ ختم نبوت" اپنی یتیمی پر نوحہ کناں ہے کہ اس کے امیرِ قافلہ سالار بچھڑ گئے۔ مدارس عربیہ کی تنظیم "وفاق المدارس" میں گھر گھر ماتم ہے کہ اس کے بانی و صدر رخصت ہو گئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل پر سکوتِ مرگ طاری ہے کہ اس کی رُوحِ رواں نکل گئی۔ اہلِ قلوب مضطرب ہیں کہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

اہلِ نظر تصویرِ حیرت ہیں کہ متاعِ دین و دانش لٹ گئی، علماء مبہوت ہیں کہ علم و فقاہت کی بساط اُلٹ گئی۔ دانشوروں کو غم ہے کہ فضیلت و سیادت کی مسند خالی ہو گئی۔ اہلِ حق رازیہ ہیں کہ ان کی ڈھال چھن گئی۔ یتیموں اور بے کسوں کو صدمہ ہے کہ ان کا شفیق و مربی اٹھ گیا۔ عالمِ اسلام مغموم ہے کہ ملت ایک دیدہ ور راہنما سے محروم ہو گئی۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہو سکتا ہے نہ اُن کے لئے مناسب الفاظ و تعبیرات مل سکتی ہیں، عام لوگ انہیں اخباری اصطلاح میں بس ایک "ممتاز عالمِ دین" اور "عظیم راہنمائے ملت" کی حیثیت سے جانتے تھے۔ عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت و بلاغت اور وسعتِ معلومات کا لوہا مانتی تھی۔ اہلِ علم ان کے فضل و کمال، ان کے تدین و تقویٰ، ان کے اخلاص و عزیمت اور ان کی شہامت و نجابت کے معترف تھے۔ حکام ان کی حمیت و غیرت، ان کی جرأت و استقامت اور ان کی حق گوئی و بے باکی سے خائف تھے۔ اہلِ زیغ، ملاحدہ و زنادقہ ان کی ضربِ یداللّٰہی سے لرزاں تھے۔ طلبہ ان کے حدیثی و تفسیری، فقہی و کلامی معارف و افادات پر سر دھنتے تھے۔ احباب ان کے حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت، حسنِ مباحث، حُسنِ معاشرت، حُسنِ تکلم، حُسنِ تبسم پر گرویدہ تھے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر "بسیار شیوہ ہا" رکھتی تھی۔ ان کی ایک ایک جنبش لب بجلیاں گراتی تھی۔ ان کا ایک ایک نقش پا جادۂ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، حسن کا مسودہ تھے، حاتمی و لیسم تھے، ذکی و لبیب تھے، عابد و زاہد تھے، متقی و پرہیزگار تھے، جری و بہادر تھے، ... فیاض اور سخی تھے۔ انہیں جو کچھ ملا تھا، موہبت خداوندی سے ملا تھا اور ان کے تنہا وجود میں اس قدر فرق اعمال اوصاف و کمالات جمع کر دیئے تھے کہ ایک پوری جماعت پر تقسیم کئے جائیں تو سب کے سب مالا مال ہو جائیں۔

حضرت شیخ رہ کو حق تعالیٰ نے محبوبیت کا بلند ترین مقام عطا فرمایا تھا اور صحیح بخاری شریف کی حدیث "ثم یوضع لہ القبول فی الارض" کے مطابق ان کی یہ محبوبیت عطیۂ آسمانی تھا۔ وہ ہر محفل میں "چہرۂ محفل" ہوتے، خواہ یہ محفل بادشاہوں کی ہوتی یا صدیقوں کی، علماء کی یا دانشوروں کی، عربوں کی یا عجمیوں کی، اصحاب کی یا اہالی کی، وہ سب پر بھاری نظر آئے۔

انہیں بڑے قد آور بادشاہوں اور سربراہان مملکت سے لے کر ادنیٰ لوگوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک سے باتیں کرتا دیکھا، مگر ان کی صورت و شوکت، ان کی زیبائی اور رعنائی، ان کے حسن و جمال، ان کے جاہ و جلال، ان کے علم و وقار کا رنگ ہر جگہ یکساں نظر آیا۔ ان کی محبوبیت ہر جگہ نمایاں جھلکتی نظر آتی۔

انہیں اپنے اللہ پر بڑا اعتماد تھا، بڑا ناز تھا، یقین و توکل ایسا تھا گویا وہ لوح محفوظ سے ابھی ابھی پروانہ لے کر آئے ہیں۔ انہیں اسباب و وسائل کی پروا نہیں تھی، وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے اور خدا کے بھروسے پر کرتے تھے۔ حضرت قدس سرہ کا یہ فقرہ آج بھی بہت سے لوگوں کے کانوں میں گونج رہا ہوگا۔ کہ "زمین و آسمان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اگر ہم اخلاص کے ساتھ اس کے دین کا کام کریں تو اس کے خزانوں میں کیا کمی ہے۔"

وہ جس کام کا ارادہ کرتے اس کے لئے استخارے کرتے، دعائیں کرتے، غلاف کعبہ پکڑ کر گڑگڑاتے، روضۂ رسول ﷺ کی جالیوں کے سامنے حق تعالیٰ سے التجائیں کرتے، اہل قلوب سے دعائیں کراتے، معاونین مخلصین سے مشورے کرتے، ان دعاؤں اور استخاروں کا سلسلہ بسا اوقات مہینوں تک چلتا، اور جب پوری طرح اطمینان ہو جاتا کہ اس میں نفسانی خواہش کا کوئی شائبہ نہیں تو توکل برخدا اسے شروع کر دیتے، اور پھر نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتے۔ چنانچہ "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" کا قیام اسی نہج پر ہوا اور اس راستے میں جو مشکلات پیش آئیں، جو مجاہدے کئے اور صبر و عزیمت سے ناموافق حالات کا جس طرح مردانہ وار مقابلہ کیا وہ ایک مستقل باب ہے۔

آج بحمداللہ یہ مدرسہ حضرت کے اخلاص کی برکت سے "اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء" کا منظر پیش کر رہا ہے۔ مدرسہ کے بجائے یونیورسٹی بن چکا ہے۔ لیکن حضرت رہ نے نہ اس کا کبھی کوئی اشتہار دیا، نہ کوئی سفیر بھیجا، نہ کبھی اپنے طرز عمل سے یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اس مدرسہ کے بانی، شیخ الحدیث یا بڑے مولانا ہیں۔ بار بار فرمایا کرتے تھے۔ یہاں کوئی حضرت نہیں، نہ کوئی بڑا چھوٹا ہے، ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کے خادم ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جمع ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مل کر کام کرنا ہے۔ اگر اخلاص ہو تو مدرسہ کی درسگاہیں صاف کرنے والا چپڑاسی اور بخاری پڑھانے والا برابر ہے۔

حضرت قدس سرہ کو نمود و نمائش اور طلب شہرت سے طبعاً نفرت تھی، مال و جاہ کے مریض کا ان کے ساتھ جوڑ نہیں بیٹھتا تھا۔ وہ جماعتوں کی صدارتوں اور امارتوں کے عہدوں سے بہت بلند و بالا تھے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عہدہ بھی ان کے شرف و مجد میں اضافہ نہیں کرتا تھا، بلکہ خود ان عہدوں کا آپ کے وجود سے مشرف ہونا ان کے لئے باعث صد افتخار تھا، وہ کسی جگہ کے خواستگار نہیں، بلکہ عہدے ان کے متلاشی تھے۔ ۱۹۷۴ء میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی امارت کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا، جاننے والے جانتے ہیں کہ کتنی منتوں، سماجتوں، کتنے استخاروں، دعاؤں اور مشوروں کے بعد آپ نے یہ منصب قبول فرمایا۔ ابھی "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی امارت قبول کئے آپ کو چند مہینے نہیں گزرے تھے کہ ربوہ اسٹیشن کا سانحہ پیش آیا جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک چلی اور اس نے غیر معمولی شکل اختیار کر لی اس کی قیادت کے لئے تمام جماعتوں پر مشتمل "مجلس عمل ختم نبوت" تشکیل پائی تو بالاصرار اس کی صدارت کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا۔

حضرت قدس سرہ نے اس تحریک کے دوران جس تدبر و فراست، جس اخلاص و للہیت، جس صبر و استقامت اور جس ایثار و قربانی سے قیادت کے فرائض انجام دئیے وہ ہماری تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ ان دنوں حضرت رہ پر سوز و گداز کی جو کیفیت طاری رہتی تھی، وہ الفاظ کے جامۂ تنگ میں نہیں سما سکتی۔ تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت رہ نے کراچی سے ملتان، لاہور، پنڈی، پشاور تک کا کیا اس کی یاد کبھی نہیں بھولے گی۔ کراچی سے رخصت ہوئے تو حضرت رہ پر بے حد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی حسن صاحب سے فرما رہے تھے: "مفتی صاحب! دعا کیجئے! حق تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ میں کفن ساتھ لئے جا رہا ہوں مسئلہ حل ہو گیا تو الحمدللہ، ورنہ شاید بنوری زندہ واپس نہیں آئے گا۔" حق تعالیٰ نے آپ کے سوز دل کی لاج رکھی۔ اور ____________ قادیانی ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر جدا کر دیا۔

حضرت رہ کے اخلاص و للہیت، بے لوثی و بے غرضی اور بے نفسی و فروتنی کا ثمرہ تھا کہ یہ بے تاج بادشاہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو جتنا مٹایا حق تعالیٰ نے اتنا ہی اٹھایا، جس قدر اپنی پستی و فروتنی کا اقرار کیا حق تعالیٰ نے اسی قدر رفعتوں اور بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ سچ ہے: من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ فوق العادت اخلاص و تواضع کے ساتھ ساتھ آپ کی خودداری و استغنا کی شان بھی نرالی تھی۔ جن دنوں ٹنڈو اللہ یار کے مدرسہ سے تعلق منقطع کر چکے تھے اور ابھی تک آئندہ کا لائحہ عمل تجویز نہیں ہوا تھا۔ یہ دور آپ کی بے کسی اور کسمپرسی کا کربناک دور تھا۔ انہی دنوں کراچی میں ایک صاحب نے (جو اب مرحوم ہو چکے ہیں) آپ سے فرمائش کی ایک مدرسہ بنائیے، اپنے ساتھ ایک استاذ اور رکھ لیجئے۔ آپ دونوں صاحبوں کی سال بھر کی تنخواہ کی رقم میں آپ کے نام پر بینک میں جمع کرا دیتا ہوں۔ حضرت رہ نے فرمایا: "سال کے بعد کیا ہوگا؟" بولے ایک سال تک چندہ آنے لگے گا۔ اور مدرسہ چل نکلے گا۔ آپ نے فرمایا: "شکریہ! میں ایسا مدرسہ نہیں بنانا چاہتا جس کی مخلوق کے بھروسے پر رکھی گئی ہو، جب مدرسہ بنے گا تو آپ کا بھی جی چاہے تو چندہ دیجئے، پیشگی رقم جمع کرا کے مدرسہ شروع کرنا مجھے گوارا نہیں۔"

——— ایک صاحب نے کئی ہزار روپیہ حضرت کو زکوٰۃ کی مد میں پیش کرنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ تو ہم صرف مستحق طلبہ پر خرچ کرتے ہیں۔ مدرسہ کے دیگر اخراجات میں زکوٰۃ صرف نہیں ہوتی۔ اس کے لئے عطیات کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ طلباء کی ضرورت کے بقدر رقم جمع ہو چکی ہے، اس لئے اگر دینا ہے تو زکوٰۃ نہ دیجئے عطیہ دیجئے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ اس کی تو گنجائش نہیں۔ فرمایا پھر زکوٰۃ کی ہمیں ضرورت نہیں، یہ روپیہ آئندہ سال طلبہ کے کام آجائے گا۔ فرمایا، آئندہ سال آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خرچ بھی بھیج دیں گے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک بالکل آخری مرحلہ میں تھی، بھٹو حکومت کے ایک رکن نے حضرت قدس سرہٗ کو پیغام بھجوایا کہ "قائد عوام" آپ سے ملنا چاہتے ہیں جواب دیا۔ "۷ ستمبر کے بعد ملیں گے۔"

جود و کرم اور سخاوت و فیاضی تو سلالۂ نبوت کا خاندانی طغرائے امتیاز ہے۔ ہمارے شیخ قدس سرہٗ کی فیاضی دیکھ کر فرزدق کا وہ شعر یاد آتا تھا جو آپ کے جدامجد سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اس کے مشہور قصیدے میں ہے۔

ماقال لا قط الا فی تشہدہٖ   لولا التشہد لکانت لاءہ نعم

آپ کے ایک نیاز مند حج پر جا رہے تھے، حضرت نے تنہائی میں بلا کر انہیں بہت سی نصیحتیں فرمائیں، کچھ مسائل سمجھائے، اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا "وہاں خرچ میں تنگی نہ کرنا، میں وہاں بہت امیر ہوتا ہوں، جتنی رقم کی ضرورت ہو بلا تکلف مجھ سے لے لینا۔"

میرے ایک محترم دوست کراچی تشریف لائے، میں نے آنے کا سبب پوچھا تو بتایا کہ مدرسہ کے لئے کچھ زمین خریدی تھی۔ اُسکا کچھ قرض ہو گیا ہے یہاں کچھ احباب سے ملیں گے میں نے نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد ہی میں حضرت رحمہ اللہ سے اُن کا تعارف کرایا، کراچی آنے کی وجہ دریافت کی۔ تو میں نے بلا تکلف ان کا قصہ دہرایا، بے ساختہ فرمایا کہ ایک ہزار روپیہ ہم دے دیں گے۔ اگلے دن صبح مجھے بلایا اور ہزار روپے میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا، "رسید کی ضرورت نہیں ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔" تصوف و سلوک اور مجاہدہ و ریاضت کا کوچہ حضرت شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ کی اولاد کے لئے اجنبی نہیں، اس راستے میں بادیہ پیمائی و آبلہ پائی اس خانوادہ موروثی پیشہ رہا ہے اور پھر ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ تو

ع "کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی"

کا مصداق تھے۔ آپ نے عنفوان شباب میں اپنے وطن میں سلسلہ مجددیہ کے ایک شیخ سے تعلق ارادت قائم کیا اور مجاہدہ و مراقبہ کی منزلیں اس سرعت سے طے کیں کہ بہت جلد لطائف جاری ہو گئے۔ اور آپ کی ہر رگ و پے سے ذکر کی آواز آنے لگی۔ پھر جب پہلے حج پر تشریف لے گئے تو حضرت مولانا شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی قدس سرہٗ (خلیفہ مجاز قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت کی، اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام مولانا سید احمد مدنی سے بھی مدت تک مستفید ہوئے اور حکیم الامت رحمہ اللہ نے آپ کو "مجازین صحبت" میں شامل فرمایا۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ سے غایت درجہ کی عقیدت و ارادت تھی، اور ان کے بے حد مداح تھے۔ ہمارے ملک پر جو آفات و بلیات کا نزول متواتر ہو رہا ہے اس کا باطنی سبب حضرت کے نزدیک یہ تھا کہ لوگوں نے حضرت قدس سرہٗ کی بڑی توہین کی ہے اور انہیں ایذائیں پہنچائیں ہیں، جب تک اس جرم سے توبہ نہ کی جائے اور اسکی معافی بارگاہِ قدس سے نہ مل جائے تب تک اصلاح احوال کی صورت نہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی تعمیر شخصیت میں سب سے بڑا حصہ ان کے شیخ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا تھا، حضرت کشمیری نے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔ بہت سے بزرگوں کو شرف تلمذ حاصل تھا، بعض حضرات نے ان سے پانچ پانچ بخاری کا درس لیا لیکن جس نے شیخ انور رحمہ اللہ کے علوم وافادات ہی کو نہیں، ان کی پوری شخصیت کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ وہ صرف حضرت بنوری قدس سرہٗ کی ذات گرامی تھی، حضرت رحمہ اللہ کو اپنے شیخ امام العصر سے صرف عقیدت نہیں تھی بلکہ عشق تھا اور عشق جس کا جوش پیرانہ سالی میں بھی جوان رہا۔ بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی عشق نے ان کے قلم زیب رقم سے "نفحۃ العنبر" ایسی علمی و ادبی کتاب لکھوائی ہے نہ صرف علمائے ہند (حضرت مفتی کفایت اللہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ایسے اکابر) نے خراج تحسین پیش کیا۔ بلکہ علمائے عرب نے بھی اس کی ادبیت اور فصاحت و بلاغت کے سامنے سر نیاز خم کیا۔ اور اس کی عربیت کو جاحظ کی زبان کے ہم رنگ قرار دیا ہے، ایک چوٹی کے عالم نے آپ کو لکھا تھا۔ یا شیخ قرأت کتابک، فسجدت لبیانک۔

حضرت قدس سرہٗ اس سلسلہ میں ایک عجیب لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ مصر کے ایک بہت بڑے عالم نے (جو اس وقت تک حضرت رحمہ اللہ سے بالمشافہ متعارف نہیں تھے) خود آپ کے سامنے اس رائے کا اظہار کیا کہ اُن کے خیال میں سرزمین ہند میں انور شاہ رحمہ اللہ سے بڑا عالم پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ کہ وہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے ان کے اس فیصلے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ انور شاہ رحمہ اللہ کی سوانح "نفحۃ العنبر" کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "یہ تو آپ کا یک طرفہ فیصلہ ہوا جس قلم نے شیخ انور شاہ رحمہ اللہ کی سوانح لکھی ہے۔ اگر اسی نے شاہ عبد العزیز کی سوانح بھی لکھی ہوتی اور آپ نے دونوں کے مطالعہ کے بعد ان دونوں شخصیتوں کا موازنہ کر کے یہ فیصلہ کیا ہوتا تب آپ کا فیصلہ محققانہ کہلاتا، مگر افسوس ہے کہ جس قلم نے انور شاہ رحمہ اللہ کی سوانح لکھی اُس نے شاہ عبد العزیز کی سوانح نہیں لکھی۔" اس کے بعد فرمایا:

یا شیخ! انک مری من تفاوض؟ انت تفاوض صاحب النفحۃ۔ "جناب کو معلوم ہے کہ آپ کس سے گفتگو کر رہے ہیں، آپ کا مخاطب خود "نفحۃ العنبر" کا مصنف ہے۔"

یہ سننا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے اور آپ کے سحر آفریں قلم سے بڑھ کر آپ کی نکتہ رسی، مرتبہ شناسی اور حاضر جوابی کی داد دینے لگے۔

حضرت قدس سرہٗ کی محفل میں آپ کے شیخ امام العصر نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر چھڑ جاتا (اور اس کے لئے معمولی تقریب یا مناسبت کافی ہوتی تھی) تو حضرتؒ پر ایک وجد اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور حضرت شاہ صاحبؒ کے کمالات اور ان کے اوصاف و اخلاق کا گھنٹوں تذکرہ کرتے، شیخ کے ارشادات من و عن انہی کے لب و لہجہ میں نقل کر کے فرماتے۔ واللہ ھذا لفظہٗ۔ واللہ ھذا لفظہٗ۔

قیس عامری کے بارے میں جو عارف رومیؒ نے فرمایا ہے:۔

گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم! خاطر خود را تسلی می دہم!

"مشق اسم لیلیٰ" سے مجنوں کے دل کی تسلی واقعۃً ہوتی تھی یا نہیں! لیکن ہم نے دیکھا کہ انور شاہؒ کے تذکار سے حضرت بنوریؒ کے سوز جگر میں اور اضافہ ہو جاتا، آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل پڑتے، چہرہ انور پر بے خودی و بے کلی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور بے اختیار فرماتے، واللہ لم یر مثلہٗ ولم یر ھو مثل نفسہٖ اور کبھی فرماتے، واللہ کان وکان (اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تذکرہ شروع ہو جاتا، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے ام المومنین خدیجۃ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: یا عائشۃ! واللہ کانت وکانت۔ اس پر حضرتؒ فرماتے: "کیسا غضب کا فقرہ ہے")

حضرت شاہ صاحبؒ کے دیکھنے اور ملنے والوں میں کوئی مل جاتا تو اس سے سب سے پہلی فرمائش یہی ہوتی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی کچھ باتیں سنایئے۔ فرماتے تھے ایک بار خطیب العصر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ڈابھیل تشریف لائے، میں نے ان سے فرمائش کی کچھ شاہ صاحبؒ کا تذکرہ ہو جائے انہوں نے اپنے مخصوص خطیبانہ انداز میں فرمایا۔ "بھائی یوسف! کیا پوچھتے ہو، صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا، پیچھے رہ گئے" میں نے کہا صدقت یا عطاء اللہ!

ایک بار لاہور تشریف لے گئے تو مولانا عبید اللہ انور سے دریافت فرماتے لگے، حضرت لاہوریؒ سے حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں کیا سنا؟ اسی عشق و محبت اور اسی ربط و تعلق نے آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و انفاس کا وارث اور ان کا صحیح جانشین بنا دیا تھا، حضرت شاہ صاحب کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا آپ کے لوح قلب پر کندہ تھی۔ ۴۵ برس پہلے کے واقعات اور حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات اس طرح سنایا کرتے تھے گویا ابھی ابھی شاہ صاحبؒ مجلس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ استاذ و شاگرد کے تعلق کی بہت سی داستانیں لوگوں نے سنی ہوں گی۔ لیکن حضرت شیخؒ کو جو تعلق اپنے شیخ امام العصرؒ سے تھا۔ اس کی مثال نہ دیکھی، نہ سنی۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو دیکھ کر یہ یقین مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ سیدنا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار شاگردوں (صحابہ کرامؓ) نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو، آپؐ کی اداؤں کو اور آپؐ کے لب و لہجہ کو کس طرح یاد رکھا ہو گا، اور پھر کس طرح من و عن امت تک پہنچایا ہو گا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا تذکرہ کچھ ایسے انداز میں فرماتے کہ گویا ان کے نزدیک دنیا میں بس ایک ہی عالم پیدا ہوا ہے انور شاہؒ کہتے ہیں۔ مگر اس عشق و تعلق اور فرط عقیدت کے باوجود حضرت قدس سرہٗ یہاں فرق مراتب پوری طرح ملحوظ رہتا تھا۔ حضرت سے کئی بار سنا کہ "حضرت شیخ الہندؒ کے مقام پر نظر کرتا ہوں تو انور شاہؒ صفر نظر آتے ہیں اور جب حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مقام پر نظر کرتا ہوں تو حضرت شیخ الہندؒ صفر نظر آتے ہیں۔" (قدس اللہ اسرارہم)

اس ارشاد سے نہ صرف حضرتؒ کی مرتبہ شناسی کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرات متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کے علوم کی کیا حقیقت ہے۔؟ اس میں کیا شک ہے کہ علم کا یہ بحر محیط جسے بنوری کہا جاتا ہے اپنے شیخ کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بعد کی علمی دنیا سید بنوریؒ کے مقابلے میں صفر نظر آئے گی۔ الا ماشاء اللہ، اور یہ وہی حقیقت ہے جسے صحیح بخاری شریف کی حدیث ۔۔ ولکن یقبضہ بقبض العلماء میں بیان فرمایا گیا ہے۔

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے بعد سے حضرت قدس سرہٗ نے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی، اور بار بار فرماتے تھے کہ "میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا مشن پورا ہو چکا ہے۔ اب مجھے جانا چاہیے" درمیان میں کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ حضرت کی یہ آرزو جلدی پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی، فرمایا کرتے تھے "ہمارا خیال تھا کہ بس اب ہم جائیں گے۔ لیکن شاید اللہ تعالیٰ کوئی اور خدمت لینا چاہتے ہیں" گذشتہ سال ربیع الثانی کے اواخر میں مدرسہ کے بارے میں وصیت نامہ تحریر فرما کر اساتذہ سے اس پر دستخط لیے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "مدرسہ کا انتظام و انصرام جس شخص کے سپرد ہو اس میں فلاں فلاں اوصاف و شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور موجودہ حالات میں مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب سے بہتر اور کوئی نظر نہیں آیا۔ اس لئے استخارہ و مشورہ کے بعد توکلاً علی اللہ اس خدمت کے لئے موصوف کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ میری غیر موجودگی میں حیاً یا میتاً میرے تمام تصرفات و اختیارات ان کو حاصل ہوں گے۔

گذشتہ رجب میں حضرت قدس سرہٗ کے صاحبزادے میاں محمد بنوری سلمہٗ کی شادی کی تقریب پر فیصل آباد سے مولانا تاج محمود اور ملتان سے محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت تشریف لائے۔ حضرت نے ان سے فرمایا "میں شوال تک تمہارا امیر ہوں، اس کے بعد امیر کسی اور کو بنا لینا"

"بینات" کے "بصائر و عبر" کے لئے حضرت رحمۃ اللہ کو زحمت دی جاتی تھی اور ہجوم مشاغل کی بنا پر حضرتؒ کو اس کے لئے وقت نکالنا مشکل ہوتا تھا اس صبر آزما انتظار میں بینات میں تاخیر ہو جاتی۔ آخری "بصائر و عبر" (جو گذشتہ ماہ شائع ہوئے) کے لئے کئی دن سے تقاضا تھا، بدھ (۲۷ شوال، ۱۲ اکتوبر) کی صبح کو نماز فجر کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت کل اسلام آباد تشریف لے جا رہے ہیں، ادھر پرچہ پہلے ہی کافی مؤخر ہو چکا ہے۔ اگر چند سطریں تحریر فرما دی جائیں تو پرچہ پریس بھیج دیا جائے۔ فرمایا "بہت اچھا" چنانچہ نماز عصر کے بعد "بصائر و عبر" کا مسودہ راقم الحروف کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: بس اب آپ خود ہی لکھ لیا کریں۔" آہ! مجھے خیال تک نہیں تھا کہ یہ ارشاد بینات کے حق میں آخری وصیت ہے اور آئندہ "بس آپ خود ہی لکھ لیا کریں" پر عمل کرنا ہوگا۔

جمعرات (۲۸ شوال، ۱۳ اکتوبر) کو صبح ۷ بجے کی پرواز سے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ دو دن اجلاس میں ۸-۸ گھنٹے تک مصروف رہے، ہفتہ (یکم ذیقعدہ، ۱۵ اکتوبر) کی صبح کو ۷ بجے دل کی تکلیف ہوئی مگر اسے معمولی سمجھ کر کچھ زیادہ خیال نہ کیا۔ ۲ بجے دل کا شدید دورہ پڑا، اور ضعف و نقاہت سے نیم جان ہو گئے۔ کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں لے جایا گیا۔ دو دن امید و بیم کی کیفیت رہی، دوشنبہ کی رات کے وقت طبیعت اچھی نظر آ رہی تھی، غالباً رات میں کسی وقت پھر سلسلہ ہوا، سنا گیا ہے کہ رات کے تین بجے کمپوڈر دوائی دینے آیا تو اس سے فرمایا "بس دوائی کی ضرورت نہیں، بلاوا آ چکا ہے۔" چنانچہ صبح ۵ بجے بلاوے پر لبیک کہی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ رحمہ اللہ

حضرت اقدسؒ کی وفات حسرت آیات کا صدمہ ملت اسلامیہ کا مشترک غم ہے، مدرسہ عربیہ اسلامیہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں تعزیت کے لئے آنے والے حضرات کا تانتا بندھا رہا اور بے شمار حضرات نے تعزیتی جلسے کئے، تار اور خطوط بھیجے ادارہ بینات حضرت کے پسماندگان، اعزہ و اقارب، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، مجلس تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان، حضرتؒ کے احباب و متعلقین اور حضرت کے غم میں برابر کا شریک تمام افراد ملت سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے خود تشریف لا کر یا خطوط کے ذریعہ حضرت کے سوگوار متعلقین کو پرسا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو دین قیم کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، جس کے لئے حضرتؒ نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔

ہم لوگوں کے ذمہ حضرت اقدسؒ کے بہت سے حقوق ہیں جن کا ادا کرنا لازم ہے، سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو حضرت کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اور رفع درجات کی دعا کی جائے۔ الحمد للہ

آپ کے ایصال ثواب کے لئے اس قدر قرآن کریم ختم کئے گئے کہ بہت کم لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ میں قارئین "بینات" سے بطور خاص اس کی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بلا ناغہ درود شریف، سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ (جس قدر ہو سکے) پڑھ کر اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت بنوری قدس سرہ تک تمام اکابر امت کی ارواح طیبہ کو بخش دیا کریں۔ اس عمل کے ذریعہ انشاء اللہ اکابر سے ہمارا تعلق مستحکم ہوگا، اور یہ ہماری روحانی ترقی دنیا و آخرت کی سعادت اور ان اکابر کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنے گا۔

دوسرا حق یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے حالات زندگی محفوظ و مرتب کئے جائیں۔ چنانچہ مخلصین کے اصرار اور اکابر کے تقاضے پر خدام نے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت کی شخصیت پر ماہنامہ "بینات" کا ایک ضخیم "خصوصی نمبر" شائع کیا جائے، جو حضرت کی زندگی کے بیشتر پہلوؤں پر حاوی ہو۔ چونکہ حضرت کے مخلصین اور احباب کی ایک بڑی تعداد عرب سے تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ "خاص نمبر" اردو اور عربی میں الگ الگ شائع کیا جائے، تخمینہ ہے کہ اردو حصہ پانچ سو صفحات پر اور عربی حصہ تین سو صفحات پر محیط ہوگا۔ اس سلسلہ میں پاکستان، ہندستان اور عرب کے اہل قلم سے مقالات کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ "خاص نمبر" انشاء اللہ نئے سال ۱۳۹۸ھ کے محرم و صفر کا مشترکہ شمارہ ہوگا، اور توقع ہے کہ ماہ صفر کے اواخر تک قارئین کے ہاتھ ہوگا۔ اس سلسلہ میں "بینات" کے توسط سے حضرتؒ کے تمام متعلقین اور مخلصین سے دو گزارشیں کرنا چاہتا ہوں، ایک یہ کہ حضرت کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ کسی صاحب کے علم میں ہو یا حضرتؒ کا کوئی ارشاد کسی کو ٹھیک ٹھیک یاد ہو وہ ہمیں لکھ بھیجیں تاکہ اس سے حضرتؒ کی سوانح مرتب کرنے میں مدد لی جائے، دوم یہ کہ حضرتؒ کی کوئی تحریر یا خط کسی صاحب کے پاس ہو اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہمیں بھیج دیں، یا اصل تحریر بھیج دیں ہم اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی لے کر اصل انہیں واپس کر دیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرتؒ کے تمام تبرکات محفوظ کر کے انہیں مرتب کیا جائے۔

حضرت قدس سرہٗ کا ایک حق ہم پر یہ ہے کہ حضرتؒ کے صدقات جاریہ (جن میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، مجلس تحفظ ختم نبوت، وفاق المدارس وغیرہ شامل ہیں) کی بقا و حفاظت اور غور و پرداخت سے غفلت نہ برتی جائے بلکہ ان کو مزید ترقی دینے اور ان کے برگ و بار میں اضافہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، ماہنامہ "بینات" بھی حضرتؒ کا صدقہ جاریہ ہے اور اس سے تعاون ہم سب کا فرض ہے۔

حضرتؒ ایک مدت سے "بینات" میں "بصائر و عبر" کے عنوان سے اداریے تحریر فرماتے تھے جن سے لوگ بہت محظوظ و مستفید ہوتے تھے۔ مخلصین کی رائے ہے کہ ان تمام اداریوں کو الگ کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائے۔ اس کے لئے بھی کام شروع کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو جلد ہی "بصائر و عبر" کتابی شکل میں الگ شائع ہو جائیں گے۔ اور حضرتؒ نے مرحومین کی وفات پر جو تعزیتی نوٹ فرمائے تھے، "عبرات" کے نام سے انہیں بھی الگ شائع کیا جائے گا۔ نیز حضرتؒ کے جو مقالات مطبوعہ یا غیر مطبوعہ "بصائر و عبر" کے سلسلہ سے الگ ہیں انہیں "مقالات بنوری" کے نام سے جدا شائع کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور ہمیں تمام فتنوں سے بچا کر اپنی رضا کی زندگی گزارنے کی توفیق فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک

آہ مولانا محمد یوسف بنوری

آہ کہ ۳ ذی قعدہ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء صبح ۵ بجے جب کہ سپیدۂ سحر آفتاب عالمتاب کے طلوع کا مژدہ سنانے لگا تھا، دنیائے علم و ادب کا آفتاب و ماہتاب پون صدی کی تابناکی اور درخشانی کے بعد یکایک غروب ہو گیا اور علم و دین کے ایوانوں میں اندھیرا چھا گیا۔ یعنی حامل علوم نبوت، ماحی البدعات و مجدد السنت، یادگار سلف اور محدث جلیل، محقق یگانہ، ادیب الافاضل، بے بدل جانشین امام انور شاہ کشمیری علامہ مولانا سید محمد یوسف جان البنوری البشاوری قدس سرہ واصل بحق ہو گئے۔ البقاء للہ وحدہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون —— فالرزیۃ کل الرزیۃ۔ وہ شمع جو عمر بھر دین کے لئے اور ملت اسلامیہ کے لئے جل رہی تھی، وہ امتداد زمانہ کے ساتھ اس کی لو میں اس کے سوز و تڑپ اور اس کی روشنی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اچانک بجھ گئی۔

ع اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اور اب علم و تحقیق کا عالم اجڑا اجڑا سا ہے۔ دعوت حق اور دفاع دین کی رزم گاہوں میں سکوت مرگ سا طاری ہے ۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں   بڑے چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

جمعہ کی شام کو قائد ملت مولانا مفتی محمود صاحب مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کے اجلاس میں شرکت کرنے مصر جا رہے تھے۔ ادھر مولانا بنوری مرحوم اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کرنے اسلام آباد تشریف لائے تھے۔ مفتی صاحب کو راولپنڈی ایئرپورٹ پر الوداع کہنے کے لئے احقر اسلام آباد گیا۔ مولانا بنوری گورنمنٹ ہاسٹل کمرہ ۲۳ میں مقیم تھے اور دیگر حضرات و احباب دیگر کمروں میں۔ رات مولانا کونسل کی میٹنگ سے ساڑھے نو بجے پہنچے۔ رات میں مولانا محمد تقی صاحب کے ساتھ رہا۔ ہفتہ صبح ۸ بجے ہم دونوں مولانا کے کمرے میں گئے تو معلوم ہوا کہ غسل خانے میں اچانک دھچکا سا لگا ہے۔ بلکا سا گیا اور اب معائنہ کے لئے پولی کلینک اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں۔ گیارہ بجے واپس تشریف لائے ہیں اور تقی صاحب نے گاڑی سے سہارا دیا۔ مولانا کے صاحبزادے محمد بنوری سلمہ اللہ بھی ساتھ تھے ہم تینوں انہیں کمرے میں لے گئے خوب بات چیت فرماتے رہے۔ ہم سب نے اصرار کیا کہ اب مکمل آرام فرمائیں اور بستر پر دراز ہو جائیں۔ فرمایا نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ جس خوشی ہم کمرہ سے نکل آئے ساڑھے بارہ بجے یکایک مولانا پر دوبارہ اٹیک ہوا جسم مبارک پسینہ سے شرابور اور رنگ پیلا پڑ گیا۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ کا ورد فرماتے رہے اور فرماتے کہ اس دفعہ بالکل نئی کیفیت محسوس ہو رہی ہے۔ جسٹس افضل چیمہ صاحب چیئرمین مشاورتی کونسل بھی موجود تھے۔ سی ایم ایچ پہنچانے کا پروگرام بنا۔ ایمبولینس آنے میں کافی دیر لگی۔ اور چار بج کر بیس منٹ پر آپ سی ایم ایچ کے آفیسرز وارڈ کے ایمرجنسی روم میں داخل کئے گئے۔ وہاں پہنچ کر طبیعت کافی بحال ہو گئی اور سب لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

دوسرے دن اور پیر کی شب کو آپ وہیں زیر علاج رہے۔ وفات کی شب رات نو بجے ان کے صاحبزادے برادرم محمد صاحب ملنے گئے تو کسی ڈاکٹر نے مولانا کو اٹھنے بیٹھنے کے بارہ میں احتیاط کی تلقین کی تو محمد صاحب کی روایت ہے کہ مولانا مرحوم نے انہیں کہا کہ —— اب کبھی نہیں اٹھوں گا۔ پیر کی صبح ۵ بجے کے لگ بھگ واصل بحق ہوئے۔ وفات اپنے اندر شان ابوذری لئے ہوئے تھی۔ ایسی حالت میں کہ ملت کا یہ غم گسار ملت کے درد و غم کے سلسلہ میں حالت سفر میں تھے۔ اور وفات کے وقت بستر کے قریب کوئی عزیز بھی نہیں تھا۔ اس لئے کہ ہسپتال کی طرف سے کسی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ آخری لمحات کیسے گزرے کیا کیا کیفیات اور تاثرات رہے۔ اس کا مشاہدہ کرنے والا کوئی نہ تھا اور پھر یہ امر بے حد افسوس و حیرت کا باعث ہے کہ ہسپتال کی طرف سے کسی عزیز کو اطلاع نہیں دی گئی۔ پہلی اطلاع کئی گھنٹے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو دی گئی۔ ان کے توسط سے چیئرمین اسلامی کونسل کو۔ اور اس کے بعد عزیز و اقارب کو۔ ہم لوگ اکوڑہ خٹک آ گئے تھے۔ ۱۱ بجے اطلاع آئی تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ جو مریض و نحیف ہونے کے ساتھ اس صدمہ سے نڈھال تھے۔ دار العلوم کے طلباء اور اساتذہ کی ایک بڑی تعداد راولپنڈی روانہ ہو گئی۔ ۲ بجے ہم سب راولپنڈی پہنچے برادر عزیز قاری سعید الرحمن کی نظم میں ان کی اقامت گاہ جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ میں مولانا کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔ مولانا کا جسد اطہر ایک کمرے میں برف کی سلوں کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سیدھے مولانا کے پاس پہنچے۔ پیشانی مبارک کو چوما۔ دیر تک کھڑے رہے اور مولانا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے دین کے خادم اور ملت کے غمگسار تجھ پر خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔ اے اللہ! اس ذات کو جو قرآن و سنت کا حامل رہا، اپنی قرب و رضا سے مالامال فرما۔

مولانا مرحوم کا چہرہ عجیب پرسکون تھا جیسے آسودہ خواب ہوں۔ چہرۂ انور کا حسن سفید کفن میں اور بھی نکھر گیا تھا۔ بعد نماز ظہر نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھائی۔ علماء و مشائخ، زعماء و مشاہیر اور عامۃ المسلمین کی ایک بہت بڑی تعداد نے شمولیت کی۔ اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ۱۵ منٹ

تک حضرت مولانا مرحوم کے کمالاتِ علمی اور خدمات دینی پر تقریر فرماتی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کا تابوت ایرپورٹ لایا گیا اور ٹھیک ۵ بجے جہاز اس علم و معرفت کے گنجِ گرانمایہ کو لے کر کراچی روانہ ہوا۔ اور کراچی میں رات نو بجے آپ کے اپنے قائم کردہ مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں سپردِ خاک کیا گیا۔ یہاں دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی گئی جس میں مولانا کے عشاق اور عقیدت مندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

حضرت بنوریؒ کے وصال سے علم و فضل کی دنیا میں کتنی خلا پیدا ہوئی ہے، اس کی وسعت اور گہرائیوں کا صحیح اندازہ ہم جیسے بے مایہ علم و فہم کر ہی نہیں سکتے۔ مگر مولانا کے طویل و وسیع کمالاتِ علمی اور خدمات دینی پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی اس حادثہ کی وجہ سے غم و اندوہ کی گہرائیوں میں ڈوبے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی ذات جامع صفات تھی۔ اس ہمہ گیر شخصیت میں امام کشمیریؒ کے کئی مزایا اور صفات کی جھلک نمایاں تھی۔ اپنے استاد کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ علمی تبحر، وسعت معلومات، غضب کا حافظہ، ادب عربی اور علوم عربیہ میں مکمل دسترس اور اعلیٰ ذوق۔ عربی کے ایسے ادیب اور مصنف کہ گنے چنے افراد میں شمار ہوتے تھے۔ عربی نثر نگاری میں قدیم اور جدید دونوں اسلوبوں پر گرفت تھی۔ عربی شعر و شاعری کا ایسا ملکہ کہ قریبی احباب سے ذاتی خط و کتابت بھی اوبی نظم میں فرماتے۔ کتابوں کا ایسا عمدہ ذوق اور ایسی تشنگی کہ آخر وقت دنیا کے کتبخانوں سے چن چن کر کتابیں جمع فرماتے رہے اور ایک نہایت عمدہ لائبریری بھی اپنے آثار میں چھوڑ گئے۔ عربی ادب اور علوم ادبیہ کی نایاب اور قدیم کتابوں کے نام بچپن میں پہلے مولانا ہی سے سنے۔ طبیعت میں روانی آجاتی تو صدہا عربی فارسی قصائد و اشعار سنانے لگ جاتے۔ اپنے شیخ اور استاد کشمیریؒ کے ذکر سے تو وجد کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی اور آبدیدہ ہو جاتے۔ ویسے بھی طبیعت میں سوز و گداز غضب کا تھا۔ دین کے اضمحلال اور زوال پر آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے باطنی صفائی کے ساتھ ظاہری نفاست سے بھی بدرجہ اتم نوازا تھا۔ ہر کام میں نہایت خوش ذوق، رہن سہن، خوراک و پوشاک، نشست و برخاست میں خوش سلیقہ، دسترخوان ہو یا میز، ہر چیز کو ہر جگہ ترتیب سے دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمارے بعض احباب مولانا کو اس معاملہ میں ماہر جمالیات کہتے تھے۔ صاف دل اور صاف گو تھے۔ کسی کو پسند فرمانے لگتے تو اس کی تعریف و تحسین میں اتنے فیاض کہ ناواقفِ حال حضرات کو غلو اور مبالغہ کا گمان ہونے لگتا۔ اور اگر علم اور دین کے معاملہ میں کسی سے اختلاف ہو جاتا تو اپنی صوابدید کی بنیاد پر بے دریغ اور بلاخوف لومۃ لائم میدان میں آجاتے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور اس دور کے فتنۂ تجدد پر آپ نے بے تحاشا حملے کئے اور اپنا پرچہ بینات اس کے لئے مخصوص فرمایا۔ فتنۂ انکارِ حدیث اور اس کے داعی پرویز کی تکفیر کا اجماعی فتویٰ آپ کا کارنامہ ہے۔ آخر میں فتنۂ قادیانیت کا استیصال جس تحریک سے کرایا۔ اس کی سرخیلی کا خلعتِ فاخرہ بھی آپ کو نصیب ہوا۔

تحریک ختم نبوت چلی۔ لاہور کے مدرسہ رشیدیہ، اچھرہ گیٹ میں ہر مکتبِ فکر کے علماء و زعماء مجلسِ عمل کی تشکیل کے لئے جمع تھے۔ ایسے متضاد اور مختلف الخیال مکاتب و عناصر کی قیادت کا مسئلہ بڑی الجھن کا باعث بن سکتا تھا۔ مگر خدا کو یہی منظور تھا، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ یکایک مجلس میں اٹھے اور تمہید کے بعد مجلس عمل کی صدارت کے لئے مولانا قدس سرہ کا نام تجویز فرمایا۔ اللہ کا کرم تھا کہ مجوِّز اور مجوَّز دونوں کی عظمت اور احترام کا تقاضا کہ سب لوگوں نے اس تجویز پر صاد کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے مشن کو ان کے خادم اور چہیتے شاگرد ہی کے ذریعہ تکمیل تک پہنچایا۔ ذب عن الاسلام اور حمیتِ حق کے ان عظیم معرکوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس عاشق رسول سے علم حدیث کی خاص طور سے خدمت لی۔ ترمذی شریف کی شرح معارف السنن کی صرف چھ جلدیں چھپ سکیں۔ ۲۹۴۳ صفحات پر مشتمل تھی۔ ابھی اتنا کام اور ہونا تھا اور معارف کا مقدمہ اس پر مستزاد۔ جوانی کے آغاز میں کئی ایک معرکے کی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۵۶ھ میں مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے فیض الباری کی طباعت کے سلسلہ میں مصر، ترکی، یونان اور حجاز کے سفر پر گئے تو پایہ کے علماء عرب پر اپنا سکہ جمایا اور اظہارِ حق میں عالم عرب کے ممتاز مصنف علامہ طنطاوی صاحب جواہر القرآن سے بھی الجھنے میں جھجک محسوس نہیں کی۔ اس وقت کے امام جلیل علامہ زاہد بن الحسن الکوثری کے منظورِ نظر ہو گئے۔ اپنے شیخ اور مرشد علامہ کشمیریؒ کے بعد آپ علامہ کوثری کے علم و فضل کے مداح تھے۔ اس سفر سے بھی عرب کی علمی دنیا میں متعارف ہو گئے۔ کئی مقالات اور قصائد عربی پریس میں شائع ہوئے۔ دمشق کی مجلس علمی اور بعد میں قاہرہ کے مجمع البحوث الاسلامیہ اور مکہ معظمہ کے رابطہ عالم اسلامی کی کئی مجالس کے منتخب ہوئے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک

جماعت سے علٰحدگی

حضرت مولانا نذیر احمد مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد، حضرت مولانا منظور احمد آسی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت ہزارہ اور اسلام آباد دونوں حضرات کچھ عرصہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی ذمہ داریوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اب ان کا مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جماعتی احباب کی توجہ کے لئے اطلاعاً عرض ہے

محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ، حجیتِ کلامِ مصطفیٰ ﷺ، اہمیتِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

اور

امیر مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی خدمات

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ بین الاسلامی مجالس تحفظِ ختم نبوت کے امیر تھے۔ آپ کی علمی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن ہے۔ یہاں حضرت بنوریؒ کے صرف تین کارناموں کا اجمالی تذکرہ سعادت کرتے ہوئے خریدارانِ یوسفؑ میں نام لکھوا رہا ہوں۔

۱۔ حضرت بنوریؒ نے اولاً مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ کیا۔ اور اپنے استاذ شیخ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ محدث دارالعلوم دیوبند کے مشن کی تکمیل فرمائی۔ حضرت علامہ کشمیریؒ نے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بیکر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا سید بنوریؒ تک علماء امت و راہنمایان ملت کو قادیانی فتنہ کے استیصال کے لئے کمربستہ کیا تھا اور یہ حضرات اسی محاذ کے جہاد میں مصروف عمل رہے۔ یہ بات پوری امت اور ساری ملت علی الخصوص ہندو پاکستانی حضرات کو خوب معلوم ہے کہ مجلس ختم نبوت کی آخری امارت حضرت بنوریؒ کی تھی۔ اور آپ ہی کی قیادت میں آل پارٹیز مجالس عمل کے امیر بھی حضرت ہی کو متفقہ طور پر منتخب کیا گیا۔ اور آپ کی امارت میں مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ اور پوری ملت کا ایک مطالبہ منوایا گیا۔

۲۔ حضرت مولانا سید بنوریؒ نے حجیت حدیث کے لئے اہتمام حجت کیا کہ فیض الباری سے معارف السنن تک احادیث کی تعلیمی خدمات کرتے ہوئے علم حدیث کا پوری زندگی درس دیا۔ ہندوستان و پاکستان میں "غلام احمدی" دو فتنے اٹھے۔ پہلا غلام احمد مرزا مقام مصطفیٰ ﷺ کا منکر تھا۔ اس کو کافر، مرتد، دائرہ اسلام سے خارج ثابت بدلائل قاہرہ کیا۔

فتنہ ثانیہ غلام احمد پرویز جو کہ کلام مصطفیٰ ﷺ کا منکر ثابت ہوا حضرت بنوریؒ نے اس کے خلاف پوری امت کے علماء اور ملت اسلامیہ کے مشائخ سے فتویٰ حاصل کرکے منکرین حدیث کے کفر کو واضح کیا۔ کہ جیسے مقام مصطفیٰ ﷺ کا منکر کافر ہے کلام مصطفیٰ ﷺ کے منکر کا بھی یہی حکم ہے۔ بقول حضرت لاہوریؒ "حدیث کا منکر قرآن کا منکر اور قرآن کا منکر کافر"۔

(۳) تیسرا مسئلہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔ اور پاکستان کے حالیہ مسائل سے اہم ترین مسئلہ نظام مصطفیٰ ﷺ ہی ہے۔ حضرت سید بنوریؒ نے نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے اسلامی مشاورتی کونسل کی پوری پوری راہنمائی فرمائی تھی۔ اور پورا ملک مطمئن اور مستفیض ہو رہا تھا کہ آپ شہادت تشنۂ تکمیل چھوڑ کر واصل بحق ہو گئے۔

(۴) راقم آثم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ متعدد بار حضرت بنوریؒ کے ساتھ حرمین شریفین میں شرف صحبت حاصل ہوتا رہا۔ اور آخری دفعہ سید بنوریؒ دعا و مدینہ منورہ میں حضرات شیخین حضرت سید بنوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے قریب اعتکاف کا موقع ملا۔ آخری سفر میں معلوم ہوا کہ "الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ" میں حدیث کی تعلیمات کے لئے شاہ فیصل شہیدؒ کی طرف بذریعہ جامعہ اسلامیہ دعوت نامہ موصول ہوا جبکہ عالم اسلام کے مختلف حضرات محدثین کو دعوت نامے جا رہے تھے۔ دعوت نامہ کے جواب میں حضرت سید بنوریؒ نے اپنے الفاظ میں یوں فرمایا کہ "حضور علیہ السلام سے رجوع کرکے فیصلہ کرسکوں گا۔" حج کے بعد حضرت بنوریؒ کراچی تشریف لے آئے۔ اور یہ معلوم ہوا کہ دعوت قبول نہیں فرمائی۔ راقم سطور کراچی واپسی پر حاضر مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہوا اور زیارت کے بعد خادم ناظم نے عرض کیا کہ "حضرت ہم ایسے لوگوں کو حضور علیہ السلام کی جاروب کشی کی سعادت نصیب ہو تو ہفت اقلیم کی بادشاہی سمجھیں حضرت نے کیا فیصلہ فرمایا ہے جبکہ حضرت والا کو معقول مشاہرہ کے علاوہ خصوصی مراعات وغیرہ بھی میسر ہیں۔ حضرت نے پوری مجلس میں فرمایا کہ:-

"میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا اور پوچھا تھا کہ یوسف کیلئے کیا حکم ہے آپ نے گویا فرمایا کہ یہاں کی تو فکر نہ کرو آنے جانے رہو لیکن اس ملک میں قیام کرکے میری سنت و حدیث کی خدمت کرو جہاں میری ختم نبوت اور میری حدیث کا انکار ہو رہا ہے (او کما قال)

اس لیے میں پاکستان میں مقیم ہو کر کلام نبوت اور مقام نبوت کی خدمت و حفاظت کروں گا۔ بالآخر آپ نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جان کی بازی لگادی۔ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور ؎

شکست و فتح تو قسمت میں تھی لے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

قلم بشکن سیاہی ریز دم درکش
حسن ایں ذکرِ یوسف است در دفترِ نگنجد

غم کے آنسو

العين عبرى والفؤاد عليل ... والجسم مضنىً بالفراق ضئيل
حزن بلبال الكئيب تأسف ... عبرات حزنٍ بالخدود تسيل
وألقنت نعماء العوالم خلّب ... ومن هذه الدنيا يكون رحيل
فوفاة شيخ الكل يوسف دهره ... دليل على ألّا يدوم خليل
رُزء أزاح الصبر ادهش نهيةً ... فالصبر يبكي والبكاء عليل
وكلّ اللسان دون وصف كماله ... ونشاب فكر الحائرين كليل
لقد كان حبرا عالماً متبحّرا ... عظيما فخيما للمعارف نيل
ذكيا بليغا كان عضو شريعةٍ ... اديبا بصيرا في العلوم نبيل
مليحاً وسيما قد تسربل بالبها ... محب رسول العالمين جميل
جواداً كريما كان اتقىٰ عصره ... ما في الزمان لذاته تمثيل
لتنوير دين الله بدر كامل ... لِرُؤس ارباب الهدىٰ إكليل
وله "المعارف" و"البصائر والعبر" ... و"البُعية" للمتحيرين دليل
وكذا "اليتيمة" بعد "نفحة عنبر" ... ما قلت من وبل العلوم قليل
والله ما في فضله من ريبةً ... وليس له في العالمين عديل
قد كنت حاملا علمِ شيخ انورا ... لا ريب أنّك في الانام جليل
لو كنت يا علم الورىٰ في كفةٍ ... والنّاس في الاخرىٰ فانت ثقيل
كفاك اماما حجةً ومحدّثاً ... هو ذو انما شرو البيان طويل
وتراب قبرٍ للزيارة مانع ... فكيف إلى وصل الحبيب سبيل
تصدّع قلبي إذ تصوّر شخصه ... فلاح بربع القلب وهو نزيل
أباد طواغيب الضلال بربوة ... ونفذ سيف العلم وهو صقيل
وجاهد للدين القويم مبارزا ... بسيوف وعظ ما لهن فلول
واقام مدرسة العلوم كبيرةً ... "أنّ الزمان بمثلها لبخيل"
شيخ الطريقة يا خليفة اشرفٍ ... قد عدتَ اروىٰ حين كان عليل
أنزلْ إلهي غيث فضلك هاطلاً ... أدخُله ظلّ العرش وهو ظليل
أسكنهُ ربّي في بحا جنّة ... يتضرع الداعي وانت تُنيل
وارزقهُ جنّٰت النعيم برحمة ... واجر أفا حبرا لمخلصين جزيل

ثم الصلوٰة على النبيِّ مُحمّد
وعلى الصّحابة كلهم مقبول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ تاریخیہ علیٰ وفاۃ مولٰینا محمد یوسف البنوری

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

یا لِاَیَّامٍ بِہا خطبٌ نَزَلْ — بَلْ خُطُوبٌ تالیاتٌ لَمْ تَزَلْ!

لوگو! ان دنوں کو دیکھو جن میں بڑی مصیبت نازل ہوئی — بلکہ ایک نہیں، بہت مصیبتیں پے در پے ہمیشہ کی

راحَ اِدْرِیسٌ، شَفِیعٌ، ظَفَرٌ — نَجْمُ اَحْمَدْ، یُوسُفٌ، لَا عَنْ بَدَلْ!

تشریف لے گئے مولانا محمد ادریس، مفتی محمد شفیع، مولانا ظفر احمد عثمانی — بابا نجم مولانا محمد احمد تھانوی مولانا محمد یوسف بغیر کسی بدل کے

اِنَّہُمْ اَعْیانُ دِیْنِ المُصْطفٰی! — مَجْمَعٌ لِلْعِلْمِ کُلٌّ وَالْعَمَلْ

یہ حضرات دین نبوی کے سربرآوردہ تھے — سب کے سب علم و عمل کے خزانے تھے!

کُلُّہُمْ فِیْ نَشْرِ عِلْمِ اللہِ مِنْ — بَدْءِ اَعْمارٍ اِلیٰ حِیْنِ الْاَجَلْ

سب کے سب اللہ کے علم کے نشر کرنے والے تھے — ابتدائے عمر سے وفات تک

کُلُّہُمْ لِلدِّیْنِ وَقْفٌ، فَوْتُہُمْ — فِیْ سُیُوْفِ الدِّیْنِ ثَلْمٌ اَوْ خَلَلْ

سب کے سب دین کے لئے وقف تھے ان کی وفات — دین کی تلواروں میں دندانہ یا خلل ہے۔

آہ! مَوْلٰینا مُحَمَّدْ یُوْسُفُ الشَّ — شَیْخُ فَخْرُ الْعَصْرِ عَلَّامٌ اَجَلّ

آہ! مولانا محمد یوسف شیخ وقت! — فخر زماں علامہ اجل

کانَ فِیْ دِیْوبَنْدَ تَعْلِیْمٌ لَہٗ — ثُمَّ فِیْ ڈابھیلَ لِلدَّرْسِ المَحَلّ

دیوبند میں آپ کا تحصیل علم ہوا کرتا تھا — پھر ڈابھیل میں اس کا مقام ہوا

ثُمَّ ٹَنْڈُوْ اللہ یارَ بَعْدَہا — فِیْ کَراشِیْ فَیْضُ عِلْمٍ وَالْعَمَلْ

پھر اس کے بعد ٹنڈو اللہ یار میں — علم و عمل کا فیض رہا

فاضِلٌ فِیْ کُلِّ عِلْمٍ سِیَّما — فِی الْاَحادِیْثِ الْاَعالِیْ وَالْعِلَلْ

ہر علم میں فاضل خصوصاً — احادیث مبارکہ اور علتوں کے باب میں

ناقِدٌ لِلْمَتْنِ وَالْاِسْنادِ بَلْ — فاتِحُ الْاَغْلاقِ حَلَّالُ الْعُضَلْ

پرکھ والے متن و سند کے بلکہ — مشکلات کو کھولنے والے عقدوں کو حل کرنے والے

لَمَعِیٌّ لَوْذَعِیٌّ مِفْضَلٌ ؛	لَا یُوَازِیْ فَضْلَهٗ ذُرَی الْقُلَلْ ؛
روشن دماغ بے حد ذہین بہت ہی فاضل	کہ پہاڑوں کی چوٹیاں ان کے فضل کے برابر نہیں
مَاهِرُ الْمَنْقُوْلِ وَالْمَعْقُوْلِ فِیْ	کُلِّ فَنٍّ وَهُوَ بِالدَّرْسِ اشْتَغَلْ
ء نقلی و عقلی فنون کے سب کے ماہر	اور درس میں مشغول رہے۔
وَاحِدٌ فِیْ کُلِّهَا اِذْ وَاحِدٌ	لَمْ یُصِبْهَا بَعْضُهَا اَوْ لَمْ یَخَلْ
ہر فن میں یکتا کہ کوئی ایک ان میں کے	بعض کو نہ پہنچ سکا نہ تصور کرسکا۔
کَانَ عِلْمُ الشَّاهِ اَنْوَرْ شَاهْ فِیْ	قَلْبِهٖ کَالصِّبْغِ فِی الْمَصْبُوْغِ حَلّ
محدث اعظم حضرت انور شاہ ان کے دل میں ایسے تھا	جیسے رنگین کپڑے میں رنگ پیوست ہوں
ثُمَّ مِنْ اَشْرَفْ عَلِیِّ التَّانَوِیْ	نَارُ عِشْقِ اللّٰهِ فِی الرُّوْحِ اشْتَعَلْ
پھر حضرت حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی کے طفیل	عشق الٰہی کی آگ روح میں شعلہ زن ہوئی
جَامِعٌ لِلْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ فِیْ	کُلِّ مَا آتٰی وَفِیْ کُلِّ شُغُلْ
علم و معرفت کے جامع تھے ہر مضمون میں	جو پیش کرتے اور ہر ایک میں عشق کے شغلے بھی تھے
کَانَ فَیْضُ الْبَارِیْ اللّٰهِ الْعَلِیّ	ثُمَّ شَرْحُ التِّرْمِذِیِّ الْمُنْتَحَلْ
فیض الباری تقریر درس بخاری کی	پھر ترمذی کی شرح آپ کا عطیہ ہیں۔
ثُمَّ تَخْرِیْجُ الْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ	کَانَ شَیْخٌ زَیْلَعِیٌّ قَدْ بَدَلْ
پھر ان احادیث کے حوالے جن کو امام	زیلعی نے شرح ہدایہ میں تخریج کیا ہے
کُلَّ شَهْرٍ لِلْعُلُوْمِ الْبَیِّنَاتْ	شَاهِدَاتٌ عَادِلَاتٌ لِلنِّحَلْ ؛
ہر ماہ علوم کے واسطے رسالہ "بینات" دگواہان ا	عادل گواہ ہیں ان عطیات کے لئے
رُوْحُهٗ بِالْفَضْلِ مِنْ رَبِّ الْعُلٰی	فِیْ طُیُوْرِ الْجَنَّةِ الْخُضْرِ الْحُلَلْ
آپ کی روح اللہ تعالیٰ کے فضل سے	جنت کے سبز لباس والے پرندوں میں ہے
رَبَّنَا یَا رَبَّنَا یَا رَبَّنَا	فَارْضَ عَنَّا وَارْضَ عَمَّا قَدْ فَعَلْ
اے ہمارے پروردگار پروردگار پروردگار	بس اب ہم سب سے راضی ہو جائے اور جو کام انہوں نے کئے ان سے بھی
یَطْلُبُوْنَ الْعَامَ مِنْ تَمِّ حَالِهٖ .	قُلْتُ هَادٍ یُوْسُفُ الثَّانِیْ اِرْتَحَلْ
	۱ ۱۰ ۱۵۶ ۹۲ ۶۳۹ ۔۱۳۹۷
لوگ آپ کے ۔۔۔ سفر آخرت کا سال پوچھتے رہے	تو میں نے جواب دیا ایک ہادی یوسف ثانی کوچ کر گئے

خدایا این چه اعلام است که امشب   زرادیوی شنیدستیم امشب
جهاں سرتابسر گشت است تاریک   زاطلاع کہ را دیو داد امشب
بگفتا یوسف اندر خاک کنعاں   فرورفتہ است اندر چاہ امشب
چو یعقوب اشک من گشتہ سرازیر   کہ محبوبم بخاک رفتہ است امشب
نمیدانید کہ ایں یوسف چہ کس بود   کہ عالم از فراقش گشتہ چوں شب
یقیناً جانشینِ شیخ انور رح   زعلم و معرفت پُر بود تالب
بقیہ از سلف حقا کہ بودند   چو حجت از خلف رفتہ است امشب
نظیرش درجہاں من کے بہ بینم   الٰہی بعدِ امروز و ہم امشب
نہ یوسف بُد کہ تنہا دفن کردند   کہ علم احمد است مدفون امشب

فراقش حسرت آوردہ بعالم   ہمہ عالم بہ حسرت ہست امشب
چراغ معرفت خاموش گشتہ   کہ شیخ ما وداع کرد است امشب

قرارم می نیاید یا الٰہی   زدردی کہ بدل دارم من امشب
خدایا رحمت مبذول گرداں   بروح شیخ ما ہر روز ہر شب
طفیل آنکہ او ختم الرسل بود   درودش باد از ما روز تا شب
تو ای یوسف زاندوہت چہ گوئی   کہ روزت میشود تاریک چوں شب
دیروز را دیو چہ صدائی بلند کرد   اعلام ناگہانی بہر جا بلند کرد
ھیاھو بہر طرف زصدائش بلند شد   ہر کس بجستوئی صدائی بلند کرد
آخر چہ بود مقصد اعلام را دیو   کز بہر آں صدای بہر جا بلند کرد
گفتند کہ شیخ و عالم و آں مقتدای خلف   از ایں جہاں رخت سفر را بلند کرد
شیخ اجل محدث اعظم کہ یوسفؒ اند   رخت سفر بہ بست و از اینجا بلند کرد

بردای اجل لبیک خواند و رفت
یوسف برایں سخن ھیا ھو بلند کرد

امروز ماتم بہر کے قائم شد است اینجا بگو! ‌ ‌ فوتش مگر آیا تی ہست آخر تو ہم اینجا بگو
گفتند بلی فوتش یقین ہست آیہ از آیہا ‌ ‌ گفتند بگو یشد اسم آں در ماتمش آیم جلو
گفتند خلیفہ بودہ است از شیخ انور رح در حدیث ‌ ‌ گفتم یقیناً یوسف رح است گفتند آری این بگو
اشکم ازاین گفتارشان گشتہ سرازیر آنزماں ‌ ‌ گفتند ترا آخر چہ بود گفتم دگر این را مجو
از ہر کہ گویم بہر من اولیٰ یقین بود است او ‌ ‌ استاد و رہبر در جہان او را تو از بہرم بگو
از رفتنش جانم تباہ از مردنش حالم خراب ‌ ‌ گشتہ دگرگوں حالتم دیگر زمن تسکین مجو

ای یوسف گشتی چرا امروز تو ہستی بجا
از خوف این پیر بُدی ماندی نمردی چوں بگو

(محمد یوسف حسین پوری مدرسہ عربیہ اسلامیہ عین العلوم گشت سراوان ایران)

بیا ساقی در بے خم خانہ بکشا جام وصلم دہ ‌ ‌ کہ کامم تلخ شد از فرقت واز غم نجاتم دہ
گلستانِ سرورم را خزانِ حزن د طاری شد ‌ ‌ منم حیران وسرگردان بیا قدرے قرارم دہ
ہماں محفل ہماں رونق یارانِ می خانہ ‌ ‌ نمی بینم نمی یابم براہِ راست پایم نہ
کجا شد یوسفِ دوران کہ عالم لبعد او ویران ‌ ‌ کجا مصر و کجا کنعان بیا تفصیل را ہم دہ
خریداران یوسف جاں بہ لب فریاد می دارند ‌ ‌ کہ اے ساقی رہِ بازارِ یوسف را نشانم دہ
نظیرِ شاہ ولی اللہ شبیہ قاسمِ ہندی ‌ ‌ ثمیل شیخِ انور شاہ کجا رو دے جوابم دہ
محدث یا مفسر یا مبلغ یا کہ عربی دان ‌ ‌ زاد صافش چہ لشمارم بیا آخر حسابم دہ
سراپا صدق و اخلاص و مجسم خشیتِ دادر ‌ ‌ کجا غمخوارِ دنیم شد بیا تعبیرِ خوابم دہ
بہر اطراف می پویم بہ خاکِ گور می گویم ‌ ‌ کہ اے غاصب چہ پوشیدی خدا را جانِ جانم دہ

الا اے ناصر مجنون چہ می جوئی ومیگوئی
بخواں "لاتیئسوا" ہردم بگو یا خالقؔ ارحم بہ"

بقلم احقر مولابخش غفرلہٗ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے انتقال کی خبر تھی کہ عالم اسلام کے خرمن امن و سکون پر برق خاطف بن کر گری، پنڈی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ ان کی میت کو کراچی لے جانے کی اطلاع ہوئی تو تصور کی دنیا میں ان کی میت شریف کو دیکھ کر زبان پر ذیل کا نالہ و شیون جاری ہوا۔

قاضی عبدالحلیم کلاچوی استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جگر پھٹتی ہے دل گھبرا رہا ہے
بنوری کا جنازہ جا رہا ہے

وہ جن کے دم سے تھی رونق جہاں کی،
زمانے کا وہ یوسف جا رہا ہے،

متاع علم گویا لٹ گئی ہے
محدث ہاں مفسر جا رہا ہے

وقار علم و دین تھا اس جہاں میں
وہ اک تھا اور وہ بھی جا رہا ہے

وہ انور شاہ کی تصویر زیبا
پئے انور وہ اڑتا جا رہا ہے

جو تھا شیخ عجم میر عرب بھی
ہوا کے دوش پہ لو جا رہا ہے

وہ جن کے نام سے باطل تھا لرزاں
وہ ہیبت کا مجسم جا رہا ہے

وہ جن کے سر پہ تھا تاج سلیمان
محمد کا وہ عاشق جا رہا ہے،

علوم و معرفت کا گنج تھا وہ،
غزالی ہاں وہ رازی جا رہا ہے

ملائک پھول برسائیں نہ کیونکر
مئے وحدت کا ساقی جا رہا ہے

وفاتِ شیخ
۱۳۹۷ھ

دیدۂ نمناک مولانائے بنوری کی ذات
علم اور کردار کی اک بے بہا تاریخ ہے

ایک ہی مصرع میں ہجری اور میلادی میں سال
روز دو شنبہ "وفاتِ شیخ" کیا تاریخ ہے

۱۹ ۷۷ء

(ضیاء الحسن موسوی) روزنامہ جنگ کراچی - مورخہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء

ٹہنی ٹہنی، پتے پتے سے خزاں ہے آشکار
اے چمن ہائے چمن وہ کیا ہوئی تیری بہار
باغباں تو ہی بتا آخر یہ آ ہی کیا ہو گیا؟
بلبلِ نالاں، گلِ خنداں سبھی ہیں اشکبار
زندگی پھرتی ہے حیراں آج کس کی موت پر
کس کے غم میں ہیں زمین و آسماں ہیں گریہ وار
کون محفل سے اٹھا کیوں چھا گئی ہے تیرگی
شمعِ محفل جل بجھی دل جل گیا پروانہ وار
آہ اے دنیا کے باسی کیا کہوں کیا ہو گیا
لٹ گئی عقل و خرد اور پیرہن ہے تار تار
خضر سا رہبر ملا تھا زندگی کے موڑ پر
وائے غفلت کھو دیا بیٹھے رہو اب دلفگار
"یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور"
اب کہاں وہ یوسفِ خلد آشیاں والا تبار
اے کہ تو شمعِ منور تھا شبِ تاریک میں
اک محدث، اک فقیہہ اک عالمِ عالی وقار
ڈوبتے دیکھا ہے میں نے علم کے سورج کو آج
موتِ عالم موتِ عالم اب ہوا ہے آشکار

بیاد و تذکرۂ شیخ الاسلام حضرۃ مولانا بنوری نور اللہ مرقدہٗ

عبدالمجید انور خادم المدرسہ ملتان

بزم سونی ہو گئی وہ میہماں رخصت ہوا
چھا گئی ظلمت کہ ماہِ ضوفشاں رخصت ہوا

عام ہے ہر سو خزاں بس موسمِ گل اب کہاں
ساتھ لے کے وہ بہارِ جاودان رخصت ہوا

ملتِ بیضا کا ہاں وہ نامور یکتا سپوت
چھوڑ کر دنیا سوئے خلدِ جناں رخصت ہوا

وہ محدث، وہ مفکر، وہ فقیہہ و رہنما
زینتِ علم و عمل فخرِ زماں رخصت ہوا

علمِ انور شہ کا وارث تھانوی کا خرقہ پوش
بزمِ عالم سے وہ بحرِ بیکراں رخصت ہوا

مسندِ رشد و ہدایت اب نہ تجھ کو پائے گی
علم و حکمت، زہد و تقویٰ کا نشاں رخصت ہوا

اب نہ ڈھونڈے بھی ملیگا حشر تک اس کا مثیل
تھا زمانہ میں جو یکتا بے گماں رخصت ہوا

کون دیگا درسِ عبرت، کون سمجھائے گا راہ
وہ بصائر کا، عبر کا نکتہ داں رخصت ہوا

مجلسِ ختمِ نبوۃ جس کے دم سے بن گئی
دیکھتے ہی دیکھتے سیلِ رواں رخصت ہوا

قادیانیت کے سر پر ضرب ہے جس کی مٹا دی
فتنۂ مردود کا نام و نشاں رخصت ہوا

تو نظامِ مصطفےٰ کے خواب کی تعبیر تھا
دیکھ کے کونسل کو ہدایت کے نشاں رخصت ہو ہوا!

موتِ عالم موتِ عالم ہے مسلّم فیصلہ
اک ترے جانے سے گویا گل جہاں رخصت ہوا

تجھ کو نہ پا کر جہاں جائینگے پروانے ترے
نورِ علم و معرفت کا شمعداں رخصت ہوا

جس نے پھیلائے زمانہ بھر میں انوارِ علوم
آہ! انور شاہ کا وہ ترجماں رخصت ہوا!

اے خدا تو اس کا مرقد نور سے معمور کر!
جو منور کر کے یہ سارا جہاں رخصت ہوا!

در مرثیہ شیخ الحدیث مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ

المتوفی ۲ ذیقعد سنہ ۱۳۹۷ھ / ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۷۷ء

مولانا محمد یعقوب معلم جامعہ رشیدیہ تدریس القرآن سرحیص روڈ کوئٹہ

الا یا عین لا تبکی وجودی ! فقدنا الیوم بحراً کان فینا
سمعنا فی طریق نعی شیخ فحار القوم طرّاً اجمعینا !
بکت منّا العیون بانفجارٍ فقلّت سیفنا للملحدینا !
فاہا ثم اہا ثم اہا بموت الشیخ صرنا ہائمینا
اضا البلد من نورٍ مضیءٍ فلا قرّت عیون الحاسدینا
ولکن لم نجد بُدّاً الردّہٗ فقلنا اغفرہ ربّ العالمینا
وَاٰتِ محمداً یا رب صبراً وقلّب قلبا تقوی ودینا
ویا یعقوب لا تفزع فکلٌّ الی اجلٍ تراہم راجعینا
لقد فکرت فی تاریخ وصلہ کی استخرجہ من بین السنینا
فقالوا کان شمساً فیکما او لقد رای البدر فوق الناظرینا

۱۹۷۷ء باہمال الفہا

فحسبک ان غفر الالہ عثارہ !

۱۳۹۷ھ

وکفی برحمۃ ارحم راحمینا

مولانا قاضی خلیل احمد کا کیمبلپور میں خطاب

کیمبلپور (نمائندہ) ملک جامعہ اشاعت
الاسلام کیمبلپور میں حضرت شیخ القرآن مولانا
غلام اللہ خان صاحب کی خواہش پر جمعہ کی نماز
مرکزی جامع مسجد سکھر کے خطیب حضرت مولانا
قاری خلیل احمد صاحب نے پڑھائی۔ نماز جمعہ میں
تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں سکھر
جانے کے بعد یہاں کے نوجوانوں کو بھی مجبور
ہیں۔ اپنے شہر والوں کے سامنے آپ کی قربانیوں
اور جوش و خروش کا ذکر فخر سے کرتا ہوں۔ یہ
حقیقت ہے کہ ختم نبوت کی تحریک میں کیمبل پور
بے مثال کام ہوا ہے اور ہمارا اللہ تعالیٰ سے
یہ عہد ہے کہ کسی بھی حالت میں ختم نبوت کے پرچم
کو سرنگوں نہیں ہونے دیا جائے گا۔ قائد تحریک ختم
نبوت حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری
رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہمارے کندھوں پر
زیادہ ذمہ داریاں آپڑی ہیں۔ آپ نے مجلس
تحفظ ختم نبوت کے پرانے رفیق کاشف العلوم
جوہرآباد کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد رفیق
مرحوم کا ذکر بھی نمناک آنکھوں سے کیا۔ آپ نے انہیں
بھی زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ شہید ختم نبوت
شیخ سجاد حسین صدیقی کے مقدمہ قتل کے سلسلے میں آپ
کہا کہ یہ مقدس خون ختم نبوت کے تحفظ میں بہا تھا۔ یہ
مقدس خون ضائع نہیں ہو سکتا۔ ہم اسی مقدس خون
کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دیں گے۔ نماز جمعہ
سے قبل حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب حضرت
مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب کی خدمت میں بھی
حاضر ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب نے انہیں
دعاؤں سے نوازا۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے
مرکزی جامع مسجد میں بعد نماز عشاء درس قرآن
پاک دیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کیمبلپور کے سالار
مرزا عبد العزیز نے انہیں پر تکلف عشائیہ دیا جس
میں حضرت شیخ القرآن کے صاحبزادے مولانا حسین
صاحب، مولانا محمد صدیق، شیخ عابد حسین صدیقی اور
شیخ غلام سرور صاحب بھی شریک تھے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مجلسِ تحفظ ختم نبوت پاکستان کے پانچویں امیر

مولانا سید محمد یوسف بنوری

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد حیات مدظلہ' فاتح قادیان کو نئی امارت کے انتخاب تک عارضی طور پر قائم مقام امیر نامزد کیا گیا تھا۔ قدرت نے مجلسِ تحفظِ ختم نبوت کی قیادت کے لئے ایک ایسی شخصیت کو کھڑا کیا جو نہ صرف اس منصب کی پوری طرح اہل تھی۔ بلکہ جس کے ذریعے ختم نبوت کی پاسبانی کا وہ کام لیا گیا۔ جو اس دور کی تاریخ کا جلی عنوان بن گیا۔ یہ شخصیت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ' کی ذات گرامی تھی۔ چنانچہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۷۴ء حضرتؒ کو اجلاس ارکان نے بالاتفاق امیر منتخب کیا۔ اور آپ اپنی وفات ۳ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ کسی مجلس یا جماعت کی صدارت قبول کرنا حضرتؒ کے مزاج و مشاغل کے قطعاً منافی تھا۔ لیکن تین اسباب ایسے ہیں جن کی بنا پر آپ کو اس منصب کے قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

الف : حضرت مرحوم، امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علوم و معارف کے وارث تھے، اور قادیانیت سے بغض و عداوت انہیں اپنے شیخ سے ورثہ میں ملی تھی۔ ادھر مجلس تحفظِ ختم نبوت کا مقصد و منشاء ہی قادیانیت کی سرکوبی تھا۔ لہٰذا عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جب انہیں ایک فعال جماعت کی قیادت سپرد کی گئی تو آپ نے اسے عطیۂ خداوندی سمجھ کر قبول فرما لیا۔

ب : حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے انجمن حمایتِ اسلام کے اجلاس میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو "امیر شریعت" مقرر کرکے ان کے ہاتھ پر خود بھی بیعت فرمائی تھی۔ اور دیگر اکابر علماء سے بھی بیعت کرائی تھی۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ان بیعت کنندگان میں چوتھے نمبر پر تھے۔ اس لئے اگر یہ قیاس کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ اس بیعت کی روحانی کشش آپ کو "مجلسِ تحفظِ ختم نبوت" کی قیادت کے لئے کھینچ لائی۔

ج : حضرت بنوریؒ کو مجلسِ تحفظِ ختم نبوت کی قیادت کے لئے آگے لانے میں سب سے مؤثر کردار حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ادا کیا۔ مرحوم کی خواہش تھی۔ کہ حضرت امیر شریعت اور حضرت قاضی صاحب کے بعد حضرت بنوریؒ کو مجلسِ تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کیا جائے۔ مگر حضرتؒ نے اس وقت امارت تو قبول نہیں فرمائی۔ البتہ مجلسِ شوریٰ کی رکنیت قبول فرمالی۔ اور ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ سے مجلسِ شوریٰ کے ہر اجلاس میں باقاعدہ شرکت شروع فرمادی۔ اسی وقت سے مجلس کی کوئی کارروائی حضرتؒ کے مشورہ و ایماء کے بغیر نہیں ہوئی تھی۔ حضرت جالندھریؒ اگرچہ مجلس کے امیر خود تھے مگر عملی طور پر اس کی قیادت حضرت بنوریؒ کے ہاتھ میں تھی ـــ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ مولانا لال حسین اختر صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب جماعت خلاء میں گھومنے لگی تو تمام اراکین نے متفقہ طور پر آپ ہی کو امارت کے لئے منتخب کیا۔ اور آپ کے شدید انکار کے باوجود آپ کو اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

حضرت بنوریؒ کا دور امارت اگرچہ بہت ہی مختصر رہا۔ اور اس میں بھی حضرتؒ اپنے بے شمار مشاغل اور ضعف و پیرانہ سالی کی بناء پر جماعت کے امور پر خاطر خواہ توجہ مبذول نہیں فرما سکتے تھے۔ اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ' نے آپ کی پُرخلوص قیادت کی برکت سے جماعت کو ثریٰ سے ثریا تک پہنچا دیا۔ اور آپ کے دور میں جماعت نے وہ خدمات انجام دیں۔ جن کی اس سے پہلے صرف تمنا کی جاسکتی تھی۔ ان کا بہت ہی مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ تاریخ ساز فیصلہ

آپ کو مجلس کی امارت قبول کئے ابھی ٹھیک پونے دو مہینے گزرے تھے کہ ۲۹ مئی ۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن کا واقعہ رونما ہوا۔ حضرتؒ ان دنوں سوات کے علاقہ میں سفر پر تھے۔ وہیں آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی جسے سن کر چند لمحے توقف کے بعد فرمایا: "مدد خبرے بر انگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد"۔ سوات سے بعجلت واپس ہوئے۔ اور تحریک ختم نبوت کی کامیابی کیلئے شبانہ روز محنت شروع کر دی۔ ۲۹ مئی سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک کے سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں ایک صدی کے ہم وزن ہیں۔ ان سو دنوں کی مفصل روئداد ایک مستقل تالیف کا موضوع ہے۔

۲۔ عالمی تحریک : ۷ ستمبر ۷۴ء کے تاریخی فیصلہ کے بعد حضرت سکون سے نہیں بیٹھے۔ بلکہ فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے بیرونی ممالک میں بھی کوششیں شروع کر دیں۔ اور یورپ، افریقہ اور مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کو قادیانیت کے مقابلہ میں منظم و بیدار کرنے کیلئے خود بھی طویل سفر فرمائے اور وفود بھی بھیجے چنانچہ:

الف : ۷۴ء کے اواخر میں حج سے فراغت کے بعد خود انگلینڈ کا سفر فرمایا، اور ضعف و علالت کے باوجود وہاں دور دراز علاقوں میں جاکر خطاب فرمائے۔

ب : ۷۵ء کے حج سے قبل مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے قریباً ایک درجن ممالک کا سفر فرمایا۔

ج : ۱۹۷۵ء میں مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا اللہ وسایا پر مشتمل دو رکنی وفد انڈونیشیا، جاوا اور سنگاپور کے دورے پر بھیجا۔ ان دونوں حضرات نے وہاں رہ کر قادیانیت پر تقریریں، قادیانیوں کی مناظرے کی دعوت کا کلام شکن جواب دیا۔ وہاں کے علمائے کرام اور اعیان سے ملاقاتیں کیں۔ علماء کی ایک جماعت کو باقاعدہ طور پر قادیانیت کی تعلیم دی۔ اور قادیانی لٹریچر کے حوالے نوٹ کرائے۔

د : ۱۹۷۵ء میں مولانا منظور احمد شاہ حجازی کو متحدہ عرب امارات بھیجا۔ موصوف نے وہاں کے احباب کے توسط سے علماء و شیوخ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں قادیانیت کے مالہ و ماعلیہ سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں متحدہ عرب امارات کے قاضی القضاۃ جناب احمد بن عبدالعزیز المبارک نے قادیانیت کو خلاف قانون قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ اسی طرح موصوف نے ۱۹۷۶ء میں متحدہ عرب امارات کے علاوہ کویت اور بحرین کا دورہ کیا۔ اور وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔

ھ : ۱۹۷۵ء میں مولانا مقبول احمد صاحب کو ختم نبوت کے سلسلے کی حیثیت سے انگلینڈ بھیجا۔

و : ۱۹۷۶ء میں مولانا اسد اللہ شاہ طارق کو فجی آئی لینڈ بھیجا۔

ز : ۱۹۷۶ء میں مولانا منظور احمد اور علامہ خالد محمود نے افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ اس کی روئیداد الگ شائع ہو چکی ہے۔

مساجد و مراکز کی تعمیر : حضرت بنوریؒ کے سہ سالہ دور امارت میں متعدد مساجد کی تعمیر ہوئی۔ مراکز کا افتتاح ہوا۔ اور مدارس کھولے گئے چنانچہ

(۱) محلہ غریب آباد بیرون چوک شہیداں (ملتان) میں مسجد الفاروق تعمیر ہوئی۔

(۲) کنری (تھرپارکر سندھ) میں مسجد تعمیر ہوئی۔

(۳) ربوہ اسٹیشن پر مسجد تعمیر کی گئی، وہاں جماعت کے مبلغ مولانا خدا بخش صاحب خطیب اور حافظ شبیر احمد صاحب مدرسہ کے استاذ اور مسجد کے خازن ہیں۔

(۴) جماعت کا قدیم مرکزی دفتر (واقع تغلق روڈ ملتان) جماعت کے وسیع کام اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے ناکافی تھا۔ حضرتؒ کی خواہش تھی کہ جماعت کا ایک عالمی مرکز قائم کیا جائے۔ جس میں مسجد، مدرسہ، لائبریری، اشاعتی مکتبہ، اور پریس وغیرہ کا ہو۔ اور وہاں بیرونی ممالک سے آنے والے وفود اور مندوبین کے قیام کے انتظامات کئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے حضوری باغ روڈ ملتان میں ایک قطعہ اراضی خرید کیا گیا۔ اور وہاں عالمی مرکز کی تعمیر شروع کی گئی — جو ان شاء اللہ چند مہینے تک مکمل ہو جائے گی۔

(۵) بڈرسفیلڈ (انگلینڈ) میں جماعت کا دفتر موجود تھا۔ لیکن اس کی مکانیت دفتر کی ضروریات کیلئے ناکافی تھی۔ جناب مولانا مقبول احمد صاحب وہاں تشریف لے گئے۔ تو ان کی توجہ سے ایک صاحب خیر نے مسجد، مدرسہ اور دفتر کی تعمیر کے لئے ایک قطعہ اراضی وقف کر دیا۔ بحمد اللہ اس کی تعمیرات بھی شروع ہیں۔

(۶) جابر کے احباب کی درخواست پر حضرتؒ نے وہاں مسجد ختم نبوت کی تعمیر کی منظوری دی۔ لیکن اس کی تعمیر ابھی باقاعدہ شروع نہیں ہو سکی تھی کہ حضرتؒ کا وصال ہو گیا۔

(۷) مسلم کالونی ربوہ میں ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کیا گیا۔ وہاں بھی ایک عظیم الشان مسجد، مدرسہ، لائبریری، مہمان خانہ وغیرہ کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد حیات مدظلہ فاتح قادیان وہاں فروکش ہیں۔ اور جماعت کے تعلیمی، تبلیغی اور تعمیری منصوبوں کی نگرانی فرما رہے ہیں۔

(۸) اسلام آباد میں ایک اچھے مرکز کے لئے حضرتؒ فکرمند تھے۔ حضرتؒ کی خواہش تھی کہ وہاں کوئی پلاٹ لے کر حسب منشاء دفتر تعمیر کیا جائے۔ تاہم سردست دفتر کے لئے ایک بہت موزوں عمارت خرید لی گئی ہے۔

(۹) حضرتؒ کے دور امارت میں حسب ذیل مقامات پر نئے مدارس کا افتتاح ہوا۔ ربوہ ۔ ملتان ۔ جتوئی۔

شعبہ نشر و اشاعت : حضرتؒ کے دور امارت میں جماعت کے شعبہ نشر و اشاعت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ اور قریباً دو لاکھ سرمایہ اشتہارات اور کتابچوں کے علاوہ نہایت وقیع اور علمی کتابوں کی اشاعت پر صرف کیا گیا۔ چنانچہ:

۱- ملتِ اسلامیہ کا موقف : دو سو صفحے کی یہ کتاب حزبِ اختلاف کے اراکین اسمبلی کی طرف سے قومی اسمبلی کے سامنے قادیانیت کے بارے میں مسلمانوں کا موقف پیش کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی۔ جس میں قادیانیت کی مذہبی و سیاسی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے دلائل سے ثابت کیا گیا۔ کہ قادیانی صرف دائرۂ اسلام ہی سے خارج نہیں۔ بلکہ اسلام کے علاوہ ملک و وطن کے بھی غدار ہیں۔ اور انہیں اسلام اور مسلمانوں سے وہی عداوت ہے جو کسی بد سے بدتر یہودی کو ہو سکتی ہے۔

اس کتاب کی تالیف و طباعت بھی حضرت بنوریؒ کی کرامت تھی۔ دو صد صفحے کی کتاب مگر سننے والوں کو یقین نہیں آئے گا۔ کہ اس کی تالیف، کتابت اور طباعت کے سارے مراحل ایک ہفتے میں طے ہوئے۔ راولپنڈی میں حضرتؒ نے علماء کا ایک بورڈ مقرر کر دیا۔ مولانا محمد حیات اور مولانا عبدالرحیم اشعر مواد فراہم کر رہے تھے۔ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق (اکوڑہ خٹک) اسے مرتب کر رہے تھے۔ جتنا حصہ مرتب ہوتا جاتا جناب سید نفیس رقم اور ان کے شاگردوں کی ٹیم ساتھ کے ساتھ اسے کتابت کرتی جاتی۔ کام کی رفتار اتنی تیز تھی۔ کہ گویا انسان نہیں بلکہ مشین کام کر رہی ہے۔

ترتیب و کتابت کا مرحلہ دنوں اور گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ تو طباعت کا مرحلہ درپیش تھا۔ مشکل یہ تھی کہ پریس پر پابندی کی وجہ سے قادیانیوں کے خلاف کسی چیز کا چھپنا ممنوع تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو بھی آسان فرما دیا۔ اس طرح یہ کتاب مواد کی فراہمی سے لے کر طباعت تک ایک ہفتہ میں تیار ہو گئی۔

۲- ملتِ اسلامیہ کا موقف (عربی ایڈیشن)

بیرونی ممالک کے تقاضوں کے پیشِ نظر ضرورت تھی۔ کہ "ملتِ اسلامیہ کا موقف" کے عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی شائع کئے جائیں۔ چنانچہ حضرتؒ نے عربی ترجمہ کے لئے جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کو مامور فرمایا۔ جو ماشاء اللہ اردو، عربی اور انگریزی کے بہترین انشاء پرداز ہیں۔ چنانچہ موصوف نے

"موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ"

کے نام سے اس کا جدید عربی اسلوب میں ترجمہ کیا۔ حضرتؒ نے اس پر خود مقدمہ تحریر فرمایا، اور دو سو دس صفحے کی یہ کتاب اعلیٰ کاغذ اور بہترین ٹائپ پر چھاپ کر اسلامی و عربی ممالک میں تقسیم کی گئی۔

۳- رئیس قادیان : مؤلفہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں بہت ہی ممتاز صاحب قلم تھے۔ موصوف کے قلم سے "سیرت کبریٰ" اور "ائمہ تلبیس" ایسی وقیع کتابیں نکلیں، مرزا غلام احمد پر ان کی کتاب "رئیس قادیان" بھی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ یہ ایک عرصہ سے نایاب تھی۔ حضرتؒ کی برکت سے جماعت نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ اور اہلِ علم نے اس کی بڑی قدردانی فرمائی۔

۴- خاتم النبیین : تالیف امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

حضرت بنوریؒ کے شیخ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی آخری تالیف فارسی زبان میں تھی۔ جو ان کے وصال کے بعد شائع ہوئی۔ ایک مدت سے اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ حضرتؒ نے راقم الحروف کو اس کام پر مامور فرمایا۔ اور حضرتؒ کی عنایت و توجہ اور دعا و برکت سے مختصر سے عرصہ میں اس کے ترجمہ و تشریح اور تبویب و تخریج کی خدمت اس ناکارہ نے انجام دی۔

یہ ترجمہ پہلے بالاقساط ماہنامہ بینات کراچی میں شائع ہوا۔ تو نظر ثانی کے بعد اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اس پر ایک وقیع مقدمہ خود تحریر فرمایا۔ افسوس کہ یہ کتاب حضرتؒ کے وصال کے تین دن بعد پریس سے آئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اصل کتاب کو مطبوعہ شکل میں دیکھنے سے پہلے رحلت فرما گئے تھے۔ اور حضرت بنوریؒ نے بڑی تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ یہ ترجمہ کرایا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے شیخ کی سنت کے مطابق اسے مطبوعہ شکل میں نہیں دیکھ سکے

۵- مغلظاتِ مرزا : تالیف مولانا نور محمد خان سابق مبلغ مظاہر علوم سہارنپور۔

اس رسالہ میں جناب مؤلف نے مرزا غلام احمد کی دشنام طرازی اور فحش نویسی کی مثالیں باحوالہ جمع کر کے ان تمام گالیوں کو جو مرزا قادیانی کے دہن و قلم سے صادر ہوئیں حروف تہجی پر ردیف وار جمع کر دیا ہے۔

حضرتؒ اس رسالہ کے بڑے مداح تھے۔ فرماتے تھے کہ قادیانیت کے بانی کی ذہنی سطح معلوم کرنے کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ کافی۔ اس کے مطالعہ کے بعد ایک سنجیدہ آدمی کے لئے کسی اور چیز کی حاجت نہیں۔ کسی شخص کو قادیانیت کا بھیانک چہرہ دیکھنا ہو۔ تو بس یہ رسالہ دیکھ لے۔

۶:- ہدیۃ المہدیین (عربی) تالیف حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ رسالہ اپنے شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم و اعانت سے تالیف فرمایا تھا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے بڑی جاندار تقریظ تحریر فرمائی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت بنوریؒ نے صاحبزادگان سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے ایصال ثواب کے لئے یہ رسالہ شائع کر دیا جائے۔ راقم الحروف نے

کا ایماء پاکر جماعت کی طرف سے اسے شائع کرنے کا فیصلہ اسی وقت وہیں کر لیا۔ حضرتؒ کی توجہ کی برکت تھی کہ ایک عزیز نے راقم الحروف سے کسی مقصد جاریہ میں کچھ رقم لگانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے حضرتؒ کا ارشاد گوش گذار کیا۔ انہوں نے فوراً کتاب چھاپنے کے لئے کہا۔ رسالہ چھاپ کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا تو بہت خوش ہوئے اور اسے ایک تحریک کی شکل میں عرب و اسلامی ممالک میں بھجوانے کا حکم فرمایا۔ اس کا اعلان بھی حضرتؒ نے بینات، البلاغ اور دیگر رسائل میں شائع فرمایا۔

۷:۔ قادیانیوں سے ستر سوالات ۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

۸:۔ اشد العذاب علی مسیلمۃ الپنجاب " " "

۹:۔ مجموعہ رسائل :۔ از مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

حافظ اسلام مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کے رسائل ردِ قادیانیت میں بے نظیر ہیں۔ ان میں سے ۲۵ اور وہ جناب محمد مسلم بن برکت اللہ صاحب نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع کئے۔ اور ۹ حضرت چاند پوریؒ کے گیارہ رسائل کا مجموعہ ہے ان کے ساتھ راقم الحروف کا ایک رسالہ "قادیانی عقائد" شامل کر کے انہیں یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ مجموعہ رسائل بھی حضرتؒ کے بعد پریس سے آیا۔

۱۰:۔ ان کے علاوہ چند نئے رسائل مرتب کر کے شائع کئے گئے۔

(الف) قادیانیوں کو دعوت اسلام۔

(ب) ربوہ سے تل ابیب۔

(ج) مراقی نبی۔

(د) مرزائی اور تعمیر مسجد؟

(ھ) مرزا قادیانی کا اقرار۔

(و) قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں۔

۱۱:۔ مندرجہ ذیل کتابوں کی اشاعت زیرِ تجویز تھی۔ مگر اس کی ابتدائی تیاری بھی ابھی شروع نہیں ہو سکی تھی۔

(الف) ملت اسلامیہ کا موقف (اردو جدید ایڈیشن)

(ب) ملت اسلامیہ کا موقف (انگریزی ایڈیشن)

(ج) ربوہ سے تل ابیب تک (انگریزی)

(د) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (جیبی ایڈیشن)

(ھ) عصائے موسیٰ ، منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ۔

(و) سیرت طیبہ : حاجی امیر الدین صاحب۔

(ز) قادیانی مذہب (جدید تعلیقات و حواشی کے ساتھ)

(ح) قادیانی مذہب (انگریزی ایڈیشن)

(ط) قادیانی مذہب (عربی ایڈیشن)

(ی) عقیدۃ الاسلام (اردو ایڈیشن بطور تلخیص)

خلاصہ یہ کہ حضرتؒ کی امارت میں جماعت کا اشاعتی شعبہ قلتِ وسائل کے باوجود خاصا فعال ہو گیا تھا، اور نشر و اشاعت کی نئی نئی صورتیں اور نئی راہیں سامنے آنے لگی تھیں۔ لیکن صد حیف کہ۔

؎ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

عجلت میں انہی سطور پر اکتفا کرتا ہوں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

(باقی صفحہ ۱۱۰ سے آگے)

حکومت کے لئے مشکلات پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ بین الاقوامی بساطِ سیاست کے کئی مہرے بدل چکے ہیں۔ ان حالات میں عبوری حکومت کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق اور سیاستدانوں کے بیانات سے واضح ہے کہ "سب اچھا نہیں ہے" کچھ سیاستدان احتساب کے عمل کی تکمیل اور انتخابات کے التوا کے حامی ہیں۔ اور بعض اس عمل کی سست رفتاری کے شاکی ہیں، جب کہ پیر پگارا شریف احتساب کے ساتھ ساتھ معیشت و اقتصادیات کی بحالی تک انتخابی معرکے کے لئے تیار نہیں۔ بہر حال نظامِ اسلام کا نفاذ اس ملک میں ناگزیر ہے

خلیف رضا

اسلام ناگزیر ہے

۵ جولائی ۱۹۷۷ء طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی ریڈیو پاکستان نے اعلان کیا کہ پاکستان کا نظم و نسق مسلح افواج نے سنبھال لیا ہے۔ مارشل لاء کا نفاذ اس سے پیشتر بھی تین دفعہ ہو چکا ہے۔ اس لئے کسی کو حیرت نہ ہوئی۔ نیز مارشل لاء ان حالات کا منطقی نتیجہ ہے۔ جس سے یہ سرزمین مارچ کے خود ساختہ انتخابی نتائج کی وجہ سے دوچار تھی۔ اسی شام چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے قوم سے خطاب کیا۔ اس تقریر میں ان حالات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا۔ جن کی بنا پر فوج کو مداخلت کرنا پڑی۔ اس کے علاوہ جنرل محمد ضیاء الحق نے پوری قوم کو نظامِ مصطفٰےؐ کے قیام کے لئے بے مثال قربانیاں پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس سے پیشتر اعظم خان، ایوب خان، یحیٰی خان اور ذوالفقار علی بھٹو کا مارشل لاء قوم نے دیکھا۔ ہر آنے والے نے افتتاحی تقریر کی لیکن آمروں کے روایتی لب و لہجہ اور دھمکی آمیز عزائم کے سوا کسی نے اسلام، نظامِ اسلام یا مسلمان قسم کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی تھی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے قول کے مطابق پاکستان اسی دن قائم ہو گیا تھا۔ جب برصغیر میں پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا۔ برصغیر کی جن مسلمان جماعتوں نے برطانوی حاکمیت سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی۔ ان میں مسلم لیگ کے علاوہ جمعیۃ علمائے ہند، خاکسار اور مجلس احرار اسلام خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ موخر الذکر دونوں جماعتیں اپنے جذباتی فیصلوں اور وسائل کی کمی کے سبب اگرچہ اقتدار کی مسندوں پر قابض نہ ہو سکیں۔ لیکن ان کے بے پناہ خلوص، فرنگی سامراج کی بے خوف مخالفت اور بے مثال قربانیوں نے پنجاب کی سیاست کو جس طرح متاثر کیا ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مجلس احرار اسلام نے چوہدری افضل حقؒ۔ مولانا حبیب الرحمٰن لودھیانوی۔ مولانا ظفر علی خانؒ۔ مولانا مظہر علی اظہر اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں شاہ ولی اللہ کے افکار اور سید احمد شہیدؒ کے کردار کی روشنی میں بدیسی حکمرانوں کے خلاف جس جدوجہد کا آغاز کیا تھا اور اس راہ میں ظلم و تشدد اور قید و بند کی صعوبتوں کو جس جواں ہمتی، دلیری اور اولوالعزمی سے برداشت کیا تھا۔ اس کا تذکرہ آنے والا مورخ یقیناً عزت و احترام سے کرے گا۔

عالم اسلام اور کرۂ ارضی کے مسائل پر نظر رکھنے والے ان رہنماؤں نے ارض وطن کے ساتھ ساتھ مسئلہ فلسطین، تنازعہ کشمیر اور پان اسلام ازم جیسے دور رس مسائل کو وقت سے بہت پہلے بھانپ کر ان کے لئے جدوجہد کی تھی۔

بہرحال قیامِ پاکستان اور بانئ پاکستان کی اچانک وفات کے بعد حکمران جماعت مختلف دھڑوں میں بٹ گئی۔ پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اسلامی نظام کے سلسلے میں اس وقت کے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کے سامنے جب سفارشات پیش کیں تو اس کے بعد سے لیگی لیڈروں کی مولانا سے سرد مہری اختیار کرنا کوئی راز نہیں ہے۔ دریں اثناء لیاقت علی خان، سید اکبر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اور خواجہ ناظم الدین وزارتِ عظمٰی کی کرسی پر متمکن ہوئے۔ خواجہ صاحب طبعاً شریف، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور نیک دل انسان تھے۔ ان کے دور میں بھی اسلام کے عملی نفاذ کے مطالبے کا بھرپور اور پرجوش مظاہرہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کیا گیا۔ بدقسمتی سے اس تحریک کے علمبرداروں میں وہی لوگ شامل تھے۔ جنہوں نے فرنگی استبداد کے خلاف طویل اور صبر آزما جدوجہد کی تھی اور مسند اقتدار کے پس پردہ برطانوی گماشتے، اسلام دشمن کمیونسٹ اور مرزا غلام احمد کی خانہ ساز نبوت کے پجاری موجود تھے۔ انہوں نے تحریک کے قائدین جن میں دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ فرقوں کے اکابر علماء، مجلسِ احرار، جماعتِ اسلامی اور جمعیۃ علمائے پاکستان کے رہنما شامل تھے۔ ان سب کو قیامِ پاکستان کے مخالفین کا طعنہ دے کر اسلامی قوانین کے اس عظیم الشان مطالبہ کو نہ صرف ٹھکرا دیا بلکہ فسادات پنجاب کے عنوان سے منیر انکوائری رپورٹ کے ذریعہ شعائرِ اسلام اور بانیانِ اسلام کی تحقیر و تضحیک اس انداز سے کی گئی کہ اسلام کا نام لینا رجعت پسندی، قدامت پرستی اور فرسودہ روایات کا مظہر قرار دیا گیا۔ اس طرح پاکستان کے عوام کی نفاذِ اسلام کی خواہش کو کمیونسٹوں، قادیانیوں اور سکندر مرزا جیسے انگریز کے گماشتوں نے کچل دیا۔

سکندر مرزا ۱۹۵۳ء کی مارشل لاء کے دوران لاہور میں موجود تھا اور انتہائی سفاکانہ انداز میں مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دیتا رہا۔ انہی خدمات کے معاوضہ میں اپنے آقایانِ ولی نعمت کے اشارے پر پاکستان کی صدارت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا اور سر ظفر اللہ قادیانی جس کی علیحدگی

کے لئے پاکستان کے مسلمانوں نے یہ عظیم تحریک چلائی تھی۔ وہ بدستور وزیر خارجہ رہا، جب کہ مرکزی وزارت کے سربراہ سمیت پوری کابینہ توڑ دی گئی تھی۔

چودھری محمد علی پاکستان کے وزیر اعظم بنے تو انہوں نے قائد حزب اختلاف سید حسین شہید سہروردی مرحوم کے تعاون سے ۱۹۵۶ء کا وفاقی، جمہوری اور پارلیمانی آئین قوم کو دے دیا۔ ۱۹۵۶ء کا یہ آئین اسلامی اقدار کے نفاذ اور پاکستان کے تمام علاقوں کے اتحاد، وحدت اور سالمیت کے تحفظ کو پیش نظر رکھ کر بنایا گیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان اور اسلام دشمن طاقتوں نے ۱۹۵۳ء کی طرح پاکستانی قوم کی خواہشات کے علی الرغم ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اور آئین توڑ دیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو مارشل لاء کے راستے سے جمہوریت کی علمبرداری کا دعویدار تھا۔ مشرقی پاکستان ہاتھ سے نکل جانے کے بعد قوم بڑی طرح پریشان تھی۔ قوم کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بھٹو نے بچی کھچی اسمبلی میں حزب اختلاف کو بہلا پھسلا کر ایک نیا آئین بنایا۔ جس پر حزب مخالف نے بھی صاد کیا۔ لیکن بھٹو کے ذہن میں آمریت اور فسطائیت کا جو نقشہ تھا، نظام حکومت اسی کے مطابق ڈھالنے کے لئے اس نے آئین میں حسب خواہش ترامیم کرنا شروع کر دیں۔ حزب اختلاف کی جماعتیں انتشار و اختلاف کا شکار تھیں کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو واقعہ ربوہ رونما ہوا۔ جس سے اسلام کی داعی جماعتوں کو ایک بار پھر مجتمع ہونے کا موقعہ مل گیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی جد و جہد ۱۹۷۴ء میں کام آئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیۃ علمائے اسلام، جمعیۃ علمائے پاکستان، جمعیۃ اہل حدیث، پاکستان جمہوری پارٹی، مسلم لیگ اور جماعت اسلامی ایک بار پھر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئیں۔ مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، میاں طفیل محمد، مولانا شاہ احمد نورانی، نوابزادہ نصر اللہ خان، چودھری ظہور الٰہی، آغا شورش کاشمیری، مولانا تاج محمود، مولانا عبدالقادر روپڑی، میاں فضل حق، مولانا غلام اللہ خان اور سید مظفر علی شمسی کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے سربراہوں کی اجتماعی تحریک شروع ہوئی۔ بھٹو حکومت کے کل پرزوں نے اپنے روایتی ہتھکنڈوں سے اسے کچلنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن پاکستان کے مسلمانوں نے ایک بار پھر مرزائیت کے تعاقب کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا۔ چنانچہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے مطابق مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری دونوں گروہ غیر مسلم قرار دے دیئے گئے۔ اس طرح برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں کے پیدا کردہ مرزائیت کے مسئلے کو اپنے عقائد کے مطابق حل کر کے ملک میں اسلامی نظام کے راستے کی اہم رکاوٹ دور کر دی اور یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ WILL OF THE PEOPLE کو زیادہ دیر تک دبایا یا جھکایا نہیں جا سکتا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نے جہاں پاکستان کے بنیادی نظریے کے عملی نفاذ کے لئے ماحول ساز گار بنایا۔ وہاں بھٹو شاہی کے مظالم سے کچلے، دبے اور پسے ہوئے عوام کو صاف ستھری اسلامی قیادت سے بھی روشناس کرایا۔ چنانچہ جب حزب مخالف کی نو سیاسی جماعتیں پاکستان قومی اتحاد کے پرچم تلے مولانا مفتی محمود کی سربراہی میں عوام کے سامنے آئیں تو استقبال کے فقید المثال مناظر دیکھنے میں آئے۔ خیر القرون کے بعد امت کی شاید تاریخ اسلام میں یہ پہلی مثال تھی۔ بھٹو اور اس کی نوکر شاہی نے بوکھلاہٹ کے عالم میں انتخابی نتائج تبدیل کر دینے سے بھی گریز نہ کیا۔ لیکن سارا ملک سراپا احتجاج بن کر اٹھا۔ لاٹھی، گولی اور آنسو گیس کے بم اس آگ کو سرد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو سارے ملک میں بھڑک اٹھی تھی۔ بالآخر بھٹو اقتدار کا قصر اسی آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔

اس پس منظر سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اوّلاً برصغیر کے مسلمانوں کو بشمول بھارت و بنگلہ دیش عموماً اور پاکستان کے اہل ایمان کو خصوصاً اسلام کے علاوہ کسی نظریہ حیات سے لگاؤ نہیں اور اس مقصد کے لئے حاصل کئے گئے خطہ زمین میں کوئی اور نظام چل ہی نہیں سکتا۔

ثانیاً ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو مسلم لیگ کی حکومت بزور قوت نہ کچلتی تو موجودہ حالات ربع صدی پیشتر پیدا ہو چکے ہوتے اور ہمارا ازلی غیر مسلم ہمسایہ ملک بھارت ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر عرب ممالک سے روابط بڑھانے میں کامیاب نہ ہوتا اور نہ ہم مشرقی پاکستان

رابعاً۔ جن لوگوں کو قیام پاکستان کے مخالفین کہہ کر اقتدار سے دور رکھا جاتا تھا، تیس برس میں ان کی اکثریت کے طرز عمل سے اس الزام کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ بھٹو نے انتخاب اور تحریک کے دوران مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا مودودی اور خان عبد الولی خان کا نام لے کر بار بار انہیں پاکستان اور نظریہ پاکستان کا مخالف گردانا۔ لیکن عوام اب اس الزام کی حقیقت معلوم کر چکے تھے۔

خامساً۔ پاکستان کے عوام نے نظام کے ساتھ ساتھ اپنی قیادت کا چناؤ بھی کر لیا ہے۔ بھٹو نے تحریک کے دوران بعض اسلامی قوانین نافذ کئے لیکن اس کے اقدامات کی کسی حلقے سے بھی پذیرائی نہیں ہوئی۔

جنرل محمد ضیاء الحق کی عبوری حکومت نے ۵ جولائی کو مارشل لاء کا مقصد صاف ستھرا انتخابی ماحول مہیا کرنا قرار دیا تھا اور اکتوبر کے مجوزہ انتخابات تک یہ عمل مکمل کر لینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن معزول وزیر اعظم کے مواخذے اور محاسبے کا کام اس مدت تک پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ لہٰذا انتخابات اور سیاسی سرگرمیوں پر غیر معینہ مدت تک کے لئے پابندی لگا دی گئی ہے۔ معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ پیداوار میں حد تک کمی آ چکی ہے۔ گرانی کا عفریت عام آدمی کے بجٹ کو بری طرح نگل رہا ہے۔ نوکر شاہی کا رویہ انتہائی افسوسناک ہے۔ مختلف دفاتر میں بیٹھے ہوئے پیپلز پارٹی کے بہی خواہ عبوری

باقی صفحہ ۱۰۸ پر

ہمارے سال کی ابتدا اور انتہا دونوں میں ایثار و قربانی کا درس موجود ہے

خطبہ جمعہ مولانا تاج محمود خطیب جامع مسجد ریلوے کالونی، فیصل آباد

رپورٹ: محمد خالد مختار، متعلم زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

آج محرم کی پانچ تاریخ ہے۔ محرم اسلامی اعتبار سے سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اور ذوالحجہ آخری۔ خدا کی قدرت محرم میں نواسۂ رسولؐ کا خون بہایا گیا۔ اور ذوالحجہ میں آپ کے جدامجد خلیل اللہؑ نے اپنے فرزند ذبیح اللہ کی قربانی پیش کی۔ اس اُمت کے سال کی ابتدا بھی قربانی اور سال کا آخر بھی قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے اشارہ یہ ہے کہ یہ اُمت راہِ خدا میں قربانیاں دے گی تو اس کے معاملات درست رہیں گے درجات بلند ہوں گے۔ اس کو استحکام نصیب ہوگا اور اس کے دشمن خایب و خاسر نظر آئیں گے۔ اگر قدرت کے اس اشارے کے خلاف یہ اُمت قربانیوں سے محروم ہو جائے گی تو زندگی اور عظمتوں ہی سے محروم ہو کر رہ جائے گی۔

عاشورۂ محرم؟

عَشَرۃ دس اور عُشر دسواں حصہ عاشورہ دس دن یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ محرم کی دس تاریخ امام مظلوم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت اور سانحہ کربلا کی وجہ سے مشہور ہے۔ اور یہ دن اسی حیثیت سے منانے کا رواج ہے۔ یاد رکھیے اس دن کی ایک اسلامی اہمیت بھی ہے۔ اور یہ دن تاریخ عالم میں ایک اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے سانحہ کربلا سے پہلے خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے منایا۔ اور منانے کا ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ محرم کی دس تاریخ، تاریخِ عالم کا وہ اہم دن ہے۔ اسی دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا گیا۔ یہی تاریخ تھی کہ انہیں جنت میں بھیجا گیا اسی تاریخ کو دانہ کھانے اور ان کے جنت سے نکالے جانے کا حادثہ پیش آیا۔ اور اسی دن نوح علیہ السلام کا طوفان آیا اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گل و گلزار ہوئی۔ اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریائے قلزم نے راستہ دیا فرعون اور آلِ فرعون اسی روز غرق ہوئے غرضیکہ دنیا کے جتنے بھی بڑے بڑے اہم امور اور حوادث ہوئے وہ اسی دن ہوئے۔ فاطمۃ الزہراؓ کے جگر گوشے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار دوش کی شہادت بھی کوئی معمولی سانحہ اور حادثہ نہ تھی اس لئے اللہ نے اس کا وقوع بھی اسی تاریخ میں مقدر فرما دیا۔ اور سانحہ کربلا بھی دس محرم کو پیش آیا۔

اہل سنت والجماعت کو عقیدہ درست رکھنا چاہیئے۔ کہ عاشورہ محرم کی اصل کیا ہے اور اس کے منانے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود مدینہ کو دیکھا کہ وہ اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ نے بھی نویں دسویں یا دسویں گیارہویں کے روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ہمارا طریقہ وہ ہونا چاہیئے جو نبیؐ نے اپنے صحابہؓ کو بتایا۔ اور صحابہؓ نے اپنی اولاد کو بتایا۔ اور ان کی اولاد نے آگے آنے والی نسلوں کو سکھایا۔ جس طرح ایک انسان کا ایک شجرۂ نسب ہوتا ہے کہ یہ فلاں کا بیٹا اور اس کا باپ فلاں کا اور اس کا دادا اوپر فلاں کا بیٹا ہے۔ جس آدمی کا اوپر شجرۂ نسب ملتا ہے۔ وہ حلال زادہ اور قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے۔ اور جس کسی کا شجرۂ نسب اوپر نہ ملتا ہو اس کو حرامی بچہ اور غیر پسندیدہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اعمال کے بھی شجرۂ ہائے نسب ہیں اگر کوئی عمل اوپر جاتا جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو وہ عمل دین ہے، نیک ہے، اسلام ہے۔ اور اگر کسی عمل کا شجرۂ نسب حضورؐ تک نہ پہنچے تو وہ عمل اسلام نہیں بلکہ مجہول ہے۔ اور اس کے کرنے میں محنت اور خرچ ضائع ہے۔ اسے شریعت کی زبان میں بدعت کہا جاتا ہے۔

چار گروہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ دنیا میں چار قسم کے لوگ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور سب سے بڑے درجوں والے ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالحین اللہ کی کل مخلوق میں یہ لوگ اللہ کو بہت پسند اور ان کے درجات بالا و بلند ہیں۔ ان کے علاوہ اور جن لوگوں کو اللہ کے حضور سے بخشش نصیب ہوگی اور جن پر خدا کے انعام ہوں گے تو انہیں منجملہ اور نعمتوں کے ایک یہ انعام بھی عطا کیا جائیگا کہ ان چار گروہوں میں سے حسبِ مراتب کسی نہ کسی گروہ کی رفاقت اور معیت بھی نصیب فرما دی جائے گی جسے قرآن مجید نے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کے الفاظ سے ارشاد فرمایا حسینؓ بڑے خوش نصیب تھے اللہ نے انہیں اور ان کے پورے گھر کو شہیدوں کی جماعت میں شامل کر دیا۔ وہ پہلے بھی بڑی شانوں اور بڑے مرتبوں والے تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں درجہ شہادت سے سرفراز فرما کر ان کی شان اور بھی بالا و بلند کر دی۔ کربلا کے سانحہ کا حاصل یہ ہے کہ پروردگار عالم نے یہ اپنا قانون بیان فرما دیا ہے۔ کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ میں تمہیں ضرور ضرور آزماؤں گا بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ تم پر کسی قدر خوف مسلط کر کے، کبھی بھوک ڈال کر، اور کبھی جانی مالی اور اجناس کے نقصان میں مبتلا کر کے تمہیں آزمایا جائے گا۔ ایک طرف راہ حق ہوگی اور اس کے ساتھ ہی خوف ہوگا۔ خطرہ ہوگا جان مال اولاد اور روزی رزق کی بربادی کا اور دوسری طرف سلامتی عیش و عشرت اور مال و روزی کی فراوانی لیکن اللہ رسولؐ کی راہ کو چھوڑنا پڑے گا یہی آزمائش ہوگی

لوگ راہ حق کو مشکلات سے ڈر کر چھوڑ دیں گے وہ دراصل بربادی کے گڑھے میں گر جائیں گے اور جو لوگ دنیا کے عارضی منافع اور وقتی عیش و عشرت کو قربان کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کی راہ اختیار کریں گے اور اس راہ میں جتنی مشکلات اور سختیاں آئیں گی انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے چلے جائیں گے وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق ٹھہریں گے۔ دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی انہیں کے نام کے ڈنکے بجتے رہیں گے۔

میرے ایمان اور عقیدے کے مطابق اسی الٰہی قانون کے مطابق جن جن کے ساتھ شقیں ان کی سزا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشے اور فاطمۃ الزہرا کی آنکھ کے نور حضرت حسین پر بھی آزمائش کا وقت آیا اور ان کے بڑے مرتبے کے لحاظ سے بڑی آزمائش آئی لیکن وہ سرخرو ہوئے اور اپنا سب کچھ قربان کر کے سرخرو ہوئے۔

پہلی انتخابی دھاندلی

یزید نے حضور ﷺ کے قائم کردہ اسلامی نظام میں پہلی انتخابی دھاندلی کی۔ حضرت حسینؓ نے اس پر احتجاج کیا اور دلیل کے ساتھ کہا کہ اسلام میں کسریٰ کا بیٹا کسریٰ اور قیصر کا بیٹا قیصر نہیں ہے۔ یزید محض اس استحقاق پر امور مملکت اسلامیہ کا متولی اور سربراہ نہیں بن سکتا کہ اس کا باپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی مملکت کے سربراہ تھے۔

اسلامی سلطنت کی سربراہی ورثہ نہیں بلکہ اوصاف اور انتخاب پر ہے۔ یہاں نہ اوصاف ہیں اور نہ انتخاب ہے۔ اسی ایک نقطے پر جو اسلامی تعلیمات کے خلاف تھا ڈٹ گئے۔ اور یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کروں۔ یزید نے وہاں نہیں رہنے دیا آپ وہاں سے سفر کر کے مکہ مکرمہ شریف لے آئے یزید والوں نے آپ کے مکہ میں رہنے میں بھی خطرہ محسوس کیا اور وہاں سے نکلنے کی تدبیریں کیں آپ وہاں سے کوفہ والوں کی دعوت پر کوفہ جانا چاہتے تھے لیکن راستے میں میدان کربلا میں آپ کو گھیر لیا گیا اور آپ پر یزید کی بیعت کرنے کے لئے دباؤ ڈالا گیا آپ کسی دباؤ کے تحت بیعت کرنے والے نہ تھے آپ پر پانی بند کر دیا گیا۔ اور ہر قسم کی سنگ دلی روا رکھی جانے لگی آپ نے یہ چار شرطیں پیش کیں۔

(۱)۔ مجھے دمشق جانے دیا جائے میں یزید سے اپنا معاملہ خود طے کر لوں گا۔

(۲)۔ مجھے مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں سے کسی ایک مقام پر سکونت اختیار کرنے دی جائے۔

(۳)۔ مجھے اسلام کی سرحد میں بھیج دیا جائے جہاں کہیں اسلامی افواج کفار سے جہاد کر رہی ہیں میں وہاں چلا جاتا ہوں اور وہاں کفار سے جہاد کرنے میں شریک ہو جاؤں گا۔

(۴)۔ اگر میری سب باتیں منظور نہیں ہیں تو مجھے اسلامی ملک کی حدود سے کسی طرف باہر نکل جانے کی اجازت دے دی جائے میں یہ ملک چھوڑ کر باہر چلا جاتا ہوں مجھ پر جو بیت جائے گی میں اس کو برداشت کر لوں گا۔

غرضیکہ آپ نے ہر ممکن کوشش کی یہ لوگ میرے اور میری اولاد کے خون سے ہاتھ نہ رنگنے پائیں لیکن آپ جس بات کو غلط سمجھتے تھے اسے آپ نے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور وہ یزید کی بیعت تھی جس پر مخالفین کو اصرار تھا۔ سب کچھ برداشت کر لیا لیکن راہ حق سے منحرف نہ ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان میں اسی لئے یہ فرمایا ؎

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین پناہ است حسین مرد راہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

خلفائے راشدینؓ

امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان اور بلندی کی انتہا یہی ہے کہ سر داد نہ داد دست در دست یزید اور اسی چیز نے خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے بقول حسینؓ کو کلمۂ اسلام کی بنیاد بنا دیا۔

یہی بات جو ایک طرف یزید کی گمراہی اور بربادی اور دوسری طرف حسینؓ کی سرخروئی اور سربلندی کی دلیل ہے۔ یہی بات خلفائے راشدین کی صفائی اور بلندی درجات کی دلیل ہے حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی حیدرؓ کے منکرین اور ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والے اسی نقطہ پر غور کریں کہ اگر ان خلفائے راشدین میں کوئی بھی جمہور کے راستے کے خلاف راہ اختیار کرتا تو ہر خلیفہ کے انتخاب کے بعد ایک کربلا قائم ہوتی لیکن ان کے انتخاب کے بعد کوئی کربلا نہیں ہاں امور مملکت میں رائے کا اختلاف ضرور پایا جاتا رہا۔ لیکن وہ دور ہو جاتا رہا۔ اور ہر ایک کے ان ساتھیوں، رفیقوں، شاگردوں، مریدوں اور رضاکاروں میں شامل بحث رہی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک موقع پر امیر المومنین حضرت عمرؓ یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ لولا علیؓ لھلک عمرؓ اگر علی میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔

اور حضرت علیؓ سے پوچھا جاتا ہے کہ اے نائب رسول ﷺ اور مدینۃ العلم کے باب کیا وجہ ہے کہ پہلے خلفاء کے دور میں ملک کا نظم و نسق درست تھا لیکن آپ کے دور میں بڑی گڑبڑ ہے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر آپ ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے ایمان ہے۔ ابوبکرؓ برحق تھے علیؓ نے ان کی بیعت کرلی۔ عمر فاروقؓ برحق تھے علیؓ نے ان کی بھی بیعت کرلی۔ عثمانؓ برحق تھے علیؓ نے ان کی بھی بیعت کرلی علیؓ باپ تھا حسینؓ بیٹا، علیؓ کی رگوں میں وہی خون تھا جو عبدالمطلب سے رسول ہاشمیؐ کی رگوں میں آیا تھا۔ علیؓ کا زمانہ رسولؐ کا زمانہ تھا۔ علیؓ رسول اللہؐ کے گھر میں پلا ہوا اور اسد اللہ کا لقب پایا جو بہادر بہت علم اور جری انسان تھا رب کعبہ کی قسم اگر ابوبکرؓ برحق نہ ہوتے عمر فاروقؓ برحق نہ ہوتے عثمانؓ برحق نہ ہوتے علیؓ کبھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتا حسینؓ نے کربلا میں اپنا کنبہ ذبح کرایا تھا علیؓ شیر خدا میں سارا مدینہ ذبح کرا دیتے لیکن جبری طور پر یا کسی مصلحت کے پیش نظر کبھی کسی غلط ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

عاشورہ کے دن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ محرم کی شان بیان کردی۔ اس دن کی وہ شان ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان بیان کی جائے۔ وہ رسول اللہؐ کے جسم مبارک کا ایک حصہ اور ایک ٹکڑا تھے۔ ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی اُمِ فضل حضرت عباسؓ کی بیوی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آج میں نے ایک بہت بُرا خواب دیکھا۔ میں ڈر گئی ہوں، حضورؐ نے فرمایا تو نے کیا خواب دیکھا اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا۔ آپ نے فرمایا بیان کرو وہ جھجک رہی تھی آپ کے اصرار پر اس نے بتایا کہ رات خواب دیکھا کہ میں نے آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ لیا ہے اور اسے آپ کی جھولی میں ڈال دیا آپ نے فرمایا چچی تو نے یہ خواب بہت اچھا دیکھا ہے۔ میری فاطمہؓ کے بیٹا پیدا ہوگا اور تو اسے لاکر میری جھولی میں ڈالے گی۔

کچھ مدت گزر گئی یہ بات سب کو بھول گئی۔ ایک رات حضرت فاطمہؓ کے گھر اُمِ فضل کو بلایا گیا اور آپ کو دیر رو ک لیا گیا صبح نور کے تڑکے ربِ کریم نے فاطمہؓ کو بیٹا حسین عطا فرمایا کچھ وقت گزرنے پر حضورؐ نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اتفاق ایسا ہوا کہ گھر کی عورتوں میں سے اُمِ فضل حسین کو گود میں اٹھا کر لائی اور حضورؐ کی جھولی میں ڈال دیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ دیکھئے فاطمہؓ کو اللہ نے کتنا خوبصورت بیٹا عطا فرمایا ہے۔ آپؐ نے حسینؓ کو دیکھا پیار کیا اور فرمایا چچی یہ تیرا وہ خواب پورا ہو گیا میری فاطمہؓ کے گھر اللہ نے بیٹا دیا اور اسے تو میری جھولی میں لے آئی ہے حسینؓ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا تھے۔

فاروق اعظمؓ کا تحریر مانگنا

ایک دفعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا بیٹا عبداللہ دونوں کھیلتے کھیلتے کسی بات پر بچوں کی طرح ضد اور جھگڑے میں پڑ گئے حضرت حسین نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا چل بے تیری کیا حیثیت ہے تو ہمارے ایک غلام کا بیٹا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے ابا کے پاس یہ شکایت کردی آپ نے بیٹے کو ساتھ لیا اور حضرت علیؓ کے گھر پہنچ گئے دستک دی حضرت علیؓ باہر آئے، دریافت کیا حسینؓ کہاں ہے اسے بلایا جائے حضرت علیؓ بات سن چکے تھے آپ نے معذرت کی۔ کہنے لگے بچوں والی بات ہے آپ اس کا بُرا نہ منائیں اور نہ کوئی نوٹس لیں۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا نہ میں نے بُرا منایا ہے۔ اور نہ میں کوئی نوٹس لینا چاہتا ہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ حضرت حسینؓ اپنے ہاتھ سے یہ تحریر ہمیں لکھ کر دے دیں تا کہ کل کو یہ بات ہمارے لئے فخر و مباہات کا باعث ہو کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے غلام ہیں۔

مظلومین کربلا

مظلومینِ کربلا کے لئے کون مسلمان ہے۔ جس کے دل میں تڑپ نہیں۔ جس کے آنکھ آنسو جاری نہیں۔ اتنا ظلم کس پر ہوا آدمی برداشت نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اولادِ رسولؐ پر یہ قیامت ڈھائی جائے۔ ان کی مظلومیت کا آپ اس کا اندازہ لگائیں کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی [illegible] کو اپنے بڑے بیٹے علی اکبرؓ سے یہ شکایت تھی کہ اس نے کبھی اپنے ابا سے کوئی فرمائش نہ کی تھی امام حسین کے دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش یہ میرا بیٹا مجھ سے کبھی کوئی فرمائش کرے میں اس کی وہ فرمائش پوری کردیتا خدا کی قدرت ایک دن ایسا آیا کہ کربلا کے میدان میں اولاد رسولؐ پیاسی ہے۔ یزیدیوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ پانی بند کئے ہوئے ہیں۔ مارے پیاس کے زبانیں خشک ہو رہی ہیں۔ اور اس دن اس بیٹے نے اپنے ابا سے پانی کی فرمائش کی۔ کہ ابا میں پیاسا ہوں اور مجھے پانی چاہیئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ بیٹا کہ حوض کوثر آپ لوگوں کا منتظر ہے اور آپ کے نانا وہاں آپ کے انتظار میں ہیں۔

آخری بات

ایک حسینؓ وہ تھا جو فاطمہؓ کے ہاں پیدا ہوا۔ رسول اللہؐ کے کندھوں پر سواری کرتا رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک دفعہ یہ منظر دیکھ کر فرمایا اس سوار کے لئے کیا ہی اچھی سواری ہے۔ آپ نے فرمایا سوار بھی کیا اچھا ہے۔ وہ حسینؓ مدینہ میں پیدا ہوا چھپن سال تک زندہ رہا اور کربلا کے میدان میں شہادت کا بلند رتبہ حاصل کرکے حیاتِ سرمدی کا مالک بن گیا۔

ایک حسین وہ ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا وہ کل بھی مظلوم تھا اور آج بھی مظلوم ہے۔ اس سے کل کچھ مخلص اور صاحب ایمان لوگوں کی رفاقت اور تعاون کی ضرورت تھی اور اس کو آج بھی مخلص اور صاحب ایمان لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔

ایک یزید وہ تھا جو دمشق میں تھا جس نے چند روزہ زندگی کی کامرانی کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی لعنت اور دھتکار حاصل کرلی اور دنیا سے خس کم جہاں پاک دور ہوگیا۔

لیکن ایک یزید آج بھی موجود ہے اس نے حق کے خلاف معرکہ گرم کیا ہوا ہے۔ وہ آج بھی اہل حق کے لئے کربلائیں بناتا پھرتا ہے۔ اقبال نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

جو لوگ حسینؓ بن علیؓ کی محبت دلوں میں رکھتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ آج کے حسین کے حق میں بھی کلام کریں۔ کل بھی حسین کا ساتھ دینا آسان کام نہ تھا اور آج بھی حسین کا ساتھ دینا آسان نہیں ہے۔ لوگ کل کے یزید سے بھی فائدے حاصل کرکے گزر جائیں آرام کرتے تھے، اور آج کے یزید سے بھی لوگ فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ حق حسینؓ ہے، صداقت حسین ہے، امانت و دیانت حسین ہے، اللہ کی بندگی، رسول اللہؐ کی فرمانبرداری کا نام حسینؓ ہے، اور نفس پرستی، خود غرضی، اسلام دشمنی، بے ایمانی، بد دیانتی یزید ہے، بدکاری یزید ہے۔ کل کے یزید پر لعنت بھیجنا اور آج کے یزید کے تابع رہنا، کل کے حسین پر سلام پڑھنا اور آج کے حسین کے گلے پر چھری پھیرنا اخلاص کے خلاف، دیانت کے خلاف ہے، اور کھلم کھلا منافقت ہے۔

حسینؓ اور یزید کے معرکے کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں حق کی محبت اور اس کا ساتھ دینے کا ولولہ پیدا ہو، اور یزید سے نفرت اور اس کے مظالم پر لعنت بھیجنے کا حوصلہ ہو۔

ایصال ثوابؒ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جو شخص ہمارے بزرگوں سے محبت رکھتا ہے، اس کے لئے چاہیئے کہ وہ عاشورہ کا نفل روزہ رکھے، اس روز نفلی نماز پڑھے، صدقہ خیرات دے اور قرآن مجید کی تلاوت کرے اور ان چاروں نفلی عبادات کا ثواب شہدائے کربلا اور تمام شہدائے اسلام کو بخشے۔

میری عادت کسی دوسرے کے تذکرے کی نہیں لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ڈھول پیٹنے، سینہ کوبی کرنے، اور پیسہ غیر مستحق لوگوں میں دینے، اور بے سند باتوں میں وقت صرف کرنے کی بجائے اگر مذکورہ چاروں نیک اعمال میں وقت گزارا جائے، اور اس نیک کمائی کو ان شہداء کے حضور بطور نذرانہ دیا جائے، تو بہتر ہے، ہزار درجہ بہتر ہے، لاکھ درجہ بہتر ہے بلکہ راہ صواب یہی ہے۔ دوسرے راہیں، راہ صواب نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ ہم کو راہ صواب کی توفیق بخشے۔

عکس تحریر مولانا محمد یوسف بنوریؒ

Madrasah Arabiyyah Islamiyyah

NEW TOWN, KARACHI-5, PAKISTAN

PHONES : OFF : 413570, RES : 74162

REF :

DATE:

المدرسة العربية الإسلامية

كراتشي رقم (٥) باكستان

رقم :

تاریخ : ١١ - ١٢ - ١٩٧٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر محترم جناب مولانا تاج محمود صاحب جعل اللہ عاقبۃ جمیع امورکم محمودۃ آمین

تحیہ مسنونہ و اشواقا ۔ نامۂ گرامی سے کاشف احوال ہوا ۔ اپنے افسوس ہے

کہ آپ کا قیام بہت مختصر رہے گا اور وقت بھی مکمل طور پر آپ کا ہی ہو گا

قضیہ کا فیصلہ شکی ۔ انشاء اللہ دعا کروں گا اللہ

توفیق عطا فرمائے قبول فرمائے آمین ۔ آئندہ اگر تشریف لاویں جو

تو دو دن فارغ فرما کر آئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت

ملاقات ہو ۔ میری صحت روز افزوں ساقط ہوتی جا رہی ہے

ڈر یہ ہے کہ کوئی حسرت نہ رہ جائے کہ ختم نبوت اور اس کی امارت

کی توجہ زیادہ نہ ہو سکی کوتاہی ہوئی کہ پیش نظر جو خدمت نہ ہو سکی

اس سے پریشان ہوں ۔ اللہ رحم فرمائے اور یہی الحمدللہ بخیریت ہوں

[illegible]

عکس تحریر مولانا بنوریؒ

خط بنام نواب میر احمد یار خان آف قلات

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت
بالمقابل ریڈیو پاکستان، ایم اے جناح روڈ، کراچی
MAJLIS-E-TAHAFFUZ-E-KHATM-E-NABUVVAT
M.A. JINNAH ROAD, KARACHI.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالی جناب عالی قدر جناب محترم خان صاحب گورنر صوبہ بلوچستان۔

وفقکم اللہ لکل خیر و سعادۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ۔
امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے اور احوال شخصی اور ملکی بھی
شکر الٰہی ہوں گے۔ قادیانیت کی تحریک کے سلسلہ میں جناب
[illegible] صدر مجلس عمل سے ملاقات ہوئی تھی اور بڑی
رقت انگیز دل سوز گفتگو ہوئی جو آج تک دل میں [illegible]
اس وقت باعث تصدیع یہ ہے کہ [illegible]
امیر تحفظ ختم نبوت کوئٹہ [illegible]
پہنچا رہے ہیں [illegible] "قادیانی" [illegible]
دے کر [illegible] عقد نکاح میں [illegible]
وقت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بخیر ہوں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ امیر تحفظ مجلس ختم نبوت [illegible] وصدر مجلس عمل

۴ صفر ۱۳۹۶ھ
۱۹۷۶-۲-۶

[illegible]

عکس تحریر حضرت بنوریؒ
ایک قادیانی خاتون کے زہر کھانے کی تصدیق

القاديانية حرب على الأسلام وعلى وحدة هذه الأمة ورسالتها الأسلامية الخالدة

مطلوب من الحكومات الإسلامية أن تحذو حذو حكومة كشمير الحرة في اعتبار هذه الفرقة الضالة أقلية غير إسلامية

بسم الله الرحمن الرحيم . الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين .. وبعد ..

اخي المسلم: ظهرت في اخر القرن التاسع عشر دعوى الحادية جديدة، وكفر صريح في بلاد الهند، حمل وزرها رجل من مقاطعة قاديان في بلاد البنجاب الهندية الباكستانية يدعى الميرزا غلام احمد واتباعه يسمون بالمرزائية او القاديانية .. وادعى هذا الرجل بانه المهدي المنتظر والمسيح الموعود وانه نبي يوحى اليه، وان وحيه كوحي سائر الانبياء، معصوم من الخطأ، وهدد من انكر وحيه باللعن والطرد من رحمة الله .. وقال بصلب المسيح وقتله، منكرا بذلك ما جاءت به ايات القران الكريم:

صلات وثيقة بين القاديانية وإسرائيل ومركز قادياني نشط في الأراضي العربية المحتلة

نشاط واسع يقوم القاديانيون في افريقيا واوربا يدعون فيه الى نبوة احمد القادياني نبي الكذاب

الذي لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من عزيز حكيم .

من ان المسيح لم يقتل ولم يصلب .. كما اصدر فتوى باسقاط فريضة الجهاد عن المسلمين وان له معجزات كالتي للرسول صلى الله عليه وسلم معجزاته . وان معجزاته فاقت معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم وجعل عددها مليون معجزة .. وانه يخاف الكفر على من يأتي مكة والمدينة - شرفهما الله - وان من لم يصدق به يقطع صلته بالاسلام ..

وقد نشأ هذا الدجال في ظل الرعاية والحماية البريطانية والف العديد من الكتب في تمجيد ومدح الامبراطورية البريطانية ، ووصفها بانها ظل الله على الارض ..

وقد وزعت الاف النسخ من كتبه المسمومة ونشاراته الباطلة عن الاسلام في شتى البلاد الاسلامية ، خصوصا في القارة الافريقية ، الامر الذي يشكل خطرا على النفوس الضعيفة الايمان ..

ولا يزال اتباع هذا الدجال مندسين في الكثير من المجتمعات الاسلامية ينفثون سمومهم واباطيلهم فيه ، مما يستدعي التصدي لهذا الخطر الداهم من قبل علماء الامة الاسلامية ومن رجالها المخلصين ..

ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم

وقد احسنت الامانة العامة لرابطة العالم الاسلامي صنعا عندما ابرقت للمسؤولين في حكومة الباكستان مهنئة بهذا القرار الحكيم ومطالبة الحكومات الاسلامية بان تحذو حذو حكومة كشمير الحرة التي اتخذت قرار حكيما باعتبار القاديانية اقلية غير مسلمة في البلاد .

والى القراء هذا الحوار الذي يظهر مدى خطورة هذه الدعوى الباطلة الذي شارك فيه علماء [illegible] في الحرم المكي والمدني وبعض العلماء الزائرين .

وهم اصحاب الفضيلة الشيخ السيد امين كتبي الشيخ حسن المشاط . الشيخ محمد نور سيف . الشيخ حسنين مخلوف ، مفتي مصر السابق . الشيخ ابوبكر جومي كبير قضاة نيجيريا . الشيخ محمد علوي مالكي الشيخ اسماعيل عثمان زين . الشيخ محمود نديم الطمرازي من علماء المدينة المنورة . الشيخ عبد الله بن سعد وبدأ الحوار بهذا السؤال :

س سمع عن القاديانية بانها فرقة ضالة تدعي الاسلام وهي تحارب عقيدة الاسلام ونبوة خاتم الرسل صلى الله عليه وسلم ..

فهل لكم ان تحدثونا عنها ؟

- القاديانية دعوى الحادية وكفر صريح ، حمل وزرها رجل من مقاطعة قاديان في بلاد البنجاب الهندية الباكستانية ، اسمه الميرزا غلام احمد ، واتباعه [illegible]

يطلقون على انفسهم المرزائية او القاديانية .. وقد ادعى هذا الدجال بانه المهدي المنتظر والمسيح الموعود ، وانه يوحى اليه وان وحيه كوحي سائر الانبياء ، ومعصوم من الخطأ ، وقد هدد من انكر وحيه باللعن والطرد من عطفه ..

نتساءل معكم : ما الذي يحول دون نهضة المقهورين في المجتمع الاسلامي خاصة المجتمع الباكستاني ..؟

- لا يخفى عليكم ان دعوى هذا الرجل لم تظهر الا على اكتاف المستعمر الانجليزي، عندما كان يسيطر على منطقة شبه القارة الهندية .. وكان المسلمون هم الشوك الدائم في حلق هذا المستعمر ، فحاول بشتى الوسائل تمزيق كلمة المسلمين فلم يستطع الا عن مثل هذا الطريق : فاصطنع رجلا مثل الميرزا غلام احمد ، السيئ المستتر بزي الرجل الصالح المجدد في دينه .. الذي يدعي العرش حتى تكاثر اتباعه ، اجهر بعد ذلك باباطيله وكفره واضلاله ..

واود ان اقول هنا بانه يجب على كل مسلم ابلاغ مخاطر هذه الفرقة والحذر منهم [illegible] لما لهم [illegible] مدعي الاسلام من اسلوب في الانكار ، والمشارك في النفوس ، الى الواجب المفروض على الامة الاسلامية عليه تلك الاباطيل حال ظهورها بالحجة القوية ودحضها قبل تفشيها .

هل يعتقد فضيلتكم بان هناك رابطة بين القاديانية ، والشيوعية ، والصهيونية ...؟

- لا استبعد ذلك ابدا ، لانها جميعها تهدف الى تحطيم

قوى الاسلام وتضييق صفوفها .. ولا غرابة بان هناك علاقة بين اليهود والقاديانيين حيث يقول القاديانيون بصلب المسيح وقتله ، كما زعم اليهود ذلك سابقا .. وكما نصت ايات القران الكريم عليه الزاعم ..

ونشير اخيرا الى ان للقاديانية مركز كبير يقوم بنشاط واسع في فلسطين المحتلة ويجري افراد [illegible] من المسلمين العرب بمختلف الاباطيل والترهات ويحمي هذا المركز المؤسسة العسكرية الاسرائيلية ، اليس في ذلك برهان على صلة هذا المذهب الهدام بالصهيونية العالمية .. فهدفهما واحد مهما تباينت صوره واشكاله ، الم نر ذلك ..؟

دعوى كهذه تحتاج الى اسلوب خاص لمعرفة عللها .. فمن اين تاتي هذه الفرقة بهذه الاموال؟

- لا شك ان ملايين الفلوس تصرف على مثل هذه المنظمات الهدامة .. ولكنها موجودة في كل مكان ولا يعدم اهل الشر طريقا لجمعه ..

اليس هناك جماعات اسلامية تقف في وجه هذا الشر ؟

- هناك الكثير من العلماء في الهند والباكستان وقفوا ويقفون في وجه هذا الشر المستحدث ، ولكن لابد من تضافر الجهود .. ونقلت

نقل القاديانيون نشاطهم ودعوتهم الى افريقيا ، القارة البكر ، والتي يخشى ان يستطيع دعاة هذا المذهب الهدام من ان ينشروا مكاتب لهم المدسوسة عدد كافي من الدعاة المسلمين في تلك الديار ..

تقدم مزاعمهم الخبيثة ضد الاسلام ونبوة محمد صلى الله عليه وسلم ..

انا ادعو هنا جميع الحكومات والمنظمات الاسلامية والعربية للتصدي لهذا الخطر الداهم قبل ان يستفحل شره ، لكثر بالكفر ، ولترفع رايات الجهاد من هنا .. من مكة المكرمة والمدينة المنورة .. مرة اخرى لنفهم هؤلاء القاديانيين ان الجهاد مفروض على كل مسلم قادر في كل وقت وكل زمان متى ما انتهكت حرمات الله وليس كما يقولون ..

من ان الجهاد ساقط عن المسلمين في هذا الزمان وبعد اخي القارئ - ان هذه الفئة الضالة الجاحدة لختم نبوة محمد صلى الله عليه وسلم اصبح خطرها بمعالم اليوم وكل تعاونها الوثيق مع اسرائيل ان اقامت مركزا كبيرا لها في فلسطين المحتلة بالاضافة الى المراكز الاخرى المنتشرة في افريقيا .

وفي اوربا .. والتي تقوم بدور خطير وهدام ضد رسالة الاسلام ووحدة هذه الامة الاسلامية ونبوة محمد صلى الله عليه وسلم .

وقد كان لبرقية الامين العام لرابطة العالم الاسلامي التاييدية لقرار حكومة كشمير باعتبار هذه الفرقة اقلية غير اسلامية اكبر الاثر الطيب في نفوس علماء هذه الامة والمسلمين جميعا كما كان دعوته للحكومات الاسلامية وبالذات باكستان الشقيقة في ان تتخذ مثل هذه الفرقة الضالة التي تدعي ان ميرزا غلام احمد القادياني هو المسيح الموعود ظلما وزورا ان تتخذ

نفس الموقف الذي اتخذته حكومة كشمير ضرورة دينية من اجل وحدة هذه الامة الاسلامية ومن اجل رسالة الاسلام الخالدة .

واذا كانت الندوة اوضحت هذا الاستفتاء الاول امام المسلمين جميعا فمن اجل ان تلقي اضواء قوية تكشف عن المضلين ومؤامراتهم ..

الندوة

AL – NADWA Daily Newspaper

MECCA, June 16 1973

١٦ يونيو . حزيران . ١٩٧٣ م

السبت ١٥ جمادى الاول ١٣٩٣ هـ - ١٣٦ الجوزا

١٣٥١ ش – السنة الخامسة عشرة العدد ١٣٩٩ جريدة يومية تصدر بمكة المكرمة

وفاة الشيخ البنوري خسارة للعلم والعلماء

انتقل الى رحمة الله تعالى يوم الاثنين الماضي الموافق ١٧ اكتوبر ١٩٧٧ م بالباكستان فضيلة العلامة المحقق الشاعر الشيخ محمد يوسف البنوري (بكسر الباء وضم النون مع التشديد) مؤسس ومدير المدرسة العربية الاسلامية بنيو تاون – كراتشي – وعضو المجلس الاستشاري الاسلامي بالباكستان ، وذلك اثر نوبة قلبية حادة اودت بحياته – انا لله وانا اليه راجعون – وقد كان الشيخ محمد يوسف احد العلماء المجاهدين والمؤلفين المحققين والزعماء الاسلاميين في تلك البلاد وصاحب تصانيف عديدة في مختلف العلوم،

وله جولات وصولات حازمة جريئة في الدفاع عن الاسلام ورفع كلمته - وكان فضيلته قد ولد عام ١٣٢٦ هـ في بنور بيشاور واشتغل في تحصيل العلم ومكث في دار العلوم ديوبند من عام ١٣٤٥ هـ الى عام ١٣٤٧ هـ واخذ العلوم الدينية عن اشهر فضلائها واساتذتها العلماء – ثم عين شيخا للتفسير في دار العلوم الاسلامية في بلدة تندوالله يار – ثم استقر في كراتشي واسس المدرسة العربية الاسلامية التي يتلقى فيها العديد من طلاب الدول العربية والاسلامية والاوروبية علومهم منذ ثلاث وعشرين سنة – والف رحمه الله شرحا لسنن الترمذي اسماه « معارف السنن » الذي طبع في ستة مجلدات من اصل اثنا عشر جزءا –

و « نفحة العنبر » في ترجمة شيخه العلامة الشيخ محمد انور شاه الكشميري ، و « يتيمة البيان لمشكلات القران » بجانب ما كان يكتب من مواضيع ومقالات في مجلته الشهرية « بينات » التي اصدرها تحت اشرافه وادارته من قبل مدرسته قبل خمس عشرة سنة وبجانب ما كان يقوم به من القاء مختلف الدروس

في مدرسته – واشتهر رحمه الله تعالى بشيخ الحديث وكان ضليعا في اللغة العربية بجانب الاوردية ولغة اهل بشاور – كما كان فضيلته يتولى رئاسة مجلس تحفظ ختم النبوة واتفق العلماء بتعاونهم وقيادته الحكيمة على اعلان القاديانية اقلية غير مسلمة وصدر على ذلك القرار الفصل من قبل جمعية الشعب العمومية وكان فضيلته شاعرا عالما فاضلا خطيبا وينظر في البلاد العربية والاسلامية نظرة فضل واحترام واشترك في العديد من المؤتمرات والاجتماعات – وقررت الحكومة العسكرية العرفية الحالية بالباكستان تاسيس مجلس استشاري اسلامي فعين الشيخ محمد يوسف اول عضو به لما يتمتع به من افكار وآراء صائبة وحينما عقد المجلس المذكور دورته الاولى اصيب الشيخ بالنوبة القلبية ثلاث مرات فتوفي بعد الجلسة الثانية بمستشفى روالبندي وصلى عليه هناك ثم نقل جثمانه بالطائرة الى كراتشي فصلى عليه ثانية – ودفن في فناء مدرسته التي أسسها وقام بادارتها والتدريس فيها وأفنى حياته في سبيل النهوض بها – وحضر تشييع جثمانه عدد هائل من أهل العلم والفضل في ارجاء باكستان – وقد اهتزت الباكستان باسرها بوفاة هذا المجاهد المناضل والذي امضى حياته في خدمة الاسلام والعلم والسنة – رحمه الله تعالى واسكنه فراديس جناته وعوض المسلمين خيرا – وعزاؤنا لأهله واسرته وابنه – الاستاذ محمد – جعله الله خير خلف لخير سلف ، آمين ..

احمد سعيد

اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ سعودی عرب ۳۱ اکتوبر ۷۷ء

قبولِ اسلام

مجلس تحفظ ختم نبوت کیمبلپور کے سابق امیر اور مرکزی جامع مسجد بندر روڈ سکھر کے خطیب حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب مدظلہ کے ہاتھ پر عبدالحق ولد شمس الحق قادیانی نے قادیانیت سے توبہ کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد جو تحریری بیان دیا وہ یہ ہے۔

میں عبدالحق ولد شمس الحق نیک دل کے ساتھ بلا جبر و اکراہ کے مولانا خلیل احمد خطیب جامع مسجد بندر روڈ سکھر کے ہاتھ پر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے مرزائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالےٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ ان کے بعد کسی قسم کا کوئی ظلی یا بروزی تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعوےٰ کرے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے مرزا غلام احمد قادیانی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا — وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے ماننے والے مرتد اور کافر ہیں۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب میرا نام محمد عمر ہے۔ مرزائیوں کو چاہیے کہ وہ میرا نام دفتر سے خارج کر دیں۔

چودھری خیرالدین وفات پا گئے

مجلس تحفظ ختم نبوت کیمبلپور کے سرپرست چودھری خیرالدین ایک طویل عرصہ بیمار رہ کر سات دسمبر بروز بدھ صبح گیارہ بجے وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔



ن داخلہ

عہ اسلامیہ (زنانہ)

اضلہ کا دوسالہ

و تربیتی نصاب

(کورس)

مسلمان عورتوں میں اسلامی افکار و عقائد، اخلاق و اعمال اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین کی سیرت و سنت اور قرن اول کی مسلمان خواتین کے اسلامی اخلاق و کردار کی صحیح صحیح اور زیادہ سے زیادہ تبلیغ و اشاعت کے اہم فریضہ کے پیش نظر تعلیم القرآن ٹرسٹ گوجرانوالہ (راہوالی) انجمن تجوید القرآن اور جمعیت المسلمات گجرات نے آپس کے تعاون سے شہر گجرات میں ایک جامعہ اسلامیہ (زنانہ) ٹریننگ کالج کا اجراء ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بمطابق ۷ر نومبر ۱۹۷۱ء کو کیا۔ بفضل اللہ تعالیٰ و برحمتہٖ اب تک تین بار تعلیمی نصاب میں اعلیٰ کامیابی کے ساتھ تین جماعتیں (بیچ) فارغ ہو چکی ہیں اور ان میں سے بہت سی معلمات دیگر زنانہ دینی مدارس میں بحمداللہ تعالیٰ تدریس و تعلیم کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ علوم دینیہ کی اس بے نظیر درسگاہ میں داخلہ اس سال ۱۵ر مارچ ۱۹۷۸ء تا یکم مئی ۱۹۷۸ء تک جاری رہے گا (لہٰذا درخواستیں یکم مئی ۱۹۷۸ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ تعداد داخلہ محدود ہے) جس میں میٹرک، ایف اے اور بی اے طالبات کو داخل کیا جائے گا۔ قاریہ فاضلہ کا دوسالہ نصاب (کورس) تجوید و قراءت کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر القرآن، حدیث نبوی، تاریخ اسلام، فقہ اسلامی اور صرف و نحو کی تعلیم دی جاتی ہے۔ طالبات کے لئے باپردہ رہائش، خوراک، علاج و معالجہ، بجلی و پانی کی مفت سہولتوں کے علاوہ غریب طالبات کو کتب اور لباس بھی دیا جاتا ہے۔ فارم داخلہ و قواعد و ضوابط (پراسپکٹس) دفتر جامعہ اسلامیہ (زنانہ) ٹریننگ کالج شاہ فیصل گیٹ گجرات سے حاصل کریں۔

منجانب: پرنسپل

جامعہ اسلامیہ (زنانہ)

ٹریننگ کالج گجرات

پاکستان

Regd L NO 7625 WEEKLY LAULAK FAISALABAD Phone No:- 24700

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا مرکزی دفتر اور اس میں عظیم الشان جامع مسجد کی سہ منزلہ
عمارت کا بیرونی منظر جو ۳۶ لاکھ روپیہ کے مصارف سے تعمیر ہو رہی ہے۔ اس عمارت
کے تمام مصارف کا انتظام حضرت بنوری رحمتہ اللہ کے توسط سے ہوا۔ حضرت مولانا
کا یہ صدقہ جاریہ اب تکمیل کے مرحلہ میں ہے۔ یہ عمارت انشاء اللہ عالمی تبلیغ اسلام
کا مرکز ثابت ہوگی۔



WEST ELEVATION